مقام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناشر

نظارت نشرواشاعت قادیان

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

مقامِ خاتم النّبیّٖن

قاضی محمّد نذیر لائلپوری

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

النّــــاشِر

نظارت نشر و اشاعت قادیان۔ پنجاب

نام کتاب	:مقَام خَاتَم النَّبِیّیْن
مصنف	:قاضی محمد نذیر لائلپوری صاحب
سن اشاعت بار اول قادیان	:1976
حالیہ اشاعت	:2016
تعداد	:1000
شائع کردہ	:نظارت نشر و اشاعت قادیان
مطبع	:فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان ضلع گورداسپور، پنجاب انڈیا(143516)

Name of book	: Maqam Khataman Nabiyyeen
Author	: Qazi Mohammad Nazeer Lailpuri
First Edition in Qadian	: 1976
Present Edition	: 2016
Quantity	: 1000
Published by	: Nazarat Nashr-O-Ishaat Qadian
Printed at	:Fazl-e-Umar Printing Press Qadian Dist. Gurdaspur, Punjab, INDIA (143516)

ISBN:978-93-83882-53-3

عرض ناشر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔'' (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 170-169)

کتاب زیر نظر میں مقام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حقیقی مفہوم قُرآن مجید، احادیث نبویہ اور سلفِ صالحین کے اقوال کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعلیٰ و ارفع شان اور ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے برخلاف عامۃ المسلمین میں پھیلائے جانے والے گمراہ کن پروپیگنڈہ کا کافی و شافی جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب مکرم و محترم محمد نذیر لائل پوری صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کا علمی شاہکار ہے اور مقام خاتم النبیین کے حقیقی مفہوم کی آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب 1967 میں ربوہ میں پہلی بار شائع ہوئی ۔اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ پیشکش قبول فرمائے اور اُن کو اجر عظیم سے نوازے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت و منظوری سے نظارت نشر و اشاعت قادیان دورِ جدید کے تقاضوں اور اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر کتاب ''مقام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کا پہلی بار کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن ہدیۂ قارئین کر رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

اللہ تعالیٰ اس کتاب کی طباعت کے جملہ مراحل میں ممد و معاون تمام کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ آمین

ناظر نشر و اشاعت قادیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

پیش لفظ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے **خاتم النبیّین** کے مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔ جماعتِ احمدیہ کا اُمّتِ محمدیّہ سے **اُصولی اتفاق** ہے کہ اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی **شارع** اور **مستقل نبی** نہیں آسکتا۔ اور **مسیح موعود** نہ شارع نبی ہوگا نہ مستقل بلکہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے **اُمّتی**۔ اس بارہ میں تمام بزرگانِ اُمّت متّفق ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ لاہور میں میرا ایک پرائیویٹ **تبادلہ خیالات مولوی خالد محمود صاحب ایم۔اے** سے ہوا جن کی کتاب **عقیدۃ الاُمّۃ فی معنی ختم النّبوّۃ** کا جواب آگے دیا جا رہا ہے۔ تبادلۂ خیالات میں مولوی خالد محمود صاحب نے ہماری سخت حق تلفی کی تھی۔ کیونکہ باوجود فیصلہ کے ہمارا آخری وقت ہمیں نہیں دیا تھا اور بعد میں مباحثہ کی روئداد بنام **نصرت الاسلام** میں اپنی آخری ساری تقریر درج کرادی۔

اِس کتاب میں عقیدۃ الامّۃ کے جواب کے علاوہ نصرت الاسلام کے جواب کا قرض بھی چُکا دیا گیا ہے۔

محمّد نذیر لائل پوری

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ   ربوہ ۶۷-۱-۱۵

فہرست مضامین کتاب ”مقام خاتم النّبیّینؐ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بانئ سِلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السّلام اس بات کے مدّعی ہیں کہ احادیثِ نبویّہ میں جس مسیح موعود کے اُمّتِ محمدیہ میں آنے کی پیش گوئی سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے بیان ہوئی ہے، اس کے مصداق آپ ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے الہامات کے ذریعہ بطور استعارہ احادیثِ نبویّہ کا موعود مسیح ابنِ مریم قرار دیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا:۔

"جَعَلْنَاکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ."

کہ ہم نے تمہیں مسیح ابن مریم بنا دیا ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۲ و تذکرہ صفحہ ۱۹۱)

اور بطور تشریح فرمایا:۔

"مسیح ابن مریم رسُول اللہ فوت ہوگیا ہے اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔ وَکَانَ وَعْدُاللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱)

نیز فرمایا:۔

'' اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَۃً بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ خُلُقًا وَخَلْقًا وَزَمَانًا ''

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۴)

یعنی تُو عیسٰی بن مریم سے سب سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور تو خُلق اور خِلقت اور زمانہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بڑھ کر اُس کے مشابہ ہے۔

پس حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے اِن الہامات نے احادیثِ نبویہ کی اُس پیشگوئی کو حلّ کر دیا ہے جو صحیح بخاری میں ان الفاظ میں موجود ہے:۔

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَانَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

اور جو صحیح مسلم میں اِن الفاظ میں مروی ہے:۔

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَانَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ

ان احادیث میں مسیح موعود کو مجاز اور استعارہ کے طور پر ابنِ مریم کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسے امتِ محمدیہ کا ایک فرد بیان فرما کر اُمت کا امام قرار دیا گیا ہے۔ امامکم منکم اور فامّکم منکم کے الفاظ بطور قرینہ لفظیہ لائے گئے تھے۔ مگر اجتہادی غلطی سے کئی علمائے امّت نے ابنِ مریم کے نزول سے مراد اصالتاً حضرت عیسٰی علیہ السلام کا دوبارہ آنا سمجھ لیا۔ کیونکہ عیسائیوں نے مسلمانوں میں حضرت عیسٰیؑ کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے اور ان کے اصالتاً دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ پھیلا رکھّا تھا۔

اِسی غلطی کی وجہ سے مفسّرین نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی وفات کے متعلق صریح الدلالت قرآنی الفاظ مُتَوَفِّیْکَ اور تَوَفَّیْتَنِی کی تاویل آسمان پر زندہ معہ رُوح جسم اُٹھایا

جانا کر لی۔ حالانکہ توفّی اور اس کے مشتقّات محاورہ زبان عربی میں خدا تعالیٰ کے فاعل اور انسان کے مفعول ہونے کی صورت میں ہمیشہ قبضِ رُوح کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ قبض الرُّوح مع الجسم کے معنوں میں۔ تفسیر فتح البیان میں مفسّرین کی اس تاویل کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے:۔

اِنَّمَا اِحْتَاجَ الْمُفَسِّرُوْنَ اِلٰی تَاْوِیْلِ الْوَفَاةِ بِمَا ذُکِرَ لِاَنَّ الصَّحِیْحَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَفَعَهٗ اِلَی السَّمَاءِ مِنْ غَیْرِ وَفَاةٍ کَمَا رَجَّعَهٗ کَثِیْرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ وَاخْتَارَهٗ ابْنُ جَرِیْرِ الطَّبْرِیُّ. وَوَجْهُ ذٰلِکَ اَنَّهٗ قَدْصَحَّ فِی الْاَخْبَارِ عَنِ النَّبِیِّ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُزُوْلُهٗ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ.

(فتح البیان جلد۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ:

بے شک مفسّرین نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی وفات کی نصّ کی مذکورہ تاویل اس لئے کی ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آسمان کی طرف وفات کے بغیر اُٹھالیا۔ جیسا کہ اکثر مفسّرین نے اس بات کو ترجیح دی ہے اور ابن جریر طبری نے اسے اختیار کیا ہے اور وجہ اس کے اختیار کرنے کی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیشگوئیوں میں اس کے نزول اور قتلِ دجّال کا ذکر آیا ہے۔

پس مسیحؑ کے آسمان پر زندہ اُٹھایا جانے کی تاویل ابن جریر طبری کی ایجاد ہے جو محض ایک مؤرخ اور مفسّر ہے۔ اور اسی کی نقل میں باقی علماء نے اس عقیدہ کو بلاسوچے سمجھے اختیار

کرلیا۔ اوراسی کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنے لگے جس سے یہ عقیدہ شہرت پا گیا۔ ان علماء نے احادیثِ نبویہ پر غور نہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نازل ہونے والے ابنِ مریم کو امّتِ محمدّیہ میں سے ایک فرد قرار دے کر اُسے امّت کا امام ٹھہرایا تھا۔ اور نہ اس بات کی طرف توجّہ کی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے حق میں تو قرآن مجید میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے الفاظ وارد ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ یہودی تمہیں قتل نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں طبعی وفات دوں گا۔ اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السّلام سے خدا کا وعدہ وفات دے کر اپنی طرف ان کے رفع کرنے کا تھا۔ رفع کا لفظ عربی زبان میں باعزّت وفات دینے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام آسمان پر زندہ معہ رُوح وجسم اُٹھائے گئے اس لئے مفسّرین توفّی کی تاویل پورا پورا لینا کرنے لگے۔ حالانکہ عربی زبان میں یہ لفظ خدا کے فاعل اور انسان کے مفعول بہٖ ہونے کی صُورت میں ہمیشہ قبض رُوح کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عبّاسؓ سے مُتَوَفِّیْکَ کے معنے مُمِیْتُکَ تجھے موت دینے والا بیان ہوئے ہیں۔ اور امام لُغت علاّمہ زمخشری نے اس کے معنی مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ لَاقَتْلاً بِاَیْدِیْھِمْ لکھے ہیں۔ (تفسیر کشّاف زیرآیت ہذا) یعنی خدا تعالیٰ نے کہا کہ اَے عیسٰی مَیں تجھے طبعی وفات دینے والا ہوں تُو یہودیوں کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوگا۔

بعض مفسّرین نے مُتَوَفِّیْکَ کی اس تاویل ''پورا لینے'' کو تو پسند نہ کیا۔ اس لئے انہوں نے مُتَوَفِّیْکَ کے معنی تو وفات ہی کے کئے مگر اُنہوں نے اس آیت میں یہ تاویل کرلی کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ کا وعدہ خدا نے پہلے پُورا کر دیا ہے اور مُتَوَفِّیْکَ کا وعدہ بعد

میں پُورا کرے گا۔

یہ مختلف تاویلیں اس لئے کی گئیں کہ عیسائیوں کے اثر ماتحت یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں۔ اور وہی اصالتاً دوبارہ نازل ہوں گے۔ پھر عیسائیوں کی تقلید میں ہی مسلمانوں کا یہ عقیدہ بن گیا کہ وہ ۳۳ سال کی عُمر میں زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جو ۳۳ سال کی عُمر میں یا کسی اَور عُمر میں اُن کے زندہ معہ رُوح وجسم آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر کرتی ہو۔

امام ابن القیّم نے زادالمعاد میں لکھا ہے:۔

”اَمَّا مَا یُذْکَرُ عَنِ الْمَسِیْحِ اَنَّہٗ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ وَلَہٗ ثَلاثَۃٌ وَ ثَلاثُوْنَ سَنَۃً فَھٰذَا لَا یُعْرَفُ لَہٗ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ یَجِبُ الْمَصِیْرُ اِلَیْہِ۔“

(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۹ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)

ترجمہ:

یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے تو اس کے لئے کوئی ایسی متّصل روایت نہیں پائی جاتی جس کی طرف رجُوع کرنا واجب (ضروری) ہو۔

اس بیان پر صاحب فتح البیان لکھتے ہیں:۔

”وَقَالَ الشَّامِیْ ھُوَ کَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُرْوٰی عَنِ النَّصَارٰی وَ الْمُصَرَّحُ بِہٖ فِی الْاَحَادِیْثِ النَّبْوِیَّۃِ اَنَّہٗ رُفِعَ وَھُوَ ابْنُ مِائَۃٍ وَعِشْرِیْنَ سَنَۃً۔“

(تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ:

''اور شامی نے کہا ہے کہ بات اسی طرح ہے (جیسے امام ابنِ قیّم نے کہی ہے) کیونکہ یہ بات عیسائیوں سے مروی ہے اور احادیثِ نبویہ میں تصریح سے بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا رفع اُس وقت ہوا جبکہ ان کی عُمر ایک سو بیس سال کی تھی۔''

شامی نے جن احادیث کا اس جگہ ذکر کیا ہے ان میں اُٹھانے کے معنوں کے لئے تو کوئی لفظ موجود نہیں۔ بلکہ '' عَـاش ''کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''زندہ رہا''۔ چنانچہ ایسی احادیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

'' اِنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِا ئَةً وَعِشْرِيْنَ سَنَةً. ''

(کنزل العمال جلد ۴ ومستدرک للحاکم صفحہ ۱۴۰)

یعنی بے شک عیسٰی بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

پس احادیثِ نبویہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ پس اگر شامی کی مراد رفع سے باعزّت وفات ہے جس میں رُوح آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے تو ہمیں اعتراض نہیں۔ ورنہ لفظ عـــاش کی تاویل رفع جسمانی کے معنوں میں بالکل غلط تاویل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے صریح خلاف ہے۔

رفع الیٰ اللہ کا محاورہ عربی زبان میں باعزّت وفات کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے بحوالہ ابن جریر ابن مردویہ بیہقی میں ہے

'' اَكْـرَمَ الـلّٰـهُ نَبِيَّـهُ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُ فِيْ اُمَّتِهٖ مَا

یَکْرَہُ فَرَفَعَہٗ اِلَیْہِ وَبَقِیَتِ النَّقْمَۃُ.“

ترجمہ:

خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز کیا ہے کہ آپ کو رؤیا میں تو اپنی امّت میں وقوع میں آنے والی وہ بات دکھا دی جسے آپؐ نا پسند کرتے تھے۔ پس اُس نے آپؐ کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ (یعنی باعزّت وفات دے دی) اور فتنہ وفساد (پیچھے) باقی رہ گیا۔

حضرت انسؓ نے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رَفَعَہٗ اِلَیْہِ (خدا نے آپ کو اپنی طرف اُٹھالیا) کے الفاظ یہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو باعزّت طریق سے وفات دی۔ کیونکہ امت کا فتنہ وفساد آپؐ کی زندگی میں وقوع میں نہیں آیا۔

انہی معنوں میں خدا تعالیٰ نے آیتِ کریمہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں مُتَوَفِّیْکَ (تجھے وفات دینے والا ہوں) کے بعد رَافِعُکَ کا لفظ اِس لئے استعمال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو تسلّی دی جائے کہ انہیں طبعی وفات دی جائے گی۔ اور باعزّت طریق سے دی جائے گی۔ یہودی انہیں صلیب پر نہیں مار سکیں گے۔ اس سے پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ

یعنی یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر مارنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بچانے کی تدبیر کی۔ اور خدا تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو صلیبی موت سے تدبیر کے ذریعہ بچایا ہے۔ آسمان پر زندہ اُٹھالینا تو معجزہ نمائی ہے۔ اُسے تدبیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تدبیر وہ امر ہوتا ہے جس کا مقابلہ دوسرا شخص تدبیر سے کر سکے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ یہودیوں کی تدبیر کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا تو یہ قدرت نمائی تو کہلا سکتی ہے تدبیر نہیں کہلا سکتی۔

پس قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو صلیبی موت سے بچا کر اُنہیں دشمن کے ہاتھوں سے نِکال کر ہجرت کرادی۔ اور پھر کامیاب زندگی گزارنے کے بعد باعزّت طریق سے وفات دی۔ چنانچہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَ یَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (انفال۔آیت ۳۱)

یعنی لوگ آپ کے خلاف قتل کی تدبیر کر رہے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

چنانچہ خدائی تدبیر کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپؐ کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرادی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ کی ہجرت کا ذکر قرآن کریم میں اِن الفاظ میں آیا ہے:۔

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ. (سورۃ مؤمنون آیت ۵۱)

یعنی ہم نے ابنِ مریم اوراس کی ماں کونشان بنایا۔اوران دونوں کوایک بلند زمین پر پناہ دی جوآرام دہ اورچشموں والی ہے۔

علامہ رشید رضا سابق مفتی دیارمصریّہ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السّلام کی اس تحقیق کو مان لیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے کشمیر میں ہجرت کی اورسری نگر میں وفات پائی۔ چنانچہ وہ اِس بارہ میں اپنے رسالہ ''المنار''مطبُوعہ مِصر میں حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی کشمیر کی طرف ہجرت سے متعلق دلائل درج کرنے کے بعد مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

فَفِرَارُهٗ اِلَی الْهِنْدِ وَمَوْتُهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْبَلَدِ لَیْسَ بِبَعِیْدٍ عَقْلاً وَلَا نَقْلاً

(المنار جلد۱۵صفحہ۹۰۱)

یعنی حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا ہندوستان کی طرف فرار کر جانا اورشہر (سرینگر) میں وفات پاجاناعقل ونقل سے بعید نہیں۔

پھرآپ تحریرفرماتے ہیں:۔

هِیَ عَقِیْدَةُ اَکْثَرِ النَّصَارٰی وَقَدْ حَاوَلُوْا فِیْ کُلِّ زَمَانٍ مُنْذُ ظُهُوْرِ الْاِسْلَامِ بَثَّهَا فِی الْمُسْلِمِیْنَ.

(الفتاوٰی)

کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔اورانہوں نے ظہورِ اسلام سے لےکر ہر زمانہ میں اسے مسلمانوں میں پھلانے کی کوشش کی ہے۔

پس حیاتِ مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں عیسائیوں کے ذریعہ پھیلا ہے اور اب بڑے بڑے علماء مصر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تحریرات کو پڑھنے کے بعد وفاتِ مسیح علیہ السّلام کے قائل ہو چکے ہیں۔

علاّمہ رشید رضا کی طرح علاّمہ محمود شلتوت منتظِم اعلیٰ ازہر یونیورسٹی مصر نے بھی وفاتِ مسیح کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ وفاتِ مسیح علیہ السّلام کے متعلق مفصّل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

”اِنَّهٗ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنِدٌ يَصْلُحُ لِتَكْوِيْنِ عَقِيْدَةٍ يَطْمَئِنُّ اِلَيْهَا الْقَلْبُ بِاَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ بِجِسْمِهٖ اِلَى السَّمَاءِ وَاَنَّهٗ اِلَى الْاٰنِ فِيْهَا وَاَنَّهٗ سَيَنْزِلُ مِنْهَا فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اِلَى الْاَرْضِ.“

(الرّسالہ مورخہ ۱۱ رمئی ۱۹۴۲ء القاہرہ والفتاوٰی مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

قرآن مجید اور سُنّت مطہرہ (نبویہ) میں کوئی ایسی سند موجود نہیں جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسٰی اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ اب علمائے اسلام رفتہ رفتہ اس سچّائی کو قبول کرتے جا رہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السّلام وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔

پُرانے بزرگوں میں سے امام مالکؒ کا مذہب یہ لکھا ہے:۔

وَقَالَ مَالِکٌ مَاتَ

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۲۸۶)

کہ امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام وفات پا گئے۔ اور امام ابنِ حزم کا مذہب بھی یہی لکھا ہے:۔

تَمَسَّکَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْاٰیَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ

(جلالین زیرِ آیت متوفّیک)

کہ امام ابنِ حزم نے آیت کے ظاہری معنوں کو اختیار کیا اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی موت کے قائل ہیں۔

پس چونکہ مسلمانوں میں یہ غلط عقیدہ عیسائیوں نے پھیلا دیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ اس لئے علماء اسلام نے حیاتِ مسیح کے قائل ہو کر جب احادیثِ نبویہ میں ابنِ مریم کے نزول کی پیشگوئی ملاحظہ کی تو یہ اجتہاد کر لیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ اور اُن قرآنی آیات کی جن میں صریح طور پر وفاتِ مسیح کا ذکر تھا۔ تاویلات کرنے لگے۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا۔ حالانکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرما دیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ایک سو بیس برس زندہ رہے ہیں۔ اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ:۔

وَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنْ يَا عِيْسٰى اِنْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰى.

(کنز العمّال صفحہ ۳۴ جلد ۴)

کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو وحی کی کہ ایک جگہ سے دُوسری جگہ چلا

جا تا تو پہچان نہ لیا جائے اور پھر دُکھ نہ دیا جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کی پیشگوئی میں فرما دیا تھا کہ یہ ابنِ مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا تا کہ لوگ اس شبہ میں نہ پڑیں کہ اسرائیلی مسیح کا آنا مراد ہے۔لیکن افسوس کہ جس شُبہ سے بچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** اور **فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ** کے الفاظ استعمال فرمائے تھے اُمّت ان الفاظ کی موجودگی میں عیسائیوں کے پراپیگنڈا سے متأثر ہو کر اُسی شُبہ میں گرفتار ہوگئی۔ (و کان ذٰلک قَدرًا مقدورًا)

نُزول کے لفظ سے بھی علماء کو غلطی میں نہیں پڑنا چاہیئے تھا کیونکہ نُـــــزول کا لفظ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے لئے بھی بطور اکرام واعزاز قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلاً یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیَاتِ اللّٰهِ مُبَیِّنَاتٍ لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ. (طلاق ع۲ آیت ۱۲۔۱۱)

ترجمہ:

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذِکر یعنی رسُول کو نازل کیا ہے جو تُم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے تا کہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر نُور کی طرف لے آئے۔

پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے نُزول کا لفظ بطور اعزاز و اکرام استعمال ہوا ہے حالانکہ آپؐ اپنی والدہ محترمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ویسے ہی مسیح موعود کے لئے حدیثوں میں نزول کا لفظ اکراماً استعمال ہوا ہے۔

پیشگوئیوں میں اجماع نہیں ہوسکتا،

پیشگوئی کے ظہور سے پہلے ضروری نہیں کہ اس کے مفہوم کے بارہ میں علماء کی اجتہادی رائے بالکل ہی صحیح ہو۔ کیونکہ پیشگوئی کی پُوری حقیقت دراصل اس کے وقوع پر ہی کھلتی ہے۔ اِسی لئے فقہاء اسلام نے پیشگوئی میں اجماع پایا جانے سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کے وقوع سے پہلے اس کے معنی محض ایک رائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس میں غلطی ہوجانے کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ''مسلّم الثبوت'' میں لکھا ہے:۔

" اَمَّا فِی الْمُسْتَقْبِلَاتِ کَاَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَاُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ فَلَا (اجماع) عِنْدَالْحَنَفِيَّةِ لِاَنَّ الْغَيْبَ لَا مَدْخَلَ لَهٗ فِی الْاِجْتِهَادِ۔"

(مسلّم الثبوت مع شرح صفحہ ۲۴۶)

یعنی جواُمور زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے علاماتِ قیامت اوراُمورِ آخرت ان میں حنفیوں کے نزدیک اجماع نہیں کیونکہ امرِ غیب میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

پس اگر اُمّت کے سارے علماء بھی اس بات پر اتّفاق کر لیتے کہ نزول ابنِ مریم کی پیشگوئی سے مُراد حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً آمد ہے۔ تب بھی ان علماء کی یہ رائے اجماع نہ کہلا سکتی۔ لیکن اب تو اس مسئلہ کا یہ حال ہے کہ گو اکثر علماء حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً آمد کے قائل رہے ہیں لیکن ایک گروہ مسلمانوں کا اس بات کا بھی قائل رہا ہے کہ ابنِ مریم کے نزول سے مراد یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السّلام حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا بروز ہوں گے۔ چنانچہ عبدالکریم صاحب صابری اپنی کتاب ''اقتباس الانوار'' میں لکھتے ہیں:۔

''رُوحانیتِ کُمّل گاہے برار باب ریاضت چناں تصرّف مے نمائد کہ فاعلِ افعالِ شاں مے گردووایں مرتبہ راصُوفیاء بروز مے گویند بعضے برآئند کہ رُوحِ عیسیٰ درمہدی بروز کندواز نزول عبارت ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لَا الْمَهْدِی اِلَّا عِیْسٰی۔''(ابن ماجہ)

(اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)

یعنی کاملین کی رُوحانیت کبھی ارباب ریاضت پر ایسا تصرّف کرتی ہے کہ وہ ان مرتاضین کے افعال کا فاعل بن جاتی ہے اور اس مرتبہ کے پانے کو صُوفیاء بروز قرار دیتے ہیں۔ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی رُوح مہدی میں بروز کرے گی اور نزولِ عیسیٰ سے مراد یہی بروز ہے مطابق اس حدیث کے کہ عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

امام سراج الدین ابن الوردی اپنی کتاب خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب کے صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں:۔

وَقَالَتْ فِرْقَةٌ مِنْ نُزُوْلِ عِیْسٰی خُرُوْجُ رَجُلٍ یَشْبَهُ عِیْسٰی فِی الْفَضْلِ وَالشَّرْفِ کَمَا یُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَیْرِ مَلَکٌ وَلِلشَّرِیْرِ شَیْطَانٌ تَشْبِیْهًا بِهِمَا وَلَا یُرَادُ الْاَعْیَانُ.

یعنی ایک گروہ نے کہا ہے کہ نزولِ عیسیٰؑ سے ایک ایسے آدمی کا ظہور مُراد ہے جو فضل وشرف میں حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہوگا۔ جیسے کہ ایک نیک آدمی کو فرشتہ کہہ دیتے ہیں اور شریر آدمی کو شیطان کہہ دیتے ہیں مگر اس سے فرشتہ اور شیطان کی ذات مراد نہیں ہوتی۔''

گو امام سراج الدین کا اپنا خیال یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نازل ہوں گے مگر آخر میں وہ واللہ اعلم کہہ کر اصل حقیقت کا علم خدا کے حوالے کرتے ہیں۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اصالتاً نازل ہونے کا عقیدہ اُمّت میں متفق علیہ عقیدہ نہیں رہا۔ اور اب امّت محمدیہ میں مسیح موعود کے ظہور نے واقعات کے ذریعہ پیشگوئی کی اصل حقیقت کھول دی ہے۔ لہذا اب حیاتِ مسیح علیہ السلام اور اُن کی اصالتاً آمد کے خیال پر اصرار کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور پہلے بزرگوں کے اسی عقیدہ سے حجّت پکڑنا اُنہیں ارباب من دون اللہ قرار دینے کے مترادف ہے۔ (اعاذنا اللہ منھا)

❁❁❁❁❁

احادیث نبویہ میں مسیح موعود کا نبیّ اللہ ہونا

احادیثِ نبویہ میں امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو نواس بن سمعان سے مروی ہے، چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے:۔

وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَصْحَابُهٗ .... فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى .... ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ.

(مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی السّاعۃ وذکر الدجّال)

ایک دوسری حدیث میں جو صحیح بخاری میں مروی ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ

(کتاب بدء الخلق)

کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

طبرانی کی ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اور رسُول قرار دے کر فرمایا ہے:۔

اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِی اُمَّتِیْ

کہ سُن لو وہ میری اُمّت میں میرا خلیفہ ہے۔

گویا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو ایک پہلو سے اُمّتی اور ایک پہلو سے نبی قرار دیا ہے۔ اور اپنا خلیفہ کہہ کر یہ بتا دیا ہے کہ وہ نبیٔ نائب اور رسُولِ نائب کی حیثیت رکھے گا۔

علمائے اُمّت کا عقیدہ

علمائے امّت کے ایک طبقہ نے ان احادیثِ نبویّہ سے مسیح کی اصالتاً آمد خیال کر کے مسیح موعود کو احادیث نبویہ کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی اور رسُول قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوگا۔ اُمّت کے لے حَکَم ہوگا۔ اُمّتیوں کی طرح خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھے گا۔ گویا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی اور اس طرح اُسے ایک جدید قسم کی نبوت حاصل ہوگی جو پہلے کسی نبی کو حاصِل نہیں ہوئی۔

پس مسیح موعود امّتی نبی کی آمد کو ائمہ دین اور علمائے اُمّت نے آیت **خاتم النبیّین**

اور لَا نبیَّ بَعْدِیْ وغیرہ انقطاع نبوت پر دلالت کرنے والی احادیث کے منافی نہیں سمجھا۔ بلکہ ایسی احادیث کی انہوں نے یہی توجیہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

چنانچہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

اَمَّا الْحَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ با طِلٌ وَلَا اَصْلَ لَهٗ نَعَمْ وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ.

(الاشاعة فی اشراط الساعة صفحہ ۲۴۶)

یعنی حدیث لا وحی بعد موتی باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں حدیث میں لا نبیّ بعدی کے الفاظ وارد ہیں۔ اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو ایسی شریعت لے کر آئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

اِسی طرح اقترابُ السّاعة میں لکھا ہے:۔

''حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِی بے اصل ہے۔ البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرعِ ناسخ نہیں لائے گا۔''

(اقتراب الساعة صفحہ ۱۶۲)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایسے نبی کا ظہور آیت خاتم النّبیّین

اورحدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے منافی نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع اور آپؐ کا اُمّتی ہو۔ اور شریعتِ محمدیّہ کے کسی حکم کو منسوخ نہ کرتا ہو بلکہ پُورے طور پر شریعتِ محمدیہ پر چلنے والا ہو۔

بعض علماء نے آیت خاتم النّبیّین کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ کوئی پہلا نبی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آ سکتا ہے لیکن نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ان لوگوں کی اس تاویل کا باعث صرف یہ امر تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالتاً آمد کے قائل تھے اور نہیں جانتے تھے کہ مسیح موعود تو امّتِ محمدیہ میں سے ہی پَیدا ہونے والا تھا۔ اگر ان لوگوں پر یہ انکشاف ہو چکا ہوتا کہ احادیث میں ابنِ مریم کے نزول سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اصالتاً آنا نہیں بلکہ یہ ابن مریم اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے جسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مثیل ہونے کی وجہ سے احادیثِ نبویّہ میں استعارہ کے طور پر ابنِ مریم یا عیسٰی کا نام دیا گیا ہے تو وہ کبھی ’’ **خاتم النبیّین** ‘‘ کی یہ تاویل نہ کرتے کہ کوئی ایسا نبی جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی ہو آئندہ پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہی جو مستقل نبی تھے، وہی اب اُمّتی نبی کی حیثیت میں آئیں گے۔ کیونکہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا۔

ہمیں اُن کا یہ بیان تو مسلّم ہے کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا۔ لیکن ایک مستقل نبی کا اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا ان کی مستقلہ نبوّت میں ایک تغیّر پیدا ہونے کی وجہ سے ایک نئی قسم کی نبوّت کے حدُوث (وجود میں آنے) کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ہر تغیّر حدُوث پر دلالت کرتا ہے۔ اِسی طرح اُصولاً انہوں نے تسلیم کرلیا ہے کہ ایک نئی قسم کی نبوّت کا حامل جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی ہو آنحضرت صلّی

اللہ علیہ وسلّم کے بعد آ سکتا ہے اور اس کا آنا نہ آیت خاتم النّبیّین کے منافی ہے اور نہ ان احادیث کے منافی ہے جو انقطاعِ نبوّت پر دلالت کرتی ہیں۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السّلام اصالتاً اُمّتی نبی کی حیثیت میں آئیں یا امتِ محمدیہ کا کوئی فرد اُمتی نبی کا مقام حاصِل کرے، اُصولی طور پر ایک نئ قسم کی نبوّت کے حدوث پر روشن دلیل ہے۔ جب ان علماء نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے وجود میں ایک نئ قسم کی نبوّت کا حدوث مان لیا تو اس نئ قسم کے نبی کا پَیدا ہو جانا بھی ممکن ثابت ہو گیا۔ کیونکہ اِس طرح آیت خاتم النّبیّین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی قسم کی احادیث جو انقطاعِ نبوّت پر دال ہیں کے منافی صرف تشریعی یا مستقلہ نبوّت قرار پائی نہ کہ ایسی نبوّت جس کا حامِل ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی۔

ہاں اُنہوں نے غور نہیں کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی مستقلہ نبوّت کے زوال پر اُمّتی نبی بنایا جانا اوّل تو ان کی نبوّت مستقلہ کے سلب کو مستلزم ہے جو ایک امر محال ہے۔ دوم وفات مسیح علیہ السّلام جو بنصوصِ صریحہ قرآنیہ وحدیثیہ ثابت ہے، حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً دُوسری آمد میں روک ہے لہذا احادیث میں موعود عیسٰی کوئی اُمّتی فرد ہی ہوسکتا ہے جسے مجاز اور استعارہ کے طور پر احادیث میں ابنِ مریم یا عیسٰی کا نام دیا گیا ہے۔

اگر چہ نواب صدیق حسن خان صاحب بحوالہ امام جلال الدین سیوطی یہ لکھتے ہیں:۔

مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِهٖ فَقَدْ كَفَرَ حَقًّا كَمَا صَرَّحَ بِهِ السُّيُوْطِيُّ.

(حُجَجُ الْكَرَامَة صفحہ ۴۳۱)

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام مسلُوب النبوّۃ ہو کر آئیں گے وہ کافر ہے جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔

فَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنْ كَانَ خَلِيْفَةً فِي الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فَهُوَ رَسُوْلٌ وَنَبِيٌّ كَرِيْمٌ عَلٰى حَالِهٖ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶)

یعنی حضرت عیسٰی علیہ السّلام اگر چہ اُمّتِ محمدیّہ میں خلیفہ ہیں مگر وُہ اپنے پہلے حال کے مطابق نبی اور رسُول بھی ہیں۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السّلام اصالتاً آئیں تو وہ علیٰ حالہٖ نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو مستقل نبی تھے اور مستقل نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنا آیت خاتم النّبیّین کے منافی ہے۔ لہذا جب یہ لوگ مانتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور اُمّتی ہوں گے تو اُن کی پہلی نبوّت مستقلہ میں انقلاب آجانے کی وجہ سے وہ علیٰ حالہٖ نبی تو نہ ہوئے۔ کیونکہ جب استقلال جاتا رہا جواُن کی نبوّت کو لازم تھا تو اس سے اُن کی نبوّت میں تغیّر لازم آیا۔ اور تغیّر حدُوث کو چاہتا ہے۔ لہذا نئی قسم کی نبوّت کا امکان لازم آیا۔ جس کا حامل ایک پہلو سے اُمّتی ہو اور ایک پہلو سے نبی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علمائے اُمّتِ محمدیہ جو حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً آمد کے قائل ہیں۔ نادانستہ دراصل وہ مسیح موعود کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نئی قسم کی نبوّت (یعنی اُمّتی نبوّت) کے حدوث ہی کے قائل ہیں۔ لیکن بعض کا یہ کہنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام علیٰ حالہٖ نبی ہوں گے اور اُن کی نبوّت مسلُوب نہ ہوگی اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ وہ مستقل نبی کی حیثیت ہی میں آئیں اور یہ امر تو آیت **خاتم النّبیّین** اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي وغیرہ کے صریح منافی ہونے کی وجہ سے محال ہے۔

پس جب علماء بھی دراصل حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو اُن کی آمد ثانی میں مستقل نبی قرار نہیں دیتے تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کے اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے کے ہی قائل ہیں۔

اوراس طرح یہ سب علماء جماعت احمدیہ سے متفق ہیں کہ مسیح موعود اُمّتی نبی ہوگا اور اُمّتی نبی کا آنا خاتم النّبیّین اورانقطاعِ نبوّت پر دلالت کرنے والی احادیث کے خلاف نہیں۔

اب ہر سلیم الفطرت یہ امر آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جماعتِ احمدیہ اور علمائے امّت میں مسیح موعود کی نبوّت کی قسم کے بارے میں اُصولی اتفاق ہے کہ وہ اُمّتی بھی ہوں گے اور نبی بھی۔ اور کہ اس قسم کے نبی کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ پس جماعتِ احمدیہ اور ان علماء میں صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ نہ کہ مسیح موعود کی قسمِ نبوّت میں۔ یہ علمائے اُمّت حضرت مسیح اسرائیلی کو اُمّت محمدیہ کا مسیح موعود قرار دیتے ہیں۔ اور جماعتِ احمدیہ احادیث نبویّہ کے الفاظ اِمَامُکُمْ مِنْکُم اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کے مطابق مسیح موعود کا اُمتِ محمدیہ میں سے پیدا ہونا یقین کرتی ہے۔

آیت خاتم النّبیّین میں ایک پیشگوئی

دراصل آیت خاتم النّبیّین ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اور علمائے اُمّت کو اُصولی طور پر اس کا یہ مفہوم مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبی یا مستقل نبی کا آنا تو آیت خاتم النّبیّین کے منافی ہے۔ لیکن اُمّتی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیّین کے منافی نہیں البتہ وہ اُمّتی نبی کے ظہور کو حضرت عیسٰی کے وجود میں منحصر سمجھتے ہیں۔ لیکن امّتی نبی کے ظہور کی پیشگوئی جو آیت خاتم النّبیّین میں مضمر ہے اس کی پُوری حقیقت مسیح موعود کے ظہور پر ہی کھل سکتی تھی۔ کیونکہ پیشگوئی کی اصل اور پُوری حقیقت پیشگوئی کے وقوع پر ہی کھلتی ہے اور پیشگوئی کے ظہُور سے پہلے علماء کی رائے اس بارہ میں حجّت شرعی قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ اُمور مستقبلہ میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

پس خدا تعالیٰ کے پیشگوئی پر مشتمل قول کا وہی مفہوم درست قرار دیا جا سکتا ہے جس کی اس کا فعل تائید کرے یا قبل از ظہور نصوصِ صریحہ کے قطعیہ اس کی تائید میں ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً دوبارہ آنا قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے اور اُن کی وفات قرآنی آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض وہ زندہ بھی ہوں تو اُن کا مستقلہ نبوّت کے ساتھ آنا کسی عالمِ دین کو بھی مسلّم نہیں۔ کیونکہ مستقلہ نبوّت ختمِ نبوّت کے منافی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا اُن کی پہلی نبوّت میں تغیّر ہونے کو مستلزم ہے۔ اور نئی قسم کی نبوّت کے حدوث پر روشن دلیل ہے۔ اور یہ امر پہلی نبوّت کے سلب کو مستلزم ہے جو محال ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کے بعد اصالتاً آنا کسی طرح بھی جائز نہیں بلکہ مستلزم محال ہونے کی وجہ سے محال ہے۔

آیت استخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اصالتاً آنے میں روک ہے

احادیثِ نبویہ مسیح موعود کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّتی اور آپؐ کا خلیفہ قرار دیتی ہیں۔ اور قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ کوئی پہلا نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آیت استخلاف میں فرمایا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(سُورہ نُور رع ۷ آیت ۵۶)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔

اِس آیت سے دو باتیں ثابت ہیں:۔

اوّل یہ کہ آئندہ خُلفاء اُن لوگوں میں سے ہوں گے جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجالائیں۔یعنی صرف اُمّتِ محمدیہ کے افراد ہی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خلافت ملنے کا وعدہ ہے

دوم یہ کہ ایسے خلفاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی پہلے خلیفہ کا مثیل ہوں۔

پس ان دونوں باتوں کی وجہ سے اُمّتِ محمدیہ کا کوئی فرد تو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ اور ان کا مثیل ہوکر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپؐ کا خلیفہ ہوسکتا ہے۔لیکن پہلے گزرے ہوئے خلفاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ہی مشبّہ ہوں اور خود ہی مُشَبّہ بہٖ۔اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہوں گے۔

اب دیکھئے یہ امر کیسا مضحکہ خیز ہے۔مگر مولوی خالد محمود صاحب یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خود ہی مُشبّہ ہوں گے اور خود ہی مشبّہ بہٖ۔حالانکہ مُشبّہ ہمیشہ مُشبّہ بہٖ کا غیر ہوتا ہے۔ جب یہ آیت بتا رہی ہے کہ مُشبّہ خلفاء اُمتِ محمدیہ کے افراد ہیں جو ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجالائیں گے۔اور مُشبّہ بہٖ اُمتِ محمدیہ سے پہلے گزرے ہوئے خلفاء ہیں تو پھر

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ہی الگ الگ جہتوں سے مُشبّہ اور مُشبّہ بہٖ قرار دینے کی کوشش بیسُود ہے۔ یہ بات مولوی خالد محمود صاحب کی درست نہیں ہوسکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام الگ الگ جہتوں سے مُشبّہ اور مُشبّہ بہٖ ہوں گے۔ کیونکہ یہ امر منطوق آیت کے صریح خلاف ہے آیت میں تو مُشبّہ اور مُشبّہ بہٖ خلفاء کو الگ الگ شخص قرار دیا گیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ ایک شخص ایک جہت سے مُشَبّہ ہوگا اور دُوسری جہت سے مُشَبّہ بہٖ کیونکہ ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو مُشَبّہ قرار دیا گیا ہے اور اُمّتِ محمدیہ سے پہلے گزرے ہوئے خلفاء کو مُشَبّہ بہٖ۔

مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت امام غزالیؒ پر افتراء

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھتے ہیں:۔

مَنْ اَنْکَرَ وُجُوْدَ اَبِیْ بَکْرٍ وَخِلَافَتِہٖ لَمْ یَلْزِمْ تَکْفِیْرُہٗ لِاَنَّہٗ لَیْسَ تَکْذِیْبًا فِیْ اَصْلٍ مِنْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ مِمَّا یَجِبُ التَّصْدِیْقُ بِہٖ بِخِلَافِ الْحَجِّ وَالصَّلٰوۃِ وَاَرْکَانِ الْاِسْلَامِ وَلَسْنَا نُکَفِّرُہٗ لِمُخَالَفَةِ الْاِجْمَاعِ فَاِنَّ لَنَانَظْرًا فِی تَکْفِیْرِ النَّظَامِ الْمُنْکِرِ لِاَصْلِ الْاِجْمَاعِ. لِاَنَّ الشُّبْهَةَ کَثِیْرَۃٌ فِی کَوْنِ الْاِجْمَاعِ حُجَّةً قاطِعَةً (الاقتصاد صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

یعنی جو شخص ابوبکر کے وجود اور اُن کی خلافت کا انکار کرے اس کی تکفیر لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ امر اُصولِ دین میں سے کوئی اصل نہیں ہے جن کی تصدیق واجب ہے بخلاف حج، نماز اور ارکانِ اسلام کے اور ہم ایسے شخص کی تکفیر اجماع کا مخالف ہونے کی بناء پر بھی نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں

نظّام کو کافر ٹھہرانے میں بھی اعتراض ہے جو سرے سے اجماع کے وجود کا ہی منکر ہے۔ کیونکہ اجماع کے قطعی حُجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔

مگر اس کے برخلاف مولوی خالد محمود صاحب امام غزالی علیہ الرحمۃ پر یہ افتراء کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''حجۃ الاسلام امام غزالی لفظ خاتم النّبیین کے متعلق **الاقتصاد** میں ارشاد فرماتے ہیں **اِنَّ الْاُمَّۃَ فَھِمَتْ بِالْاِجْمَاعِ مِنْ ھٰذِہٖ وَمِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِہٖ اَنَّہٗ اَفْھَمَ عَدْمَ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ اَبَدًا وَعَدْمَ رَسُوْلٍ بَعْدَہٗ اَبَدًا وَاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَاْوِیْلٌ وَتَخْصِیْصٌ** (الاقتصاد صفحہ ۱۴۶)''

مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت کو غلط طور پر امام غزالی علیہ الرحمۃ کا قول قرار دیتے ہوئے اس عبارت کا ترجمہ یہ لکھا ہے:۔

''اُمّت نے اس لفظ **خاتم النّبیین** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احوال وقرائن سے اجماعی طور پر یہی سمجھا ہے کہ حضور نے یہی سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسُول۔ اس مسئلہ ختم نبوّت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی قسم کی کوئی تخصیص ہے۔''

(عقیدۃ الاُمّۃ صفحہ ۱۴، ۱۵)

یہ قول امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد قرار دے کر مولوی خالد محمود صاحب یہ تأثّر دینا چاہتے ہیں کہ امام غزالی اپنی طرف سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول کی آمد کا عقیدہ چونکہ اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے اس لئے کُفر ہے۔ حالانکہ یہ قول

امام غزالی علیہ الرحمۃ دُوسروں کا نقل کر رہے ہیں اور خود اس جگہ اس عبارت سے پہلے یہ لکھ رہے ہیں کہ نبی اور رسُول کا آنا چونکہ عقلاً محال نہیں [۱] اور آیت **خاتم النّبیین** اور حدیث **لا نبیّ بعدی** کی تاویل سے نبی اور رسُول کی آمد کا قائل عاجز نہیں [۲] ہوگا لہٰذا ایسے شخص کی تردید میں صرف یہ بات رہ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اور اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہوسکتی۔ اور زیادہ سے زیادہ اُسے اجماع کا منکر کہا جا سکتا ہے۔ یعنی نصّ خاتم النبیین کا منکر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ امام غزالی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک اجماع حجت قاطعہ ہی نہیں۔ ان کے نزدیک اجماع کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ اور وہ نظّام معتزلی کو بھی جو سرے سے اجماع کے وجود کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتے۔

پس امام موصوف اس مقام پر تکفیر میں توقف نہ کرنے اور فوراً ماٴ ول کو کافر قرار دینے کے رجحان کو دُور کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو جو **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ** کے قائل ہوں، کافر قرار دینے کا رجحان مٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کے فرقوں معتزلہ اور مشبّہہ کو تاویل کی وجہ سے کافر نہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وَدَلِیْلُ الْمَنْعِ مِنْ تَکْفِیْرِھِمْ اَنَّ الثَّابِتَ عِنْدَنَا بِالنَّصِّ تَکْفِیْرُ الْمُکَذِّبِ لِلرَّسُوْلِ وَھٰؤُلَاءِ لَیْسُوْا مُکَذِّبِیْنَ اَصْلًا وَلَمْ یُثْبِتْ لَنَا

حاشیہ [۱]:۔ **فَاِنَّ الْعَقْلَ لَا یُحِیْلُہٗ** (اقتصاد صفحہ ۱۱۳)

حاشیہ [۲]:۔ **فلا یعجز ھذا القائل عن تاویلہ خاتم النبیین** (الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

اَنَّ الْخَطَاءَ فِی التَّاوِیْلِ مُوْجِبٌ لِلتَّکْفِیْرِ فَلَا بُدَّ مِنْ دَلِیْلٍ عَلَیْهِ وَثَبَتَ اَنَّ الْعَصْمَةَ مُسْتَفَادَةٌ مِنْ قَوْلِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَطْعًا فَلَا یُدْفَعُ ذٰلِکَ اِلَّا بِقَاطِعٍ وَھٰذَا الْقَدْرُ کَافٍ فِی التَّنْبِیْهِ عَلٰی اَنَّ اِسْرَافَ مَنْ بَالَغَ فِی التَّکْفِیْرِ لَیْسَ عَنْ بُرْھَانٍ فَاِنَّ الْبُرْھَانَ اِمَّا اَصْلٌ اَوْقِیَاسٌ عَلَی الْاَصْلِ وَالْاَصْلُ ھُوَ التَّکْذِیْبُ الصَّرِیْحُ وَمَنْ لَیْسَ بِمُکَذِّبٍ فَلَیْسَ فِیْ مَعْنَی الْمُکَذِّبِ اَصْلًا فَیَبْقٰی تَحْتَ عُمُوْمِ الْعَصْمَةِ بِکَلِمَة الشَّھَادَةِ

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۲)

یعنی اس امر کی دلیل کہ اُنہیں کافرنہیں کہنا چاہئیے یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نصّ (شرعی) سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جھٹلانے والا ہو وہ کافر ہوتا ہے۔ اور یہ فرقے (معتزلہ ومشبھہ) ہرگز رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذّب نہیں۔ **اور ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ تاویل میں غلطی کھانا موجبِ تکفیر ہے۔** اور یہ امر ثابت شُدہ ہے کہ کلمہ طیّبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انسان کو جان و مال کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہ ہو یہ حفاظت قائم رہے گی۔ اور ہمارا اس قدر کہنا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ تکفیر میں حدّ سے تجاوز کرنے والے کا فعل کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ دلیل یا اصلی ہوگی یا کسی اصل پر قیاس ہوگی۔ اور اصل اس بارہ میں صریح تکذیب (رسُول) ہے۔ اور جو مکذّب نہ ہو وہ مکذّب کے معنوں (حکم)

میں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا کلمہ شہادت کی وجہ سے ایسے شخص کو عام عصمت حاصل ہوگی یعنی اُسے کافر قرار دینا جائز نہ ہوگا۔

اس کے بعد اُنہوں نے خاتم النبیین کی نصّ کی بعض رکیک تاویلات کرنے والے کا ذکر کیا ہے۔ اور آگے چل کر اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ عقلاً نبی کا آنا محال نہیں اور آیت خاتم النّبیین کی تاویل سے یہ شخص عاجز نہ ہوگا۔ اس لئے فرماتے ہیں:۔

”لَا یُمْکِنُ اَنْ نَدَّعِیَ اِسْتِحَالَتَهٗ مِنْ حَیْثُ مُجَرَّدِ اللَّفْظِ فَاِنَّا فِیْ تَاوِیْلِ ظَوَاهِرِ التَّشْبِیْهِ قَضَیْنَا بِاِحْتِمَالَاتٍ اَبْعَدَ مِنْ هٰذِهٖ وَلَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ مُبْطِلاً لِلنُّصُوْصِ“

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

یعنی ہم خاتم النّبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ کی ایسی تاویلات کے محال ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ ہم نے ظواہر تشبیہہ (متشابہات) میں اس شخص کے احتمالات (تاویلات) سے بھی بہت دُور کے احتمالات سے فیصلہ دیا ہے اور ایسا شخص نصوص کو باطل کرنے والا قرار نہیں دیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام موصوف خَاتَمُ النَّبِیّیْن اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی بعض رکیک تاویلات کرنے والے کی تکفیر میں بھی توقّف کو ضروری قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور ایسے شخص کی تکفیر میں وہ عدم توقف کو جائز نہیں رکھتے مگر مولوی خالد محمود صاحب امام غزالیؒ کی اس سے پہلی عبارت کو سیاق کے خلاف اپنے مَن گھڑت معنی دے کر امام غزالیؒ کی طرف یہ منسُوب کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خاتم النّبیین اور لانبیّ بعدی کی تاویل کرنے والے کو بلا توقف کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پہلی عبارت میں تکفیر میں جلد بازی سے منع فرما رہے

ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے:۔

لَوْفُتِحَ ھٰذَا الْبَابُ لَجَرَّ اِلٰی اُمُوْرٍ شَنِیْعَۃٍ وَھُوَ اَنَّ قَائِلاً لَوْقَالَ یَجُوْزُاَنْ یُّبْعَثَ رَسُوْلٌ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُبْعَدُ التَّوَقُّفُ فِیْ تَکْفِیْرِہٖ۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

صحیح مفہوم اس عبارت کا سیاق کلام کے مطابق یہ ہے کہ:

اگر ہم تکفیر کا دروازہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والے کے لئے بھی اجماع کا منکر ہونے کی بناء پر) کھول دیں تو اس سے کئی اُمور شنیعہ پیدا ہوں گے۔ مثلاً ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ یہ امر جائز ہے کہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسُول ہوسکتا ہے اس کو کافر کہنے میں توقّف نہ ہوگا۔ (یعنی وہ فوراً کافر قرار دے دیا جائے گا)

حالانکہ امام موصوف تکفیر میں جلد بازی کے رجحان کو اس سے پہلی عبارت کے ذریعہ مٹانا چاہتے ہیں اور اجماع کو بھی حجتِ قاطعہ نہیں سمجھتے۔ اور اس سے انکار کو تکفیر کا موجب نہیں جانتے۔ مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ منشائے متکلّم کے بالکل اُلٹ یہ کر دیا ہے:۔

اگر محض اقرار کلمۂ اسلام کی بناء پر تکفیر کو روک لیا جائے تو اس سے بہت سے اُمورِ شنیعہ کا دروازہ کھُل جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی شخص کو نبوّت مِل سکتی ہے **تو اُس کی تکفیر میں توقّف کرنا تو ہرگز جائز نہ ہوگا۔**

جن الفاظ کو ہم نے جلی لکھا ہے وہ ہرگز مندرجہ بالا عربی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں۔ خالد محمود صاحب کا یہ ترجمہ تو امام موصوف کے سارے پچھلے بیان کے صریح برعکس ہے۔ اور سیاق کلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ کیونکہ امام موصوف تو تکفیر کا رجحان مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر اپنے ترجمہ سے مولوی خالد محمود صاحب نے امام موصوف کے اس مضمون کی رُوح کو ہی کُچل کر رکھ دیا ہے۔ امام موصوف تو تکفیر کے رُجحان کو دُور کرنے کے لئے نصّ کو مان کر اس کی تاویل کرنے والوں کی تکفیر میں توقف کا سبق دے رہے ہیں۔ اور مولوی خالد محمود صاحب اس کے برعکس امام صاحب کی طرف یہ امر منسُوب کر رہے ہیں کہ نصّ خاتم النّبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کو مان کر اُس کی تاویل کرنے والوں کو امام موصوف نے اس عبارت میں بلا تاخیر و توقف کافر قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف تو یہ بتا رہے ہیں کہ کلمۂ شہادت تکفیر میں توقف کا قطعی موجب ہے۔ اور تاویل کرنے والوں کو کافر نہ قرار دینے کے متعلق ایک روشن دلیل ہے۔ اور اجماع حجتِ قاطعہ نہیں۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب، امام موصوف کی طرف یہ منسُوب کر رہے ہیں کہ گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کلمۂ شہادت کہنے والے کو کُفر کے فتویٰ سے محفوظ قرار دے دیا جائے تو اس سے بہت سے اُمورِ شنیعہ پیدا ہوتے ہیں حالانکہ امام موصوف کی مراد اس سے بالکل برعکس ہے۔ وُہ کلمۂ شہادت کو کافر نہ قرار دینے کی دلیل بیان کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اگر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے اور لا الٰہ الّا اللّٰہ کے ذریعہ اقرارِ اسلام کو تکفیر میں توقف کی دلیل نہ سمجھا جائے اور اجماع کو حجتِ قاطعہ سمجھا جائے تو اس سے بہت سے اُمورِ شنیعہ یعنی مفاسد پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ چنانچہ اگر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر تو خاتم النّبیین اور لَا نبیَّ بعدی کی تاویل کرنے والے کی تکفیر میں توقّف نہ کیا جائے گا۔ حالانکہ صحیح مذہب یہ

ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر قرار نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ صاف لکھ چکے ہیں:۔

لَمْ يَثْبُتْ لَنَا اَنَّ الْخَطَأَ فِى التَّاوِيْلِ مُوْجِبٌ لِلتَّكْفِيْرِ

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۲)

کہ یہ بات ہم پر ثابت نہیں ہوئی کہ تاویل میں غلطی کرنا تکفیر کا مُوجب ہے۔

اور اجماع کے متعلق بھی وہ صاف لکھ چکے ہیں:۔

لِاَنَّ الشُّبْهَةَ كَثِيْرَةٌ فِى كَوْنِ الْاِجْمَاعِ حُجَّةً قَاطِعَةً.

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

یعنی اجماع کے قطعی حُجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔

اِسی لئے وہ نظّام معتزلی کو جو سرے سے اجماع کے وجود ہی کا منکر ہے کافر قرار نہیں دیتے۔

مولوی خالد محمود صاحب تو امام غزالیؒ کی زیرِ بحث عبارت کا مطلب ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ امام غزالیؒ آیت **خاتم النّبیین** اور حدیث **لَا نبیّ بعدی** کی تاویل کرنے والے کو بلاتوقف کافر قرار دیتے ہیں۔ اور ہم نے یہ بتایا ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اُن کی عبارت کے ترجمہ کو بگاڑ کر اُن کے مقصد کے صریح خلاف یہ غلط بات منسوب کر رہے ہیں کہ امام موصوف **خاتم النّبیین** اور **لَا نبیّ بعدی** کی تاویل کرنے والے کی تکفیر کے حامی ہیں۔

دیکھئے علّامہ قرطبی نے بھی جو تکفیر میں متشدّد ہیں امام غزالیؒ کے کلام سے یہی سمجھا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اِسی لئے وہ **خاتم النّبیین** کی تاویل کرنے والے کو کافر قرار نہ دینے پر ختمِ نبوّت کے عقیدہ کو مشوش کرنے کی راہ نکالنے والا قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ امام غزالیؒ کی اس تحریر کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" وَمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَهٰذَا الْمَعْنٰى فِيْ كِتَابِهِ الَّذِيْ سَمَّاهُ بِالْاِقْتِصَادِ اِلْحَادٌ عِنْدِيْ وَتَطَرّقٌ خَبِيْثٌ اِلٰى تَشْوِيْشِ عَقِيْدَةِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ خَتْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنُّبُوَّةِ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْهُ. "

(تفسیر قرطبی جزو۱۴ صفحہ۱۹۶۔۱۹۷)

یعنی آیت خاتم النبیین کے متعلق جو معنی غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں بیان کئے ہیں وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارہ میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنے کے لئے ایک خبیث راہ نکال رہے ہیں۔اس سے بچ کر رہنا چاہئیے۔

اب مولوی خالد محمود صاحب بتائیں کہ امام غزالیؒ کی ختم نبوت کی تاویل کے متعلق زیرِ بحث عبارت کو آپ صحیح سمجھے ہیں یا امام قرطبی جو اِس عبارت کی وجہ سے امام غزالیؒ کو الحاد کا الزام دے رہے ہیں۔اور اس کا مفہوم مولوی خالد محمود صاحب کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف جانتے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب سے دو ضروری سوال،

(۱) مولوی خالد محمود صاحب! جب آپ اور دیگر علمائے ملّت حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا تسلیم کرتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین بمعنی مطلق آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔کیونکہ آپ کے عقیدے کے رُو سے تو آخری نبی ایک لحاظ سے حضرت

عیسٰی علیہ السّلام قرار پاتے ہیں۔ پس جب آپ لوگ اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنا مانتے ہیں تو اس لحاظ سے آپ لوگ کس طرح آیت **خاتم النّبیین** کے معنی آخری نبی میں تاویل و تخصیص کے قائل نہیں۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو آپ لوگ ایک خاص قسم کا آخری نبی قرار دے رہے ہیں نہ علی الاطلاق ہر لحاظ سے آخری نبی؟

آپ کے اس عقیدہ سے تو ظاہر ہے کہ آپ لوگ **خاتم النبیین** کے معنی مطلق آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ پیدا ہونے میں آخری نبی قرار دے کر تاویل و تخصیص کے قائل ہیں۔

(۲) پھر آپ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا مان کر حدیث **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** اور حدیث **اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ** کی تاویل بھی کر رہے ہیں اور تخصیص بھی کیونکہ آپ ان حدیثوں کو مخصوص بالبعض قرار دے رہے ہیں نہ کہ اپنے مفہوم میں عام۔ حالانکہ ان حدیثوں میں بظاہر عموم ہے۔ اور ان میں بظاہر مطلق نبی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے کی نفی ہے۔

جب ان حدیثوں کی موجودگی میں آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے نبی کی حیثیت میں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے کا بدیں وجہ جواز نکال رہے ہیں کہ وہ آمدِ ثانی پر آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کے ماتحت اُمّتی نبی کی حیثیت میں ہوں گے تو پھر آپ لوگوں کو اپنے اس مخصوص عقیدہ کی موجودگی میں یہ کہنے کا حق کیسے حاصل ہے کہ اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور آیت **خاتم النّبیین** اور حدیث **لَا نبیّ بعدی** میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں بلکہ یہ اپنے مفہوم میں عام ہیں؟

ہاں ہم احمدی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النبیین میں کسی تاویل و تخصیص کے قائل نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک آیت خاتم النّبیین کا اصل اور حقیقی مفہوم خاتمیتِ مرتبی ہے۔جس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ سے مقامِ نبوّت بھی مل سکتا ہے۔ اور خاتمیت مرتبی کے مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری تشریعی اور آخری مستقل نبی ہونا لازم ہے۔گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ہاں آپؐ کے فیض سے آپؐ کا اُمّتی مقامِ نبوّت پا سکتا ہے۔اور وہ ایک پہلو سے اُمّتی ہوگا،اور ایک پہلو سے نبی۔اور اس کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ نبوّت کی ایک تجلّی ہوگی۔اور وہ آپ کا کامل ظِلّ ہوگا۔اور وہ مستقل نبی نہیں ہوگا۔بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہوگا۔دیکھ لیجئے خاتم النّبیّین کے ان حقیقی لغوی معنیٰ کے رُو سے ہم آیت خاتم النّبیّین میں کسی تاویل اور تخصیص کے قائل نہیں۔

البتہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی اور حدیث اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ میں تاویل و تخصیص کے مولوی خالد محمود صاحب اور اُن کے ہم خیال بھی قائل ہیں اور ہم بھی قائل ہیں۔پس مولوی خالد محمود صاحب کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ وہ ہمارے خاتم النّبیین کے معنوں میں تاویل و تخصیص کے قائل نہ ہونے کے باوجود ہم پر تو کُفر والحاد کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور خود آیت خاتم النّبیین کے یہ معنی لے کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔آیت خاتم النّبیین کی تاویل بھی کرتے ہیں اور اس کے معنوں میں تخصیص کے بھی قائل ہیں اور تاویل و تخصیص کی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی کی حیثیت میں آنا مانتے ہیں،وہ پکّے مسلمان ہیں۔

امام غزالیؒ کے بعد مولوی خالد محمود صاحب نے علّامہ قاضی عیاز کا یہ قول ''شفاء'' سے نقل کیا ہے:۔

''لِاَنَّہٗ اَخْبَرَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنَّہٗ خَاتَمُ النَبِییْنَ وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی حَمْلِ ھٰذَاا لْکَلَامِ عَلٰی ظَاھِرِہٖ وَاَنَّ مَفْھُوْمَہُ الْمُرَادَبِہٖ دُوْنَ تَاْوِیْلٍ وَ تَخْصِیْصٍ فَلَا شَکَّ فِیْ کُفْرِ ھٰؤُ لَاءِ الطَّوَائِفِ کُلِّھَا قَطْعًا اجْمَا عًا سَمْعًا۔''

(شفاء صفحہ۳۶۲۔عقیدۃ الامّۃ صفحہ۱۶)

اور ترجمہ اس قول کا یہ کیا ہے:۔

اِس لئے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ آپؐ خاتم النّبیّین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (پیدا نہیں ہوگا کا لفظ مولوی خالد محمود صاحب نے لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے الفاظ کی تاویل میں اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ناقل) اور خدا کی طرف سے بھی حضور نے یہی بتلایا ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔اور امّت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں بغیر کسی تاویل وتخصیص کے مُراد ہے۔پس ان لوگوں کے کُفر میں قطعًا کوئی شک نہیں جو اس معنی کا انکار کریں۔

(عقیدۃ الامۃ صفحہ۱۶۔۱۷)

قاضی عیاض صاحب تو زندہ موجود نہیں ورنہ ہم اُن سے دریافت کرتے کہ اُن کے

نزدیک **خاتم النّبیین** کے ظاہری معنی کیا ہیں۔اوران معنوں کی موجودگی میں وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی آمدِ ثانی کو تسلیم کرتے ہوئے **خاتم النّبیین** کے ظاہری معنوں میں کس طرح تاویل وتخصیص کے قائل نہیں۔اب تو مولوی خالد محمود صاحب ہی اُن کی طرف سے وکیل ہیں۔لہذا وہی ہمارے سوال کا جواب دیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہونے کی صورت میں وہ کس طرح آیت **خاتم النّبیین** میں تاویل وتخصیص کے قائل نہیں؟ جبکہ مولوی خالد محمود صاحب ان کی طرف **خاتم النّبیین** کے یہ معنی منسوب کررہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔اورآپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ان معنوں کے رُو سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی ثابت نہیں ہوتے۔کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی تو آخری نبی کی ایک مقیّد اور مخصوص صورت قرار پاتی ہے۔اوراس طرح مطلق آخری نبی معنٰی کر کے ان میں تاویل و تخصیص کا قائل ہونا ہے۔

آیت خاتم النّبیّین کے حقیقی بِلا تاویل وتخصیص معنی

مَیں بتا چکا ہوں کہ آیت خاتم النّبیّین کے معنی مطلق آخری نبی نہ ہم مانتے ہیں نہ خالد محمود صاحب اور نہ دوسرے علمائے اُمّت ۔ کیونکہ ہم اور دوسرے علمائے امّت سب مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی نبی کی حیثیت میں مانتے ہیں۔اورہم میں اوراُن میں اختلاف ہے تو صرف مسیح موعُود کی شخصیّت کی تعیین میں ہے نہ کہ اُس کے امّتی نبی ہونے کی حیثیت میں۔اگر خاتم النّبیّین کے معنی مطلق آخری نبی کئے جائیں تو پھران علماء کو مسیح موعود کو اُمّتی نبی ماننے کی صورت میں بلا شبہ خاتم النّبیّین کے معنوں میں تاویل و

تخصیص کا قائل ہونا پڑے گا۔

علاوہ ازیں **خاتم النبیّین** کے معنی مطلق آخری نبی بھی دراصل حقیقی معنی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ مجازی معنی ہوں گے اور مجازی معنی حقیقی معنوں کے مقابل تاویلی معنی ہی ہوتے ہیں۔ **خاتم النبیین** کے حقیقی معنی تو نبوّت میں مؤثر وجود کے ہیں۔ **خاتم النبیین** کے یہی حقیقی معنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"**جیسے خاتم بفتح تاء کا اثر مختوم علیہ میں ہوتا ہے۔ ایسے موصوف بالذّات** (یعنی خاتم النّبیّین) **کا اثر موصوف بالعرض** (دُوسرے انبیاء۔ ناقل) **میں ہوگا۔**

حاصل مطلب آیت کریمہ (ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین. ناقل) اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوّتِ معروفہ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو کسی مرد کی نسبت حاصِل نہیں پر ابوّتِ معنوی اُمتیوں کی نسبت بھی حاصِل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصِل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط آیت خاتم النّبیّین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض اور موصوف بالعرض موصوف بالذّات کی فرع ہوتے ہیں۔ اور موصوف بالذّات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی نسل.........اور اُمتیوں کی نسبت لفظ رسول اللّٰہ میں غور کیجئے۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پس مولانا موصوف کے نزدیک **خاتم النبیین** کے معنی نبیوں کے لئے نبوّت

پانے میں مؤثر وجود کے ہیں۔اور یہی خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں۔جواَے مولوی خالدمحمود صاحب آپ کو بھی مسلّم ہیں۔اور آپ ان معنوں کو خاتمیت مرتبی کہہ کر اسلامی عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

''اسلامی عقیدہ ختم نبوت ہر دوصورتوں کا مطالبہ کرتا تھا کہ ختم نبوّت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوّت مرتبی کو بھی اپنی جگہ تسلیم کیا جائے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۵۸)

یہ ظاہر ہے کہ خاتمیت مرتبی کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی جسمانی ولادت سے پہلے بھی حاصل تھا جس کی تاثیر سے بقول مولانا محمد قاسم صاحب تمام انبیائے سابقین کا ظہور ہوا۔اور خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسمانی ظہور پر لازم اور لاحق ہوئی۔وہ بھی اس مفہوم میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور اتم واکمل شریعت لانے کی وجہ سے آخری شارع نبی ہیں اور آپؐ کے بعد اُمّتی نبی کے ظہور میں آپ کی خاتمیت زمانی روک نہیں۔کیونکہ خاتمیت مرتبی کے اثر سے آپ کے بعد آئندہ امّتی نبی پیدا ہوسکتا ہے۔اور اگر آپؐ کی خاتمیتِ زمانی کا یہ مفہوم لیا جائے کہ اس کے اثر سے آئندہ نبی پیدا نہیں ہوسکتا تو خاتمیتِ زمانی کا خاتمیت مرتبی سے تضاد پیدا ہو جائے گا۔اور مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ جیسا جیّد عالم دو متضاد اور متناقض معنے خاتم النّبیین کے قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وجود مبارک میں اجتماعِ النّقیضین پایا جانے کا قائل نہیں ہو سکتا۔کیونکہ اجتماع النّقیضین محال ہے۔اور مولانا محمد قاسم صاحب نے خاتمیت مرتبی سے خاتمیت زمانی کا لزوم قرار دیا ہے۔اور دو متناقض اور متضاد معنوں میں لزوم پایا نہیں جا سکتا۔ حالانکہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں خاتمیت

مرتبی سے خاتمیت زمانی کے لزُوم کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایسے ہی ختمِ نبوّت بمعنی معروض (خاتمیت مرتبی۔ ناقلؔ) کو تاخّر زمانی (خاتمیت زمانی۔ ناقلؔ) لازم ہے۔''

پس چونکہ دو متضاد یا متناقض امور میں لزُوم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا خاتمیت زمانی علی الاطلاق خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی آئندہ نبی پیدا ہوسکنے کو چاہتی ہے اور خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق آئندہ نبی پیدا نہ ہوسکنے کو چاہتی ہے۔ پس مولانا صاحب کے مدِّ نظر خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظہور پر آخری شارع نبی ہیں۔ خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم لینے سے مسیح موعود کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی قرار دیا جاسکتا ہے۔ خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم خاتمیت مرتبی کے ساتھ بطور لازم المعنی کے جمع ہوسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں خاتمیت مرتبی کی تاثیر افاضۂ نبوّت بھی قائم رہتی ہے۔ اور خاتمیتِ زمانی کے انقطاع کی تاثیر بھی ان معنوں کے ساتھ قائم رہتی ہے اور جمع ہوسکتی ہے۔ اور خاتمیت مرتبی سے خاتمیتِ زمانی کا لزوم متصور ہوسکتا ہے۔

اگر خاتمیتِ زمانی کا یہ مفہوم لیا جائے کہ آئندہ کسی قسم کا کوئی نبی حتّٰی کہ اُمّتی نبی بھی پیدا نہیں ہوسکتا تو یہ مفہوم خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر کو منقطع قرار دیتا ہے **اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النّبیین نہیں رہتے**۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائمی خاتم النّبیین ہیں اور خاتمیت مرتبی خاتم النّبیین کے اصل حقیقی اور مقدم معنے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی ظہور سے پہلے مؤثر چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ان معنوں کے ساتھ خاتمیتِ زمانی

کے بعد میں لاحق ہونے کی تاثیر ایسی قرار نہیں دی جاسکتی جس سے خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر کا جو خاتم النبیین کے اصل اور حقیقی اور مقدم معنی ہیں آئندہ کے لئے منقطع ہو جانا لازم آئے۔ کیونکہ اگر اصل وصف قائم نہ رہے تو اس سے لازم المعنی کا لزوم کیسے ہوسکتا ہے۔ ملزوم کے منتفی ہو جانے سے تو لازم کا انتفاء لازم آتا ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے:۔

''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوّت لیجئے جیسا کہ اِس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسُول اللہ صلی علیہ وسلّم کے اَور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں مماثلِ نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں انبیاء کے افرادِ خارجی (انبیائے سابقین۔ ناقل) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی **افرادِ مقدّرہ** (جن کا آئندہ آنا تجویز کیا جائے۔ ناقل) پر **بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔**'' (تحذیر النّاس صفحہ ۲۸)

مولانا موصوف کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ واضح رہے کہ ''خاتمیت محمدی'' ''خاتمیت مرتبی'' اور ''خاتمیت زمانی'' دونوں پر مشتمل اور ان کی جامعہ ہے۔ اور خاتمیت مرتبی بقول مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ خاتمیت زمانی کا ملزوم ہے۔ اور چونکہ خاتمیتِ زمانی خاتمیت مرتبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی ظہور پر لاحق ہو کر لازم ہوئی ہے۔ لہذا خاتمیتِ زمانی، خاتمیت مرتبی کی آئندہ افاضہ نبوت

کی تاثیر ظاہر ہونے میں علی الاطلاق مانع نہیں ہوسکتی بلکہ بعض قیود کے ساتھ ہی مانع ہوسکتی ہے۔ ورنہ دونوں قسم کی خاتمیت میں تناقض تسلیم کرنا پڑے گا۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تشریعی نبی ہیں اس لئے خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم خاتمیت مرتبی کو لازم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں۔ کیونکہ خاتمیت زمانی اسی مفہوم میں خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے۔ خاتمیت مرتبی کا مفہوم ہی افضلیت کو چاہتا ہے اور خاتمیت زمانی مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک افضلیت کونہیں چاہتی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم اور تاخّر زمانی میں (یعنی اوّل ہونے یا آخر ہونے میں۔ ناقل) بالذّات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا۔"

(تحذیر النّاس صفحہ ۳)

اور مناظرہ عجیبہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"تاخّر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیت کو مستلزم نہیں افضلیت سے اس کو بالذّات کچھ علاقہ نہیں"

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۹)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو خاتمیتِ زمانی یا اوّلیتِ زمانی میں کچھ کمال نہیں۔ ورنہ زمانہ سے

افضلیت کا استفاضہ ماننا پڑے گا...............ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ زمین
وزمان کون ومکان تو آپ سے مشرف ہے۔آپ کو ان سے شرف نہیں''

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۹۸)

پس جب تک خاتمیت زمانی کے ساتھ اُس کے ملزوم خاتمیت مرتبی کی تاثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی کے پَیدا ہونے میں مؤثر قرار نہ دی جائے نہ آپ خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النّبیین رہتے ہیں نہ آپ کا دائمی طور پر بالذّات افضل الانبیاء ہونا قائم رہتا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اعتراض

مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ خاتمیت زمانی کو خاتمیت مرتبی کا لازم قرار دیتے ہیں اور مولوی خالد محمود صاحب مولانا موصوف کی عبارت

''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی
خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا''

سے پہلی عبارت پیش کرنے کے بعد معترض ہیں کہ

''اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں اور اسے
ختم نبوّتِ زمانی کا بیان ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ختم
نبوّتِ زمانی اپنی جگہ مستقل حقیقت ہے جس پر ایمان لائے بغیر فقط ختم
نبوّت مرتبی پر ایمان لانا ہرگز کافی نہیں۔''

(عقیدۃ الامہ)

الجواب:۔ مولوی خالد محمود صاحب کا یہ اعتراض درست نہیں۔ ہم لوگ اس عبارت کے الفاظ ''خاتمیت محمدی'' کو خاتمیتِ زمانی پر بھی مشتمل جانتے ہیں۔ اور خاتمیتِ مرتبی پر بھی۔ کیونکہ خاتمیتِ محمدی دونوں قسم کی خاتمیت کی جامع ہے۔ ہم خاتمیت محمدی کے الفاظ سے صرف خاتمیتِ زمانی ہی مراد نہیں لیتے۔ بیشک آئندہ نبی تو خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے ہی پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک آئندہ خاتمیت مرتبی کی تاثیر میں خاتمیت زمانی علےالاطلاق مانع نہیں۔ تبھی تو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ

بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی **خاتمیتِ محمّدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا**

مولوی خالد محمود صاحب! خاتمیتِ محمّدی صرف خاتمیت مرتبی ہی کا نام نہیں بلکہ خاتمیّتِ محمّدی خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں قسم کی خاتمیت پائی جاتی ہے۔ پس خاتمیّتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر میں علی الاطلاق مانع نہیں ہوسکتی۔ صرف بعض قیود کے ساتھ ہی مانع ہوسکتی ہے۔ پس خاتمیتِ زمانی سے انقطاع کی تاثیر ایسی ہی ماننی پڑے گی جو خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر میں مانع نہ ہو۔ اور خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی میں تضاد و تناقض پیدا نہ ہو۔ ورنہ خاتم النبیین کے دو متضاد اور متناقض معنوں کا بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع ہونا لازم آئے گا۔ اور اجتماع النّقیضین اور اجتماع الضِدّین تو ایک محال امر ہے۔ اور یہ آپ کہہ نہیں سکتے کہ اب خاتمیتِ مرتبی قائم نہیں رہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی ظہور پر محض خاتمیتِ زمانی ہی سے متّصف ہیں۔ کیونکہ خاتمیت زمانی مولانا موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی کو لازم ہے۔ اور ملزوم وصف اگر قائم نہ رہے تو

لازم کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ پس اس صُورت میں تو خاتمیتِ مرتبی کے انتفاء کو خاتمیتِ زمانی کا انتفاء لازم آئے گا۔ اور نہ خاتمیتِ مرتبی کا وصف قائم رہے گا نہ خاتمیت زمانی کا وصف۔ فتدبّر۔

مولوی خالد محمود صاحب نے خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ خاتمیتِ زمانی کا لزوم مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے مسلّم دکھانے کے متعلق اُن کی جو عبارت خود مختصر کر کے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۶۱ پر پیش کی ہے۔ اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تاخّر زمانی کو ایسے معنوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کا خاتمیت مرتبی کے معنوں سے تضاد پایا جائے۔ چونکہ اس سے اجتماعِ النّقیضین اور اجتماع الضدّین لازم آتا ہے اس لئے خاتم النبیّین کے دو متضاد اور متناقض معنی کو مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع قرار نہیں دے سکتے۔ لہذا حضرت مولانا موصُوف کی مراد اِس عبارت میں یہی ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ پس خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے آئندہ اُمّتی نبی کا پیدا ہونا نہ خاتمیتِ مرتبی کے منافی ہے نہ خاتمیتِ زمانی کے۔ اس طرح خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں کوئی تضاد و تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ خاتمیت مرتبی اُمّتی نبی کے ظہور میں مؤثر رہتی ہے اور خاتمیت زمانی تشریعی نبی کے آنے میں مانع رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معنوں میں خاتم النبیین رہتے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمتہ کی تحذیر النّاس صفحہ ۸ کی جو عبارت تاخّرِ زمانی کے لزوم کے ثبوت میں مختصر کر کے پیش کی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخّرِ زمانی کو آخری تشریعی نبی کے معنوں میں ہی قرار دیا گیا ہے۔ اس

عبارت کے الفاظ یہ ہیں:۔

''بالجملہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوّت میں موصوف بالذّات ہیں اور سوا آپ کے اَور انبیاء موصُوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کواوّل یا اوسط میں رکھتے تو انبیائے متاخّرین کا دین اگر مخالف دینِ محمّدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسُوخ ہونا لازم آتا۔ اور انبیائے متاخّرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیائے متاخّرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوّت کا پھر کیا معنٰی۔سواس صورت میں اگر وہی علوم محمّدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم اِنّا لہٗ لحافظون ان کی کیا ضرورت تھی۔اگر عُلوم انبیائے متاخّرین علوم محمّدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیاناً لکلّ شیٔ ہونا غلط ہو جاتا۔ایسے ہی ختمِ نبوّت بمعنی معروض کو تاخّر زمانی لازم ہے۔''

(عقیدۃ الامتہ صفحہ ۶۱)

اس عبارت میں مولانا محمد قاسم علیہ الرحمتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق جو تشریعی نبی ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ آپ اوّل یا اوسط میں کیوں نہیں رکھے گئے اور آخر میں کیوں رکھے گئے؟ مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اوّل یا اوسط میں رکھے جاتے تو آپ کے بعد آنے والے انبیاء کا دین اگر ناسخِ دینِ محمّدی ہوتا، تو اس سے ادنیٰ دین سے جو وہ نبی لاتا اعلیٰ دین کا جو دینِ محمّدی ہوتا منسُوخ ہونا لازم آتا۔اُن کے بیان کے اس حصّہ سے ظاہر ہے کہ مولانا موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخّر زمانی یا بالفاظ دیگر خاتمیتِ زمانی کو اس مفہوم میں لے رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد کوئی نیا دِین لانے والا نبی یعنی تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔

پھر مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے والے انبیاء کا دین جو وہ لاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دِین کے مخالف نہ ہوتا تو اس صورت میں ان کا وہ دین جو وہ لاتے علوم محمّدی پر ہی مشتمل ہوتا تو شریعت محمدیہ کے متعلق آیت کریمہ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کے مطابق ان تشریعی انبیاء کی کیا ضرورت تھی۔ یعنی کوئی ضروت نہ تھی۔ اور بلا ضروت خدا تعالیٰ کسی شریعت کو بھیجتا نہیں۔ لہذا ایسا تشریعی نبی بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر بعد آنے والے انبیاء کے علوم علوم محمدی سے علاوہ ہوتے تو اس سے قرآن شریف کا تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ ہونا باطل ہو جاتا۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا ایسا تشریعی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا تھا۔ پس اس مضمون کے خاتمہ پر مولانا موصوف کا یہ فرمانا

''ایسے ہی ختم نبوّت بمعنی معروض کو تاخّر زمانی لازم ہے۔''

صرف یہی مفہوم رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبی کی آمد کے محال ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیت مرتبی و ذاتی کو جو خاتمیت زمانی کا معروض یعنی ملزوم ہے تاخّر زمانی لازم ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے شریعت کاملہ تامّہ لانے کی وجہ سے نہ شریعت محمدیہ کے مخالف کوئی نئی شریعت آ سکتی ہے اور نہ اس کے موافق کوئی نئی شریعت آ سکتی ہے۔ پس تاخّر زمانی لازم آنے سے صرف یہ مُراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ نہ شریعت محمدیہ کے مخالف نئی شریعت والا نہ شریعت محمدیہ کے موافق نئی

شریعت لانے والا۔

اس عبارت کے درمیان کے اس فقرہ

''انبیائے متاخّرین پر وحی آتی۔اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوّت کے پھر کیا معنٰی۔''

میں بلحاظ سیاق عبارت تشریعی انبیاء اور تشریعی وحی اور تشریعی علوم ہی مراد ہیں اور نبوّت سے مراد بھی اس جگہ تشریعی نبوّت ہی ہے۔ کیونکہ پچھلی اور اگلی عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تاخّر زمانی تشریعی انبیاء کے لحاظ سے ہی بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ مولانا موصوف کا اُمّتی نبی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے سے انکار بیان کرنا مقصُود نہیں۔ اور نہ اس پر وحی نازل ہونے سے انکار بیان کرنا مقصُود ہے کیونکہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے لئے اُمّتی نبی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنے کے بھی قائل ہیں۔ اور چونکہ حدیث نبوی مندرجہ صحیح مسلم میں مسیح موعود پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے مسیح موعود اُمّتی نبی پر وحی نازل ہونے سے بھی وہ انکار نہیں کر سکتے۔

اسی حدیث کی بناء پر علماء اُمّت نے مسیح موعود پر وحی حقیقی کا نازل ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر رُوح المعانی میں امام ابن حجر الہیثمی کا یہ قول ان کی کتاب الفتاوٰی الحدیثیہ سے اخذ کر کے منقول ہے:۔

''نَعَمْ يُوْحىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ كَمَا فِى حَدِيْثِ مُسْلِمٍ.''

(رُوح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

کہ اس مسیح موعود پر وحی حقیقی نازل ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

آ گے لکھتے ہیں:۔

" حَدِیْثُ لَاوَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَمَا اشْتَهَرَاَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ لَا اَصْلَ لَہٗ."

(رُوح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

یعنی حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ باطل ہے اور جو یہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبریل زمین کی طرف نازل نہیں ہوں گے ایک بے اصل بات ہے۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام اور ایک مسلّم محدّث ہیں فرماتے ہیں:۔

" اَمَّا الْحَدِیْثُ لَاوَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَلَا اَصْلَ لَہٗ نَعَمْ وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ."

(الاشاعة فی اشراط الساعة صفحہ ۲۲۶)

یعنی حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وارد ہے اور اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آئیندہ کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو ایسی شریعت لے کر آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔

پس جس طرح امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کا مفہوم یہ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہیں ہوسکتا اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ بھی خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ تاخّر زمانی کا لزوم انہی معنوں میں قرار دے رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ لہذا خاتمیت مرتبی کے فیض سے ایسا نبی پیدا ہوسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع اور آپؐ کا اُمّتی ہو۔ اگر تاخّرِ زمانی علی الاطلاق قرار دیا جائے تو پھر خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیت زمانی میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے اور اجتماع النقیضین لازم آتا ہے جو امر محال ہے۔ پس تاخّر زمانی علی الاطلاق چونکہ مستلزمِ محال ہے اس لئے باطل ہے۔ اور تاخّر زمانی بلحاظ تشریعی و مستقل نبی کے خاتمیت مرتبی سے تناقض نہیں رکھتا اس لئے تاخّر زمانی سے یہی مُراد ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی اور مستقل نبی ہیں۔ یہی معنے خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ اور انہی معنٰی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر خاتم النّبیین بمعنی خاتمیت مرتبی قرار پاتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل تحریرات بھی اِس بات پر روشن دلیل ہیں کہ آپ کے نزدیک خاتمیتِ زمانی سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> (۱) جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اُوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اوروں کے احکام کو (وہ گورنر یا وزیر۔ ناقل) توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اَور کوئی نہیں توڑ سکتا۔ وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر (سب سے اعلیٰ عہدہ۔ ناقل) پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں۔ **ایسے ہی خاتم مراتب نبوّت کے**

اُوپر اَور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں۔ جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اِس لئے اس کے احکام اَوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے۔ اَوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اُوپر کے حاکم تک نوبت سب حکّامِ ماتحت کے بعد آتی ہے اس لئے اس کا حکم آخر حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد آتی ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعویٰ خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے۔''

(مباحثہ شاہجہان پور صفحہ ۲۴۔۲۵)

جلی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا موصوف کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نبوّت کے مرتبہ میں سب سے بڑے اور اعلیٰ عہدہ دار ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی خاتمیتِ زمانی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اَور انبیاء کے حکم کو منسُوخ کر سکتے ہیں پر آپ کا حکم کوئی نبی منسُوخ نہیں کر سکتا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم یعنی شریعت آخری ہے۔ لہذا احکامِ الٰہی پہنچانے میں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم آخری سَند ہیں۔ یہ ہے مفہوم خاتمیت زمانی کا مولانا موصوف کے نزدیک۔ لہذا ماتحت نبی کا آپ کے بعد آنا جو آپ کے حکم کو منسُوخ نہ کر سکتا ہو۔ بلکہ آپؐ کے دین اور شریعت کے احکام کو آخری سَند سمجھتا ہو، خاتمیتِ زمانی کے خلاف نہیں۔

(۲) الف ''جو نبی مرتبہ میں سب سے اوّل ہوگا **اس کا دین یعنی**

اس کے احکام باعتبار زمانہ سب میں آخر رہیں گے۔ کیونکہ ہنگام
مرافعہ جو بموقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالا دست کی نوبت
آخر میں آتی ہے‘‘

(قبلہ نما صفحہ ۶۲)

ب ’’تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناسخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سردار
انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا۔‘‘

(قبلہ نما صفحہ ۶۳)

(۳) ’’غرض خاتمیتِ زمانی سے یہ ہے کہ دینِ محمدی بعد ظہور منسُوخ نہ ہو
اور علوم نبوّت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں۔ کسی اَور نبی کے دین یا عِلم کی طرف
بنی آدم کو احتیاج نہ رہے۔‘‘

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰۔۴۱)

پس خاتمیتِ زمانی سے مُراد صرف یہ ہوئی کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ لہٰذا شریعتِ محمدیہ کے ماتحت اُمّتی نبی کے آنے میں خاتمیتِ زمانی مانع نہیں کیونکہ سردارِ انبیاء، افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہتے ہیں۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۴) ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ کمال اسی طرح ختم ہو گئے
جیسے بادشاہ پر مراتبِ حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بادشاہ کو خاتم
الحکّام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین و خاتم

النّبیین کہہ سکتے ہیں''

(حجۃ الاسلام صفحہ ۳۴۔۳۵)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس طرح خاتم الکاملین کے ماتحت کاملین آ سکتے ہیں اوران کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الکاملینؐ ہونے کے منافی نہیں۔ اِسی طرح خاتم النّبیینؐ کے ماتحت اُمّتی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ پس مولانا موصوف نے ٹھیک لکھا ہے کہ

''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔''

(تحذیرالنّاس صفحہ ۲۸)

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۵) ''بعد نزول حضرت عیسٰی کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ادھر رسول اللہ کا ارشاد عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بشرطِ فہم اسی جانب مشیر ہے''

(تحذیرالنّاس صفحہ ۴)

یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے نبیوں کا علم اور بعد میں آنے والے نبی کا علم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السّلام نبی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین اور نیا علم نہیں لائیں گے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت اُمّتی نبی ہوں گے۔

پھر حضرت مولانا موصوف مولوی عبدالعزیز صاحب امروہی کو بحث میں مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

(۶) ''آپ خاتمیتِ مرتبی مانتے نہیں۔ خاتمیتِ زمانی کو ہی آپ تسلیم کرتے ہیں۔ خیر اگر چہ اس میں در پردہ انکارِ افضلیت تامّہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے لیکن خاتمیتِ زمانی کو آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیتِ مرتبی کو عام کر دیا تھا۔''

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰)

اِس سے ظاہر ہے کہ خاتمیتِ زمانی مولانا موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی کے مقابلہ میں ایک محدُود صورت رکھتی ہے۔ اسی لئے تو علماء خاتمیتِ زمانی کے ماننے کے ساتھ ہی مسیح نبی اللہ کے امّتِ محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں اور ان کی بعد نزول اُمّتی نبی کی حیثیت ہی قرار دیتے ہیں۔ پس ہمارے اور ان علماء کے درمیان صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس کے اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا مستقلہ نبوّت کے ساتھ آنا تو علمائے اُمّت مانتے ہی نہیں کیونکہ مستقل نبی کی حیثیت میں کسی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے صریح خلاف ہے، اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی معاذ اللہ کلیۃً باطل ہو جاتی ہے۔ وھٰــــذا محالٌ.

مناظرہ عجیبہ میں ہی مولانا موصوف مولوی عبدالعزیز کو یہ بھی لکھتے ہیں:۔

''مولانا خاتمیتِ زمانی کی تو مَیں نے توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی مگر آپ گوشۂ عنایت وتوجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو مَیں کیا کروں۔ اخبار بالعلّۃ

مکذّب اخبار بالمعلول نہیں ہونا بلکہ اس کا مصدّق اور مویّد ہوتا ہے۔
اَوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علّت یعنی
خاتمیتِ مرتبی کا بہ نسبت خاتمیتِ زمانی ذکر کر دیا۔''

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۳۲)

ظاہر ہے کہ خاتمیتِ مرتبی جب علّت اور خاتمیتِ زمانی اس کا معلول ہے تو یہ دونوں وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر باہم ایک دُوسرے کے نقیض نہیں ہو سکتے۔ خاتمیت مرتبی کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے فیض سے نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر خاتمیت زمانی کی تاثیر یہ قرار دی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر اب آئندہ آپ کے فیض سے کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا تو خاتمیت مرتبی جو علّت ہے خاتمیت زمانی کی وہ تو منقطع ہو جائے گی۔ اور اس کے انتفاء اور انقطاع کے ساتھ اس کا معلُول بھی منتفی ہو جائے گا۔ کیونکہ جب وہ وصف جو علّت ہے آئندہ کے لئے موجود نہ رہا تو اس کا معلول کیسے پایا جا سکتا ہے۔ پس دونوں میں علّت ومعلول کا تعلق یہ چاہتا ہے کہ خاتمیتِ زمانی کی تاثیر اور خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر ایک دوسری کی نقیض نہ ہو۔ بلکہ یہ دونوں وصف بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع ہوں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ خاتمیتِ زمانی سے یہ مراد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور اس کے ساتھ خاتمیتِ مرتبی کی یہ تاثیر ہو کہ آپؐ کے فیض سے اُمّتی نبی پیدا ہو سکے۔ خاتمیتِ زمانی کے اس مفہوم کے پیشِ نظر مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے:۔

''خاتمیت زمانیہ اپنا دین وایمان ہے۔''

اور پھر مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۱۱۳ پر خاتمیت زمانیہ کے اسی مفہوم کے پیشِ نظر لکھا ہے کہ :۔

''امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے۔ اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اَور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامّل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔''

کِسی اَور نبی کا ہونے سے مُراد اُن کی تشریعی نبی ہے۔ کیونکہ غرض خاتمیتِ زمانی کی وہ یہ بتاتے ہیں کہ دینِ محمّدی منسُوخ نہ ہو۔ اس غرض کے پیشِ نظر صرف تشریعی اور مستقل نبی ہی نہیں آ سکتا۔ اور اسی لئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے کا اعتقاد رکھتے تھے نہ کہ مستقل اور تشریعی نبی کی حیثیت میں۔ فتدبّروا یا اولی الالباب.

مولوی خالد محمود صاحب کی علماء بریلی کے متعلق شکایت

مولوی خالد محمود صاحب مولانا محمد قاسم علیہ الرحمتہ سے مسئلہ ختمِ نبوّت میں مخالفت کرنے والے علماء کے متعلق بے انصافی کے شاکی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

''نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت کی جو تفصیل فرمائی ہے اِس سے انصاف نہیں کیا گیا۔ اور اس کو اس کی پوری علمی شان کے ساتھ سمجھنے کی کوشِش نہیں کی گئی۔ مسلم عوام کا ایک طبقہ ختمِ نبوت زمانی پر اکتفاء کا دم بھرنے لگا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ مرتبی اور آپ کے نبوت سے اتّصاف ذاتی کو شبہے کی نگاہ سے دیکھا اور مرزائی حضرات

ختم نبوت زمانی کو یکسر چھوڑ کر ختم نبوّت مرتبی کے گُن گانے **لگے حالانکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوّت ہر دو صورتوں کا** مطالبہ کرتا تھا کہ ختم نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوت مرتبی کو اپنی جگہ تسلیم کیا جائے۔‘‘

(عقیدۃ الامتہ صفحہ ۵۷۔۵۸)

مولوی خالد محمود صاحب پر واضح ہو کہ ہم احمدی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مرتبی ہی کے گُن نہیں گاتے بلکہ جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کے بھی ان معنوں میں قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اور کوئی تشریعی اور مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ آپ بھی خاتمیتِ زمانی ہی کے لحاظ سے تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی آ سکتا ہے نہ مستقل نبی۔ تبھی تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے کے قائل ہیں۔ پس ہم احمدیوں پر خاتمیتِ زمانی کے عقیدہ کو یکسر چھوڑنے کا الزام ایک بہتانِ عظیم ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب! گو عوام نے حضرت مولانا محمّد قاسم صاحب علیہ الرحمتہ سے انصاف نہیں کیا مگر آپ بھی تو ان سے انصاف نہیں کر رہے۔ کیونکہ آپ اُن کی طرف تاخّرِ زمانی یا بالفاظِ دیگر خاتمیتِ زمانی کا ایسا مفہوم منسُوب کرنا چاہتے ہیں جس سے خاتم النّبین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر کا آئیندہ کے لئے انقطاع لازم آئے اور خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی کے مفہوم میں تضاد اور تناقض پایا جائے۔ اور مولانا موصوف کا اجتماعِ نقیضین کو تسلیم کرنا لازم آئے۔ یہ امر تو حضرت مولانا موصوف کی عالمانہ شان کے منافی ہے۔ اگر خاتمیتِ زمانی کے معنی علی الاطلاق آخری نبی قرار دیئے جائیں تو

پھر تو مولانا موصوف کا یہ قول کاذب ٹھہرتا ہے کہ

''بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمّدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔'' (تحذیر النّاس صفحہ ۲۸)

کیونکہ اگر خاتمیتِ زمانی کا یہ مفہوم مراد ہو کہ کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا تو اس قول کا صریح طور پر کاذب ہونا لازم آئے گا کہ اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ فرق کیوں نہیں آئے گا۔ خاتمیت زمانی علی الاطلاق پھر قائم نہ رہے گی۔ پس خاتمیتِ زمانی کا یہی مفہوم قرار دینے سے اُن کا قول سچّا ٹھہرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔

خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنی

ہم حیران ہیں کہ کوئی عالم دین خاتمیتِ مرتبی کو کس طرح شُبہ کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے جبکہ خاتمیتِ مرتبی خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنے ہیں۔ چنانچہ مفرداتِ راغب میں جو قرآن مجید کی مستند لغت کی کتاب ہے۔ ختم اور طبع کو دو ہم معنی مصدر قرار دے کر ان کے معنوں کے متعلق صاف لکھا ہے:۔

''اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَاثِيْرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابِعِ الثَّانِىْ الْاَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ وَ يُتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً فِى الْاِسْتِيْثَاقِ مِنَ الشَّيْءِ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا لِمَا يَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَى الْكُتُبِ وَالْاَبْوَابِ نَحْوَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ

وتَـارَةً فِی تَحْصِیْلِ اَثْرٍ عَنْ شَیْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَتَارَةً یُعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوْغُ الْاٰخِرِ مِنْهُ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَیْ اِنْتَهَیْتُ اِلٰی اٰخِرِہٖ."

(مفردات القرآن للامام الراغب زیرِ لفظ ختم)

یعنی ختم اور طبع کی دو صورتیں ہیں۔ (پہلی صورت جو حقیقی لغوی معنی کی صورت ہے یہ ہے) کہ یہ خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں۔ جس کے معنی تاثیر الشئ (یعنی دُوسری شئے میں اثرات پیدا کرنا) ہیں جیسا کہ خاتم (مُہر) کا نقش دُوسری چیز میں اپنے نقش واثرات پیدا کرتا ہے۔ اور دُوسری صورت (جو مجازی معنی ہیں) اس نقش کی تاثیر کا اثرِ حاصل ہے۔ اور یہ لفظ مجازاً کبھی تو ختم علی الکتب والابواب (کتابوں اور بابوں پر مُہر لگنے) کے لحاظ سے شیء کی بندش اور روک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَخَتَمَ عَلٰی قَلْبِہٖ وَسَمْعِہٖ (میں اس کا استعمال مجازی معنوں میں ہؤا ہے) اور کبھی اس کے مجازی معنی نقشِ حاصل کے لحاظ سے کسی شئے سے تحصیل اثر ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس کے مجازی معنی آخر کو پہنچنا ہوتے ہیں اور انہی معنوں میں ختمت القراٰن کہا گیا ہے کہ تلاوت قرآن میں اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

لُغت کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ختم اور طبع کے حقیقی لُغوی معنی مُہر کے نقش کرنے کی طرح تاثیر الشئ ہیں۔ انہیں حقیقی لغوی معنٰی کے لحاظ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین بمعنی نبیوں کے لئے نبوت

میں مؤثر وجود قرار دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت کے وصف سے بالذّات موصوف قرار دیا ہے۔ اور سوا آپ کے اور تمام نبیوں کو موصوف بوصف نبوّت بالعرض لکھا ہے یعنی اور سب انبیاء کی نبوّت کو خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا فیض قرار دیا ہے اور آپؐ کی نبوّت کو کسی اور نبی کا فیض قرار نہیں دیا۔

مفردات کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اثر حاصل اور منع اور بندش اور آخر کو پہنچنا ختم کے مجازی معنٰی ہیں جس پر مفردات کے الفاظ یتجوّز بذٰلک تارۃً روشن دلیل ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے:۔

فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنٰی مَجَازِیٌّ

یعنی لفظ ختم کا آخر کو پہنچنے اور بند کرنے کے معنوں میں استعمال مجازی معنٰی ہیں۔

پس مطلق آخری نبی خاتم النّبیین کے حقیقی معنی نہیں۔ حقیقی معنٰی اس کے تو خاتمیت مرتبی ہی ہیں۔ یعنی ایسا نبی جو تمام انبیاء کے نبوّت پانے میں مؤثر وجود ہے خاتمیتِ مرتبی **خاتم النّبیین** کے حقیقی اور مقدّم معنٰی ہیں جو آئندہ نبی پیدا ہو سکنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور خاتمیت زمانی علی الاطلاق (یعنی مطلق آخری نبی ہونا) ان حقیقی معنوں کے ساتھ مجازی معنی ہونے اور تناقض رکھنے کی وجہ سے جمع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان معنوں سے آئندہ خاتمیتِ مرتبی کے وصف کا انقطاع لازم آتا ہے۔ پس خاتمیتِ زمانی صرف ان معنوں میں خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ بطور لازم المعنٰی جمع ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور آپ کے بعد آپ کی خاتمیت مرتبی کے فیض سے آئندہ اُمّتی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ پس مولوی خالد محمود صاحب! آپ ضد کو چھوڑ کر خدارا غور کریں۔

اور احمدیّت کی اندھی مخالفت میں مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف خاتم النّبیّین کے معنوں میں متناقض باتوں کا قائل ہونا منسُوب کر کے ان کی علمی شان پر دھبّہ نہ لگائیں اور انہیں اجتماع النقیضین کا قائل قرار نہ دیں۔ خاتمیت مرتبی کو ان کے نزدیک خاتمیتِ زمانی لازم ہے اور خاتمیت مرتبی خاتمیتِ زمانی کا ملزوم ہے اور ملزوم اور لازم ایک دُوسرے سے تناقض اور تضاد نہیں رکھتے۔ مگر خاتمیت مرتبی اور خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق میں تناقض ہے لہذا وہ خاتمیت مرتبی کے ساتھ خاتمیّت زمانی علی الاطلاق (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق آخری نبی ہونے) کے قائل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی آئیندہ کے لئے خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے انکار لازم آتا ہے اور خاتمیتِ مرتبی تو خاتم النّبیین کے اصلی، حقیقی اور مقدّم بالذّات معنی ہیں۔ یہ وصف آپ کی ذات سے الگ نہیں ہوسکتا اور اس کا انقطاع تسلیم کرنا امرِ محال ہے کیونکہ خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں ملزوم و لازم اور علّت و معلول کا علاقہ ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آئیندہ نبی پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ اور خاتمیت محمدی چونکہ خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی کی جامعہ ہے لہذا مولانا موصوف علیہ الرحمۃ آئیندہ خاتمیتِ مرتبی کے فیض و تاثیر کو منقطع قرار نہیں دیتے۔ پس خاتمیتِ زمانی سے اُن کی مُراد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ اور غیر تشریعی اُمّتی نبی کے آئیندہ خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے پیدا ہونے میں تو خاتمیتِ محمّدی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ نبوت کا کُلّی اِنقطاع ماننے کی صورت میں ضرور فرق آجاتا ہے اور مولانا موصوف کا بیان جھُوٹ قرار پاتا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ یہ نبی پیدا ہونے کا امکان مولانا محمّد قاسم صاحب نے صرف خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے بیان کیا ہے نہ کہ خاتمیتِ زمانی کے لحاظ سے۔ لیکن چونکہ وہ خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں لہذا نبی کا پیدا ہونا اُن کے نزدیک ممکن نہیں۔ گویا وہ یہ بتاتے ہیں کہ مولانا موصوف علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے تو آئندہ نبی پیدا ہوسکتا ہے اور خاتمیتِ زمانی کے لحاظ سے آئندہ نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر آئندہ نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا البتہ خاتمیتِ زمانی میں ضرور فرق آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ خاتمیت زمانی کا جو مفہوم مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف منسُوب کر رہے ہیں وہ خاتمیتِ مرتبی سے تناقض رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر آئندہ نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیتِ زمانی باطل ہو جاتی ہے۔ لہذا خاتمیتِ زمانی کے ہوتے ہوئے آئندہ نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اس طرح آئندہ کے لئے خاتمیت مرتبی کے وصف کا انتفاء لازم آیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے جو خاتم النّبیین کے اصلی اور حقیقی اور مقدّم معنٰی ہیں، اپنے جسمانی ظہور پر **خاتم النبیین** نہیں رہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائمی طور پر حقیقی معنٰی میں خاتم النّبیّین نہ رہنے کو مستلزم ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ عن ھٰذہ العقیدة الفاسِدَةِ.**

ایک بریلوی عالم کا اعتراض

اب ایک بریلوی عالم کا اعتراض سنیں جو مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ عالم مولانا موصوف کی عبارت مندرجہ تحذیر النّاس صفحہ ۸ کے فقرہ

''ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کوتاخّر زمانی لازم ہے۔''

کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''جب یہ کہا جائے کہ بالفرض حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتو خاتمیّت محمّدیہ میں فرق نہ آئے گا۔ یہ عبارت اس لئے قابلِ اعتراض ہے کہ اس سے خاتمیتِ زمانی تو یقیناً باطِل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہوتو یقیناً حضور کی خاتمیّت میں فرق آتا ہے اور مولوی قاسم کہتے ہیں کہ فرق نہیں آتا تو اس سے خاتمیتِ زمانی تو باطل ہوگئی۔ اور خاتمیت مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم تھی۔ جب لازم باطل ہوُا تو ملزوم بھی باطل ہوگیا۔ اور اس طرح اس عبارت سے ختمِ زمانی اور ختم ذاتی دونوں کا خاتمہ ہوگیا۔''

(رسالہ رضوان یکم فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲ کالم اوّل)

اس اعتراض کا معقول جواب یہی دیا جا سکتا ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک تاخّرِ زمانی خاتمیتِ مرتبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری تشریعی اور مستقل نبی ہونے کے معنوں میں لازم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں نہ کہ غیر تشریعی نبی۔ پس خاتمیتِ زمانی کے خاتمیتِ مرتبی کو لازم ہونے کی صُورت میں غیر تشریعی اُمّتی نبی کے پیدا ہو سکنے میں خاتمیتِ زمانی روک نہیں۔ اس صورت میں خاتمیتِ زمانی خاتمیت مرتبی کو لازم بھی ہے اور خاتمیتِ مرتبی کی آئیندہ تاثیر میں کلّیۃً روک بھی نہیں۔ تاخّرِ زمانی علی الاطلاق قرار دینے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق آخری نبی قرار دینے کی صورت میں خاتمیتِ مرتبی تو منتفی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے منتفی

ہونے کے ساتھ ہی اس کا لازم خاتمیتِ زمانی بھی منتفی ہو جاتا ہے کیونکہ جب ملزوم نہ رہا تو لازم کا وجود کیسے پایا جا سکتا ہے۔ پس خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق ماننے کی صورت میں خاتمیتِ محمّدی میں ضرور فرق آ جاتا ہے۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ قول کاذب قرار پاتا ہے کہ آئندہ کسی نبی کے پَیدا ہونے سے خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ چونکہ اُن کا یہ قول درست ہے اس لئے حقیقت یہی ہے کہ خاتمیتِ زمانی سے مُراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں۔ نہ یہ کہ مطلق آخری نبی۔ خود مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اصالتاً نُزول کا عقیدہ بھی خاتمیت علی الاطلاق کے خلاف ہے۔ محقّق علماء کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خاتمیتِ زمانی سے یہی مُراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

''مَعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا يَحْدُثُ بَعْدَهُ نَبِيٌّ بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَهُ.''

(الاشاعۃ فی اشراط السّاعۃ صفحہ ۲۲۶)

یعنی علماء کے نزدیک لا نبیّ بعدی کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پَیدا نہ ہوگا جو شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کرے۔

بریلوی عالم کا دُوسرا اعتراض

مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کے حامی مصنّف ''چراغِ سنّت'' نے لکھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے بطور فرض کے یہ بات لکھی ہے۔ اس پر معترض خاتمیتِ زمانی علی

الاطلاق مراد لے کر لکھتا ہے:۔

''مولوی محمد قاسم کی عبارت یہ ہے:۔

بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمّدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؛

غور کیجئے۔ بالفرض اگر نبی پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت میں فرق آئے گا یا نہیں۔ اگر آپ کہیں نہیں آئے گا تو غلط ہے۔ کیوں اِس لئے کہ:۔

(۱) اگر بالفرض اگر (کسی صاحب [۱]) کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو پھر بھی ان کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۲) بالفرض اگر (کسی صاحب) کے سر کو جسم سے جُدا کر دیا جائے تو پھر بھی اُن کے زندہ رہنے میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۳) بالفرض اگر (کوئی صاحب) اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو پھر بھی اُن کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۴) بالفرض اگر (کوئی صاحب) زنا کرلیں تو پھر بھی اُن کی پاک دامنی میں کچھ فرق نہ آئے گا؟

تو جناب فرمایئے۔ فرق آئے گا یا نہیں۔ تو اعتراض ان لفظوں پر ہے کہ فرق نہیں آئے گا۔ اور یہ ہی مولوی قاسم کہتے ہیں۔

حاشیہ [۱]: ذیل کے چاروں نمبروں کی عبارتوں میں ''کسی صاحب'' اور ''کوئی صاحب'' کے الفاظ جو انڈر بریکٹ ہیں وہ ہمارے ہیں۔ معترض صاحب نے ان کی بجائے ''مصنّف چراغ سُنّت'' کے الفاظ لکھے ہیں۔ ہم نے اُن کا لکھنا پسند نہیں کیا۔

بالفرض حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمّدیہ میں کچھ
فرق نہیں آئے گا۔
تو فرض کا لفظ ان تمام مثالوں میں موجود ہے جو قابلِ اعتراض نہیں ہے۔
قابل اعتراض لفظ یہ ہیں

کُچھ فرق نہیں آئے گا

ہم کہتے ہیں اور ساری دُنیا کے انسان کہتے ہیں کہ بالفرض حضور کے بعد
کوئی نبی پیدا ہوتو خاتمیتِ محمّدیہ میں ضرور فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت
میں حضور آخری نبی نہیں رہیں گے اور مولوی قاسم کہتے ہیں بالفرض حضور
کے بعد نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمّدیہ میں کُچھ فرق نہیں آئے گا۔''

صاف ظاہر ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب خاتمیتِ زمانی کے معنی مطلق آخری نبی قرار دے کر اس سوال کا بھی کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے۔ البتہ ہم مولانا محمد قاسم صاحب کی طرف سے یہ جواب دے سکتے ہیں کہ اُن کے نزدیک خاتمیتِ زمانی سے مراد امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی طرح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔

لہٰذا بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم غیر تشریعی اُمّتی نبی کے پیدا ہو جانے سے مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک واقعی خاتمیّتِ محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ نہ خاتمیتِ مرتبی میں اور نہ ہی خاتمیّتِ زمانی میں۔ اور خاتمیّتِ مرتبی خاتمیّتِ زمانی کے ساتھ اُمّتی نبی کے پیدا ہونے کی صورت میں جمع رہے گی۔ اگر مولوی خالد محمود صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ

کی طرف خاتمیّتِ زمانی بمعنی مطلق آخری نبی ہی منسُوب کرنے پر مُصر ہیں تو پھر وہ اس بریلوی عالم کے مذکورہ اعتراض کا ہرگز کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے۔ اگر اُن کے پاس کوئی جواب ہے تو وہ پیش کریں۔

بریلوی عالم کا اعترافِ حقیقت

رسالہ ''رضوان'' کا مضمُون نگار بریلوی عالم مولانا محمد قاسم صاحب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کو بالذّات اور سوا آپ کے اَور نبیوں کی نبوّت کو بالعرض قرار دینے پر محض متعصّبانہ نگاہ سے مولانا موصوف سے بے انصافی کرتے ہوئے بالعرض کے معنی عارضی قرار دیکر معترض ہے کہ مولانا موصُوف نے تمام انبیاء کی نبوّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے بالمقابل عارضی قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ بالعرض سے حضرت مولانا موصوفؒ کی مراد عارضی نہیں۔ بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ تمام انبیاء کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے واسطہ سے ہے اور یہ بریلوی عالم خود بھی تمام انبیاء کی نبوّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مانتا ہے۔ چنانچہ یہ لکھتا ہے:۔

> ''یہ بات بھی حق ہے کہ ابتدا سے لے کرتا ابدتک [1] جس کو نعمت ملی ہے اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور قاسم (تقسیم کرنے والے۔ناقل) حضور اکرم ہیں۔ **جس کو جو نعمت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے مِلی ہے تو اس اصُول کے لحاظ سے یہ کہنا حق ہے کہ انبیاء کی نبوّت بھی حضور کے صدقہ اور وسیلہ سے مِلی ہے۔''** (رضوان یکم فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۸ کالم ۴)

حاشیہ [1]: نقل مطابق اصل ہے۔ ویسے 'تا' اور 'تک' دونوں کا اکٹھا استعمال غلط ہے۔ (مؤلف)

پھر یہ عالم لکھتا ہے:۔

''بعض علماء اور اولیاء عظام نے حضور کو سُورج اور باقی انبیاء کو تاروں سے تشبیہہ دی ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضور فضل وشرف کے سُورج ہیں۔اس سُورج سے تمام تارے (انبیاء کرام) فیض پاتے ہیں۔تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اصلی نبی ہیں اور باقی انبیاء عارضی طور پر نبی ہیں۔ بلکہ **مطلب صرف اس قدر ہے کہ تمام انبیاء کرام کو جو فضائل وکمال و معجزات حاصل ہوئے وہ سب حضور کے صدقہ اور وسیلہ** سے اُن کو مِلے ہیں یعنی نبوّت اور کمالات کا حضور کے صدقہ اور وسیلہ سے ملنا اَور بات ہے۔اور صفِ نبوّت سے دیگر انبیاء کا عارضی طور پر موصوف ہونا اَور بات ہے۔''

(رضوان یکم فروری ۵۷ء صفحہ ۹ کالم اوّل)

اس سے ظاہر ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب سے بریلوی علماء کی محض نزاع لفظی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے بالذّات ہونے اور دُوسرے انبیاء کی نبوّت کے بالعرض ہونے سے مولانا محمد قاسم صاحب کی مراد بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کو نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملی ہے۔ان کی مراد بالعرض سے بالواسطہ ہی ہے نہ کہ عارضی۔معترض کا بالعرض کی فلسفیانہ اصطلاح کو عارضی کے معنوں میں لینا محض اس بغض وتعصّب کا کرشمہ ہے جو وہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے رکھتا ہے۔چنانچہ مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ تحذیر النّاس صفحہ ۴ پر بالذّات اور بالعرض کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

''سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصوّر فرمایئے۔یعنی

آپ موصوف بوصفِ نبوّت بالذّات ہیں اور سوا آپ کے اَور نبی موصوف بوصفِ نبوّت بالعرض ہیں۔ **اَوروں کی نبوّت آپ کا فیض ہے پر آپؐ کی نبوّت کسی اَور کا فیض نہیں۔''**

(تحذیر النّاس صفحہ ۴)

پس در حقیقت علماء بریلی بھی مولانا محمد قاسمؒ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیتِ مرتبی کو مانتے ہیں۔ لیکن اس امر کی ہم پیچھے وضاحت کر چکے ہیں کہ خاتمیّتِ مرتبی کے ساتھ خاتمیّت زمانی مطلق آخری نبی کے معنوں میں تو جمع نہیں ہوسکتی ہے بلکہ خاتمیّتِ زمانی خاتمیّتِ مرتبی کے ساتھ انہی معنوں میں جمع ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی اور مستقل نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آ سکتا۔

جب یہ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں اور حدیثِ نبوی مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیتی ہے تو پھر یہ لوگ خاتمیّتِ زمانی کو انہی معنوں میں تسلیم کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آخری شارع نبی ہیں اور اس طرح خاتمیّتِ زمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی کے آنے میں مانع نہیں رہتی۔ اور خاتمیتِ مرتبی بھی آئیندہ نبی پیدا ہونے میں مؤثر رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معنوں میں خاتم النّبیّین رہتے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب اور تمام علمائے بریلی و دیو بند حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا جو مستقل نبی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی کی صورت میں آنا مانتے ہیں۔ لہذا وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے وجود میں ایک نئی قسم کی نبوّت کے حدوث کے قائل ہیں جس قسم کا کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔ پس ہمارے

عقیدہ اور ان سب علماء کے عقیدہ میں ختمِ نبوّت کے معنوں میں اصولی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ہم بھی مسیح موعود کو اُمّتی نبی کی حیثیت میں مانتے ہیں اور یہ سب علماء بھی مسیح موعود کو اُمّتی نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ ہمارے درمیان صرف مسیح موعود کی شخصیّت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس کے درجہ اور مرتبہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اب مولوی خالد محمود صاحب وغیرہ خاتم النّبیّین کے معنی کی یہ تاویل نہیں کر سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ خاتم النّبیین کے معنوں کی تاویل و تخصیص ہے۔ اور تاویل و تخصیص مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک بقول قاضی عیاض جائز نہیں۔ دوم وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے وجود میں بعد از نزول ان کی پہلی نبوّت میں ایک تغیّر عظیم مان کر ایک نئی قسم کی نبوّت کے حادث ہونے کے قائل ہیں۔ پس یہ نئی قسم کی نبوّت کا حدُوث خاتمیّتِ مرتبی کے واسطہ اور فیض سے ہی ہوسکتا ہے۔ پس خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد ایک نئی قسم کی نبوّت کا حدوث ممکن ثابت ہوًا۔ اور خاتمیتِ زمانی بھی اس میں مانع نہ ہوئی۔ کیونکہ مسیح موعُود نبی اللہ کا بموجب احادیث نبویّہ اُمتی نبی کی حیثیت میں آنا مسلّم ہے۔ پس خاتمیّتِ زمانی کا یہی مفہوم متعیّن ہوًا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں تو پھر اُنہیں آخری تشریعی نبی ہی قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ مطلق آخری نبی۔ کیونکہ مسیح موعود اُمّتِ محمدیہ میں نبیّ اللّٰہ بھی ہے اور اُمّتی بھی۔

ایک دیو بندی عالم کا جواب علمائے بریلوی کو

ایک دیو بندی مولوی ابو الزاہد سرفراز صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کی مندرجہ

ذیل دو عبارتوں کو پیش کرتے ہیں:۔

(۱) ''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔''

(۲) ''اس طرح فرض کیجئے آپؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقلؔ) کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وُہ بھی اس وصف نبوّت میں آپؐ کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سِلسلہ بہرطور آپؐ پر مختتم ہوگا۔''

مولوی ابو الزاہد صاحب مولانا محمد قاسم صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں ''بالفرض'' اور ''فرض کیجئے'' کے الفاظ استعمال ہونے کی وجہ سے علمائے بریلی کے خلاف لکھتے ہیں:۔

رہا یہ سوال کہ حضرت نانوتوی کے نزدیک آپؐ کے بعد کوئی اَور نبی آسکتا ہے یا کسی کو نبوّت مل سکتی ہے یا اس کا امکان شرعی پیدا ہو سکتا ہے تو قضیۂ شرطیہ اور فرضیہ سے اس کا ثبوت کیونکر ہوا۔ خود قرآنِ کریم میں اس کی متعدّد مثالیں موجود ہیں۔''

اس کے بعد یہ دیوبندی عالم پانچ آیاتِ قرآنیہ پیش کرتے ہیں:۔

۱۔اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ (الزخرف ۸۲)

۲۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ۲۳)

۳۔وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (الانعام ۸۹)

۴۔لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبِطَنَّ عَمَلُکَ (الزُّمر ٦٦)

۵۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ (بنی اسرائیل ۸۷)

(کتاب بانی دار العلوم دیو بند مصنّفہ ابو الزاہد سرفراز مکتبہ اشاعت اسلام گنج مغلپورہ لاہور)

الجواب

مولوی ابو الزاہد سرفراز صاحب! مولانا محمد قاسم صاحب کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں میں ''بالفرض'' اور ''فرض کیجئے'' کے شرطیہ جملوں کو مندرجہ بالا آیاتِ قرآنیہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان سب آیات میں شرط محال ہے اور شرط کے محال ہونے کی بناء پر جزا محال ہے۔ کیونکہ رحمٰن کا بیٹا ہونا بھی ہمیشہ محال ہے۔ اور ایک سے زیادہ خُداؤں کا ہونا بھی ہمیشہ محال ہے۔ اور انبیاء سے شرک کا صدور بھی محال ہے۔ اور قرآنی وحی کا نسخ بھی محال ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُس کی حفاظت کا وعدہ کر چکا ہوا ہے۔ لیکن خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے نبی کا ظہور ہمیشہ ممکن رہا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ خاتمیّتِ مرتبی خاتم النّبیّین کے اصل اور مقدم معنی ہیں۔ اور یہ وصف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذاتی ہونے کی وجہ سے دائمی طور پر آپ کو حاصِل ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیکُمْ اٰیَاتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.

(الاعراف آیت ۳۶)

کہ اے بنی آدم اگر آئندہ تمہارے پاس تم میں سے رسُول آئیں جو میری

آیات تم پر بیان کریں تو جولوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کر لیں گے اُن پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

دیکھئے یہ آیت بھی جُملہ شرطیہ ہے۔ اور اس کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی آدم میں نبی کا آنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علاّمہ بیضاوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں اِتْیَـانُ الرُّسُلِ جَائِزٌ غَیْرُ وَاجِبٍ ۔ کہ رسُولوں کا آنا جائز ہے۔ واجب نہیں۔ (خدا تعالیٰ پر تو کوئی بات واجب نہیں) قرآن کریم میں کئی ایسی آیات موجود ہیں جو ایسے جُملات شرطیہ پر مشتمل ہیں جن میں شرط محال نہیں۔ بلکہ ممکن امر کو شرط قرار دیا گیا ہے جیسے:۔

اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ (البقرہ آیت ۲۸۱)

کہ اگر قرضدار تنگدست ہو تو اُسے آسانی پانے تک مہلت دینی چاہیئے۔

دیکھئے اس جملہ شرطیہ میں قرضدار کا تنگدست ہونا ایک ممکن امر ہے جسے فرض کیا گیا ہے۔

اسی طرح آیتِ کریمہ

فَاِنْ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ

(سورۃ ہود آیت ۱۵)

یعنی اگر وہ قرآن کے معاملہ میں اس کا جواب نہ لائیں تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اب دیکھئے۔ قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی آیت نہ بنا سکنا محال نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کا کوئی آیت بنا کر لانا محال ہے۔ اس آیت میں بھی شرط محال نہیں۔

نبی کا آنا چونکہ ممکن امر تھا اس لئے مولوی محمد قاسم صاحب نے ان عبارتوں میں محال امر کو فرض نہیں کیا۔ جب مولوی محمد قاسم صاحب اور تمام علماء دیوبند و بریلی بلکہ تمام ائمہ دین

بموجب احادیث نبویہ اُمّت محمدّیہ میں مسیح موعود کا اُمّتی اور نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں تو اُمّتی نبوّت کا حدوث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُن کے عقیدہ کی رُو سے ممکن بلکہ ضروری ہوا۔ فتدبّروا یا اولی الالباب.

آیاتِ قرآنیہ سے خاتمیّتِ مرتبی اور زمانی کا ثبوت

اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعضًا کے مطابق قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دُوسری آیات کر دیتی ہیں۔آپ معلوم کر چکے ہیں۔آیت خاتم النّبیّین کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دو قسم کی خاتمیّت کا مقام حاصل ہے۔

اوّل خاتمیّتِ مرتبی جو خاتم النّبیّین کے مثبت، حقیقی اور مقدّم معنی ہیں۔

دوم خاتمیّت زمانی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسمانی ظہور پر خاتمیّتِ مرتبی کو لازم ہوئی ہے۔

خاتمیّتِ زمانی کا ثبوت آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ۴)

اور آیت کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر ۱۰)

سے ملتا ہے۔پہلی آیت بتاتی ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ شریعت اپنے کمال کو پہنچ گئی ہے اور دُوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شریعت کی حفاظت کا خُدا تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ لہذا قیامت تک اب کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں۔اور یہی مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیّتِ زمانی کا ہے۔کہ آپ آخری تشریعی نبی ہیں جو خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔

اب آئیندہ کے لئے خاتمیت مرتبی کی تاثیر کے متعلق آیاتِ قرآنیہ ملاحظہ ہوں

آیت اُولیٰ ۔ اللہ تعالیٰ سُورۂ نساء میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا. (سُورۂ نساء آیت ۷۰)

ترجمہ: جولوگ اللہ اور رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے درجہ پانے میں انعام یافتہ لوگوں یعنی نبیوں صدّیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں۔ اور یہ اطاعت کرنے والے اُن کے اچّھے ساتھی ہیں (یعنی درجہ پانے میں ساتھی ہیں)

آیت ہذا میں مَع کا لفظ استعمال ہوُا ہے۔ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ چونکہ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس دُنیا میں اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والوں کی پہلے انعام یافتہ لوگوں سے درجہ میں معیّت ضروری ہے۔ کیونکہ اس دُنیا میں ظاہری معیّت جو زمانی اور مکانی ہوتی ہے۔ اُن لوگوں کو پہلے انعام یافتہ لوگوں سے حاصِل نہیں ہوسکتی ۔ اِس لئے اس آیت میں معنوی معیّت ہی مُراد ہوسکتی ہے جو درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ ذیل کی آیت میں معیّت درجہ میں ہی مُراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ وَ اَخلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ.

(سُورۂ نساء آیت ۱۴۶۔۱۴۷)

ترجمہ: منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے اور تُو اُن کا کوئی مددگار نہیں پائے گا مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی اور اصلاح کر لی اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ اپنی حفاظت چاہی اور اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلیا۔ وہ مومنین کے ساتھ ہیں۔ (یعنی مومنوں میں سے ہیں)

فَاُولٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ جملہ اسمیہ ہے۔ اوراس سے مراد یہ ہے کہ توبہ کرنے والے اور خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق پیدا کر لینے والے اور اطاعت کو خدا تعالیٰ کے لئے خالص کر لینے والے مومنوں کے ساتھ ان معنوں میں ہیں کہ وہ اسی دنیا میں مومنوں کے گروہ کا فرد بن کر مومنوں کا درجہ پانے والے ہیں۔ اسی طرح **فاولئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیین** الآیۃ بھی جملہ اسمیہ ہے اور مُراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے اِسی دُنیا میں نبیوںؑ اور صدّیقوںؑ اور شہیدوںؑ اور صالحینؑ کے چار گروہوں میں سے کسی نہ کسی گروہ کے زُمرہ میں ضرور داخل ہوجاتے ہیں۔

پس اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کِسی اُمّتی کو نبوت کا درجہ بھی مل سکتا ہے۔ اور وہ نبیوں کے گروہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والے صدّیقوں، شہداء یا صالحین کا درجہ پا کر اُن کے گروہوں میں داخل ہوسکتے ہیں۔

پس اس آیتِ کریمہ میں خاتم النّبیینؐ کی خاتمیتِ مرتبی ہی کی آئیندہ کے لئے تاثیر بیان ہوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم صرف خاتم النّبیین ہی نہیں بلکہ خاتم الصدّقین اور خاتم الشہداء اور خاتم الصّالحین بھی ہیں۔ گویا خاتم الکاملین بھی ہیں۔ اور اب آئیندہ کمالِ نبوّت کمالِ صدّیقیت، کمالِ شہادت

اور کمالِ صالحیّت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت سے ہی حاصِل ہوسکتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت ترک کر کے ان کمالات میں سے کوئی کمال کسی شخص کو حاصِل نہیں ہوسکتا۔ گویا یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے الگ رہنے والی قوموں کو اِن چاروں مدارج سے محروم قرار دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ اُمّتِ محمدیہ سے جو قومیں باہر ہیں ان میں سے نہ صرف یہ کہ کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا بلکہ ان میں درحقیقت کوئی شخص نہ صدّیق کا درجہ پا سکتا ہے نہ شہید کا اور نہ ہی صالح کا۔ اب ان انعامات کے پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا بالذّات ہونا اور باقی انبیاء کی نبوّت کا بالعرض ہونا حدیث نبوی صلّے اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہے۔

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

(رواہ الترمذی)

یعنی صحابہ نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ آپؐ کیلئے نبوّت کب واجب ہوئی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اس وقت آدم ابھی رُوح وجسم کی درمیانی حالت میں تھا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے:۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

کہ مَیں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا۔

ایک حدیث نبوی میں وارد ہے:۔

کُنْتُ مَکْتُوْبًا عِنْدَ اللّٰہِ خَاتَمَ النَّبِیِّینَ وَاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِی طِیْنِہٖ

(کنز العمال جلد۶ صفحہ۱۱۲)

یعنی مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النّبیین قرار دے دیا گیا تھا حالانکہ آدم ابھی گیلی مٹّی میں ہی لَت پَت تھا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے پہلے نبی اور خاتم النّبیین قرار دیئے گئے۔ لہٰذا آپ کی نبوّت بالذّات ہے اور سوا آپؐ کے اَور نبیوں کی نبوّت بالعرض ہے۔ علّتِ غائیہ ہر ایک نبی کی نبوّت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور آپؐ کا خاتم النّبیّین ہونا تمام انبیاء کے ظہور میں بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے۔ بلکہ تمام کائنات کے ظہور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر ہیں۔ پس اس لحاظ سے آپؐ ابوالانبیاء ہیں۔ سیاق آیت کریمہ خاتم النّبیین سے بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ابوالانبیاء ہونا ظاہر ہے کیونکہ آیت کریمہ **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ** (الاحزاب۴۱) کے الفاظ **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بالغ نرینہ اولاد کا باپ ہونے کی نفی کر کے حرف **لٰکِنْ** لاکر استدراک کرتے ہوئے **رَسُوْلَ اللّٰہِ** اور **خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ** ہونے کے لحاظ سے آپ کو اپنے اُمّتیوں اور تمام نبیوں کا معنوی باپ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی آیتِ ہٰذا کے متعلق تفسیر سے ظاہر ہے جو قبل ازیں تحذیر النّاس سے درج کی جا چکی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ان معنی میں خاتم النّبیین ہیں کہ آپؐ ابُو الانبیاء

ہیں۔اور تمام انبیاء آپؐ کی معنوی نسل ہیں۔کیونکہ علّتِ غائیہ بمنزلہ آباء ہوتی ہے۔ہاں جسمانی ظہور پر اب خاتمیت مرتبی کی تاثیر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پَیروی کا واسطہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ (نساء ۷۰) میں شرط قرار دے دیا گیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اعتراض

مولوی خالد محمود صاحب آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آیت من یطع اللّٰہ والرسول ....سے ماتحت اور غیر تشریعی نبوّت کا استدلال بھی غلط ہے کیونکہ دُوسرے پیغمبر کی اطاعت اور پَیروی سے جو نبوّت ملے ضروری نہیں کہ وہ غیر تشریعی ہی ہو۔مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو نبوّت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پَیروی کے واسطہ سے ملی تھی حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام تشریعی پیغمبر تھے۔اور وُہ صاحبِ کتاب بھی تھے۔"

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۰)

الجواب

(۱) قرآن مجید کی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ ۴) نے بتادیا ہے کہ شریعتِ محمّدیہ ایک کامل شریعت ہے اور خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کے ذریعہ اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمادیا ہوا ہے۔تو یہ دونوں

آیتیں بتاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے اِن آیات کی موجودگی میں صرف یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ اب صرف اُمّتی نبی ہی خاتمیت مرتبی کے فیض سے آ سکتا ہے۔ کوئی تشریعی اور مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ کیونکہ آپؐ کی شریعت کے آنے پر دائمًا اس کی اطاعت شرط ہے۔ اور شریعتِ محمدیہ کی اطاعت ہی خدائے تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت ہے۔

(ب) مولوی خالد محمود صاحب نے یہ غلط لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو نبوّت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی پَیروی کے واسطہ سے ملی تھی۔ اس امر کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا قول قرار دینے کیلئے خالد محمود صاحب چشمہ مسیحی کی عبارت پیش کرتے ہیں کہ:۔

ایک بندہ خدا کا عیسٰی نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ علیہ السّلام کی پَیروی کر کے خدا کا مقرّب بنا اور مرتبہ نبوّت پایا۔"

مولوی خالد محمود صاحب نے اس قول کے لئے چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۴ کا حوالہ دیا ہے مگر یہ ادھوری عبارت جو انہوں نے پیش کی ہے یہ صفحہ ۶۷ کی ہے اور اس سے پہلے لکھا ہے:۔

"یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں ہمارے سیّد و مولیٰ خیر الرّسل و افضل الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کرتے ہیں۔ جبکہ کہتے ہیں اِس اُمّت میں عیسٰی ابن مریم کا مثیل کوئی نہیں آ سکتا تھا اِس لئے ختمِ نبوّت کی مُہر توڑ کر اُسی اسرائیلی عیسٰی کو کسی وقت خُدا تعالیٰ دوبارہ دُنیا میں لائے گا۔ اِس اعتقاد سے صرف ایک گناہ نہیں بلکہ دو گناہ کے مرتکب ہوتے

ہیں۔اوّل یہ کہ اُن کو اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ‘‘

اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مولوی خالد محمود صاحب نے ذیل کے الفاظ میں پیش کی ہے:۔

’’ایک بندہ خدا کا عیسٰی نام جس کو عبرانی میں یسُوع کہتے ہیں، تیس برس تک موسیٰ رسُول اللہ کی شریعت کی پَیروی کر کے خدا کا مقرّب بنا اور مرتبہ نبوّت پایا۔‘‘

اس کے بعد کی عبارت ہے:۔

’’اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص بجائے تیس برس کے پچاس برس بھی آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کرے تب بھی وہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کوئی کمال نہیں بخش سکتی۔‘‘

اِس پوری عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس جگہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے مرتبہ نبوّت پانے کے متعلق اپنا کوئی عقیدہ بیان نہیں فرما رہے ہیں بلکہ بعض غیر احمدی علماء کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں جس پر

’’اوّل یہ کہ اُن کو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے‘‘

کے الفاظ شاہد ہیں۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب اس بات کو حضرت مرزا صاحبؑ کا عقیدہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس اسی مضمون کو آگے ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

’’مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو اس کے کمال حُسن و احسان کے انکاری ہیں۔ ایک طرف تو اس کی مخلوق کو اس کی

صفات خاصّہ میں حِصّہ دار ٹھہرا کر توحید باری پر دھبّہ لگاتے اور اس کے
حُسنِ وحدانیت کی چمک کو شراکتِ غیر سے تاریکی کے ساتھ بدلتے ہیں
اور پھر دُوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا
محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ چراغ نہیں بلکہ
مُردہ چراغ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہوسکتا۔ **وہ
اقرار رکھتے ہیں** کہ موسیٰ نبی زندہ چراغ تھا جس کی پَیروی سے صدہا نبی
چراغ ہو گئے اور مسیح اسی کی پَیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے
احکام کو بجالا کر اور موسیٰ کی شریعت کا جُوا اپنی گردن پر لے کر نبوّت کے
انعام سے مشرّف ہوا۔ مگر ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کی پَیروی کسی کو کوئی رُوحانی انعام عطا نہ کرسکی۔''

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس اس جگہ اپنا یہ عقیدہ بیان نہیں کر رہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام موسیٰ علیہ السّلام کی پَیروی سے نبوت کے انعام سے مشرّف ہوئے بلکہ اسے بعض غیر احمدی علماء کا اقرار قرار دے رہے ہیں۔ آپ کا اپنا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ:۔

''اِس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی اُمّت میں بہت
سے نبی گزرے ہیں۔ پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ **جس قدر نبی گُزرے ہیں اُن سب کو خدا نے براہِ
راست چُن لیا تھا حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا۔** لیکن اس
اُمّت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء

ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی اُمّت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء سو ہم بیان کر **چکے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا بلکہ وہ براہِ راست نبی کیئے گئے**۔ مگر اُمّت محمّدیہ میں سے ہزار ہا لوگ محض پَیروی کی وجہ سے ولی کیئے گئے۔''

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۳۸)

(ج) پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو تشریعی نبی بھی نہیں مانتے۔ چنانچہ آپ تورات کی مثیلِ موسیٰ کی پیشگوئی کو عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ پر چسپاں کرنے کی تردید میں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:۔

'' حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ایک ذرّہ مناسبت نہیں۔ نہ وہ پیدا ہو کر یہودیوں کے دشمنوں کو ہلاک کر سکے نہ وہ **اُن کے لئے کوئی نئی شریعت لائے**۔ نہ انہوں نے بنی اسرائیل کے بھائیوں کو بادشاہت بخشی۔ انجیل کیا تھی وہ صرف توریت کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اس پر کاربند نہیں تھے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۹)

پس حضرت مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تشریعی نبی نہیں تھے۔ اور انجیل صرف توریت کے احکام کا خلاصہ تھی نہ کہ کوئی جدید شریعت۔

مولوی خالد محمود صاحب کے ایک مطالبہ کا جواب

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

''اس معنی اور مفہوم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں اور اپنی نبوّت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلّغین پر لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے مطابق اس نئی قسم کی نبوّت پر کوئی ایک آیت پیش کرتے ''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ)

مولوی خالد محمود صاحب! ہم نے تو نئی قسم کی نبوّت یعنی اُمّتی نبوّت کے ثبوت میں آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ پیش کر دی ہے۔ آپ بھی تو حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں۔ اس لئے ہمارا اب آپ سے یہ مطالبہ ہے کہ **آپ کسی آیت سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اُمّتِ محمّدیہ میں اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے کا بالتصریح ثبوت پیش کریں۔**

ہم نے جو آیت پیش کی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایک نئی قسم کے نبی کے پیدا ہونے یا مبعوث ہو سکنے کی اُمّید دلائی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والوں کو ہی نبوّت ملنے کا ذکر ہے۔

اِس آیت میں تشریعی نبوّت کے اجراء کا بھی کوئی احتمال نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جب اس کے لئے شرط ہے تو ایسا شخص تشریعی نبی تو ہو ہی نہیں سکتا۔

ماسوا اس کے کہ تشریعی نبوّت کے انقطاع کے متعلق واضح آیات موجود ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پس اس آیت میں غیر تشریعی ، ظلّی اور انعکاسی نبوّت کا ہی بیان ہے۔ کیونکہ اُمّتی کو جو بھی کمالات ملتے ہیں وہ ظلّی اور انعکاسی طور پر ہی ملتے ہیں۔ لہٰذا اِس آیت میں مولوی خالد محمود صاحب کی تینوں مطلوبہ شرائط مندرجہ عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۱ کے ساتھ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی نئ مصطلحہ نبوّت کے باقی ہونے کا واضح ثبوت موجُود ہے۔

گو اس آیت میں ظلّی اور انعکاسی کا لفظ تو موجود نہیں مگر ظلّیت اور انعکاس مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے الفاظ سے مستنبط ضرور ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ تمام انبیائے کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ظِلّ اور عکس ہی قرار دیا ہے حالانکہ قرآنِ مجید میں ان کے لئے کہیں ظِلّ و انعکاس کا تصریحًا ذکر موجود نہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

> ’’انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظِلّ اور عکس محمّدی ہے۔ کوئی ذاتی کمال نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا۔ اور کِسی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہ رہا ہو۔‘‘

(تحذیر النّاس صفحہ ۲۹ یا ۳۰ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

ظِلّیت اور انعکاس کا یہ استنباط مولانا نے خاتم النّبیین کے معنی خاتمیّت مرتبی ہی سے کیا ہے۔ اور حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزّت وقُرب کا بجُز سچّی اور کامل

متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصِل کر ہی نہیں سکتے۔
ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظِلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔''

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پس جب بقول مولانا محمد قاسم صاحب تمام انبیاء کی نبوّت ظِلّ وعکس محمّدی ہی ہے حالانکہ وہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کے حقیقت میں اُمّتی نہ تھے۔تو جو کامِل اُمّتی ہو۔اس کی نبوّت اور اس کے کمالات تو بدرجہ اُولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ظِلّ وعکس ہوں گے۔

دُوسری آیت

سُورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے:۔

يَا بَنِیْ اٰدَمَ اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

(الاعراف ع۴ آیت ۳۶)

ترجمہ: اے بنی آدم اگر آئندہ تم میں سے تمہارے پاس رسُول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اِس آیت سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بنی آدم کو آئندہ کے لئے قرآن شریف کی اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ جب آئندہ اُن کے پاس رسُول آئیں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ اُنہیں قبول کریں۔ورنہ نجات سے محروم رہیں گے۔پس اگر

خاتم النبیّین کی آیت کی رُو سے رسُولوں کا آنا کُلیّۃً منقطع ہو چکا ہوتا تو اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ایسی ہدایت نہ دیتا کہ اگر آئندہ رسُول آئیں تو اُن کو قبول کرنا چاہئیے۔

آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ سے ظاہر ہے کہ آئندہ نبوّت پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے۔ پس یہ رسُول جن کے آئندہ آنے کا زیرِ تفسیر آیت میں ذِکر ہے اُن کے لئے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور اُمّتی ہونا پہلی آیت کی رُو سے ضروری ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کی جرح کا امرِ اوّل

مولوی خالد محمود صاحب نے اس آیت کے متعلق پہلی جرح یہ کی ہے کہ یہ

۱۔ ''ایک عالمِ اَرواح سے خطاب ہے۔''

۲۔ ''قادیانی حضرات کی انتہائی بے بسی اور بے چارگی ہے کہ مسئلہ ختم نبوّت زیرِ بحث آنے پر وہ انہی آیات کا سہارا لیتے ہیں جن میں کسی سابقہ وقت کے پچھلے نبیوں کے آنے کی خبر قرآن کریم میں حکایت کی گئی ہے۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۰ و ۱۱)

الجواب

مولوی خالد محمود صاحب کا بیان درست نہیں کہ

اِس آیت میں عالمِ اَرواح سے خطاب بطور حکایت کیا گیا ہے۔ چنانچہ زیرِ بحث آیت یَا بَنِیْ اٰدَمَ اِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ سے پہلے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے یٰــبَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ(الاعراف۳۲)یعنی اے بنی آدم ہر مسجد کے پاس یا عبادت کے وقت لباس کے ذریعہ زینت اختیار کرلیا کرو۔اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ عرب خانہ کعبہ کا تواف ننگے بدن کیا کرتے تھے۔اس لئے انہیں یہ حکم دیا گیا کہ اس وقت لباس پہن لیا کرو۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تفسیر ''**اتقان**'' میں اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

خِطَابٌ لِاَھْلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ وَلِکُلِّ مَنْ بَعْدَ ھُمْ

یعنی یہ آیت اس زمانہ کے لوگوں اور تمام بعد میں آنے والے لوگوں کو خطاب ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے:۔

کُلُوْاوَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.

(الاعراف۳۲)

یعنی تم کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں فرمایا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ''(اے نبی) کہہ و اللہ کی زینت اور پاک رزق جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے کس نے حرام کیا ہے۔ کہہ و یہ دنیا کی زندگی میں مومنوں کے لئے ہے اور قیامت کے دن صرف انہی لوگوں کے لئے ہے۔اِس طرح ہم اپنی آیات اُن لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔تُو کہہ دے میرے ربّ نے بُرے اعمال کو خواہ ظاہر

ہوں یا چُھپے ہوئے اور گناہ کو اور ناحق بغاوت کو حرام کیا ہے۔ اور اس بات کو (بھی) کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دو۔ اور اس بات کو بھی (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ پر ایسے جُھوٹے الزام لگاؤ جن کو تم نہیں جانتے۔ ہر قوم کے لئے ایک (خاتمہ) کا وقت مقرر ہے۔ پس جب وہ وقت مقرّرہ آجاتا ہے تو نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

اس کے بعد زیرِ بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"اے بنی آدم اگر آئیندہ تم میں سے تمہارے پاس رسُول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اِصلاح کر لیں گے انہیں نہ (آئیندہ کے متعلق) کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ (ماضی کے متعلق) غمگین ہوں گے۔"

پس زیرِ بحث آیت کا سیاق اس بات پر روشن دلیل ہے کہ یہ خطاب عالَمِ ارواح سے نہیں کہ عالَمِ ارواح کے واقعہ کی اس جگہ حکایت کی گئی ہو۔ بلکہ جس طرح اس سے پہلی آیات میں بنی آدم کو اس دُنیا کے عالَم میں خطاب کیا گیا ہے۔ اِسی طرح زیرِ بحث آیت کا خطاب بھی اہلِ دُنیا سے ہے نہ کہ عالَمِ ارواح سے۔

اب دیکھ لیجئے کہ احمدی اس آیت سے نبوّت کے جاری ہونے کے متعلق ناجائز سہارا لے رہے ہیں یا خود مولوی خالد محمود صاحب بے بسی کے عالَم میں یہ کہہ کر ہمارے استدلال کو ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اس آیت میں خطاب عالَمِ ارواح سے ہے اور یہ کہ اس میں پچھلے نبیوں کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس امر کا فیصلہ قارئین کرام پر ہی

چھوڑتے ہیں۔ **انصاف! انصاف!! انصاف!!!**

مولوی خالد محمود صاحب کی جرح کا امر ثانی،

دوسری بات جو مولوی خالد محمود صاحب نے ہمارے استدلال پر تنقید کی صورت میں لکھی ہے یہ ہے کہ

''اگر اس (آیت ناقل) سے مرزائی حضرات اجرائے نبوّت پر استدلال کریں گے تو کیا اس سے تشریعی نبوّت اور مستقل غیر تشریعی نبوّت ہر دو کے دروازے بھی کُھلے نظر نہ آئیں گے؟ اور ظاہر ہے کہ مرزائی حضرات کے قول کے مطابق مرزا صاحب خود بھی ایسی ہر نبوّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہیں۔''

الجواب

بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تشریعی نبوّت اور مستقل غیر تشریعی نبوّت کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بالکل منقطع جانتے ہیں۔ مگر اس آیت میں رُسُلٌ کا لفظ ''عام مخصوص بالبعض'' ہے۔ یعنی اس کے عموم کی تخصیص دُوسری آیات کر رہی ہیں۔ چنانچہ آیت **مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ** (سُورہ نساء آیت ۷۰) سے ظاہر ہے کہ آئندہ نبی وہی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہو۔ یعنی شریعتِ محمّدیہ پر قائم ہو اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّتی ہو۔ اور آیت **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** (سُورہ مائدہ آیت ۴) سے ظاہر ہے کہ شریعتِ محمّدیہ ایک کامل شریعت ہے۔ اور آیت **اِنَّا نَحْنُ**

نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر ع ۱) سے ظاہر ہے کہ شریعتِ محمّدیہ آئیندہ محفوظ رہے گی۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں۔

پس اِن آیات سے ظاہر ہے کہ آئیندہ نہ تشریعی نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی مستقل غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ بلکہ صرف اُمّتی نبی ہی آ سکتا ہے۔ اِسی لئے تو اَے خالد محمود صاحب! آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو جو آپ کے نزدیک تشریعی نبی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنے والا مانتے ہیں۔

اُصولِ فقہ میں یہ مُسلّم ہے کہ کسی نصّ کا اگر بظاہر حکم عام ہو، اور ایک دوسری نصّ اس حکم کی تخصیص کر رہی ہو تو وہ نصّ ''عام مخصوص بالبعض'' ہو جائے گی لہٰذا اُصولِ فقہ کی رُو سے اِس آیت سے تشریعی رسُول یا غیر تشریعی مستقل رسُول کی آمد کا امکان پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اُمّتی نبوّت کا اجراء ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ دُوسری آیات اس کے عموم کی مخصِّص ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا ایک مغالطہ

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ

''ان لوگوں نے عوام کو مغالطہ دینے کے لئے یہ عجیب انداز کر رکھا ہے کہ جب نبوّت خدائی رحمت ہے تو یہ بند کیوں ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں اگر غیر تشریعی نبوّت خدا کی رحمت ہے تو تشریعی نبوّت بھی کوئی زحمت نہیں آخر وہ کیوں بند ہو گئی۔ حالانکہ اس رحمت کے بند ہونے کے تم خود بھی قائل ہو۔'' (عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۲)

الجواب

مولوی خالد محمود صاحب! سُنیئے! جب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بصورت غیر تشریعی اُمّتی نبی کے آنے کے خود آپ بھی قائل ہیں۔ تو اُمّتِ محمّدیہ میں ایک نبی کی ضرورت کو آپ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب بتائیے حضرت عیسٰی کی آمدِ ثانی آپ کے نزدیک رحمت ہے یا نہیں؟ اگر رحمت ہے تو آپ اُنہیں ان کی پہلی آمد میں تو تشریعی مانتے ہیں۔ اب بتائیے اس پہلی حیثیت میں ہی آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا آنا کیوں نہیں مانتے؟ آخر آپ تشریعی نبی کی حیثیت میں اُن کا آنا اسی لئے تو نہیں مانتے کہ قرآنِ مجید کی مکمّل شریعت کے بصورت رحمت موجود ہونے کی صورت میں کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں۔ اور خدا تعالیٰ دُنیا کو ضرورت کے بغیر کوئی نئی شریعت نہیں دیتا۔ مولوی خالد محمود صاحب! کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ نئی شریعت تب ہی آتی ہے جب پہلی شریعت دُنیا کے لئے کافی نہ رہے۔ یا اس میں تحریف ہو چکی ہو۔ اور نبی غیر تشریعی صرف پہلی شریعت کی تجدید کے لئے آتا ہے۔ نیز اس وقت آتا ہے جب کہ قوم کی اصلاح ایک غیر تشریعی نبی کے بغیر محض علمائے اُمّت کے ذریعہ نہ ہو سکتی ہو۔ قرآن مجید کی شریعت چونکہ کامل شریعت ہے اور خدا تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی کر رکھا ہے۔ اس لئے شریعت کی صورت میں رحمت تو دُنیا کے پاس پہلے ہی سے موجود ہے اِس لئے کِسی نئی شریعت کا بھیجنا تحصیلِ حاصِل ہے۔

ہاں قوم کے بگاڑ کی خبر احادیثِ نبویّہ میں واضح طور سے موجود ہے چنانچہ ایک حدیث نبوی لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان ایک

وقت پہلی قوموں کی پَیروی کرنے والے ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی حدیث نبوی میں وارد ہے:۔

یَـأْتِـیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَایَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی لوگوں (مسلمانوں) پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن مجید کی تحریر باقی رہ جائے گی۔

پس جب اُمّت میں ایسی خرابیوں کی خبر دی گئی ہے تو غیر تشریعی نبی کی ضرورت تو باقی ہوئی۔ اسی لئے تو مولوی خالد محمود صاحب! آپ بھی حضرت عیسٰی نبی اللہ کے اُمّتی نبی کی حیثیت میں آمد کے قائل ہیں۔ پس جس امر کو آپ ہمارا مغالطہ قرار دیتے ہیں وہ مغالطہ تو آپ کا ہی ثابت ہوا۔ کہ آپ غیر تشریعی نبی کی آمد کے خود بھی قائل ہیں اور اسے رحمت ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم احمدی اگر اُسے رحمت قرار دے کر اس کی ضرورت ثابت کریں تو آپ اسے ہمارا مغالطہ قرار دیتے ہیں ایں چہ بوالعجبی است۔

پس جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَۃٌ لِّلعٰلَمِیْنَ قرار دیا ہے تو جس رحمت کی اُمّت کو ضرورت ہو اُس کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسدُود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اس رحمت کا دروازہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعٰلمین کے طفیل کُھلا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حق برزبان جاری

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''جس معنی میں پچھلے نبیوں کی نبوّت تھی خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی اس معنی اور مفہوم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے تھے اور اپنی نبوّت کو نئی اِصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلّغین پر لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے مطابق اس نئی قسم نبوّت کی کوئی ایک آیت پیش کرتے۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۱)

الجواب

شکر ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کو ان لوگوں کی اصطِلاح میں نہ تشریعی نبوّت کا دعویٰ ہے نہ غیر تشریعی مستقل نبوّت کا۔ اور جس جدید اصطلاح میں حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں وہ اُمّتی نبی کی اصطلاح ہے اور مولوی خالد محمود صاحب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آمدِ ثانی پر اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں۔ نہ کہ تشریعی نبی یا مستقل غیر تشریعی نبی۔ پس ہمارے اور اُن کے عقیدہ میں جب مسیح موعود کی نبوّت ایک جدید قسم کی نبوّت ہے تو پھر وہ بتائیں کہ وہ کس آیت کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آمدِ ثانی میں اُمّتی نبی مانتے ہیں۔ جو آیت وہ اس بارہ میں پیش کریں وہی اپنے مطالبہ کے جواب میں ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

تدریجی انکشاف

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر اپنی شانِ نبوّت کے بارہ میں تدریجی انکشاف ہوا۔مولوی خالد محمود صاحب نے گندہ ذہنی سے کام لیتے ہوئے اُسے قلابازیوں اور کروٹوں سے تعبیر کیا ہے اور اس بارہ میں حضرت اقدسؑ کی بعض ایسی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں سے بعض میں اپنے نبی ہونے سے انکار مذکور ہے۔اور بعض میں اقرار۔ حلانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس امر کوخود واضح فرما دیا ہے کہ جس جس جگہ آپؑ نے نبوّت سے انکار کیا ہے اس جگہ تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوّت سے انکار ہے۔ لیکن اِن معنوں سے کہ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلّے اللہ علیہ وسلم کے باطنی فیوض سے امورِ غیبیہ پر اطلاع پائی ہے اِن معنوں سے آپ نے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ ہاں اس بارہ میں آپ کے عقیدہ میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔کہ پہلے آپ خدا کی طرف سے کامل انکشاف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے متعلق نبی کے لفظ کی تاویل محدَّث کے لفظ سے فرماتے رہے کیونکہ محدَّث میں بھی ایک حد تک شانِ نبوّت پائی جاتی ہے لیکن بعد میں آپ پر انکشاف ہوگیا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے اس لئے آپ نے اپنے متعلق لفظ نبی کی تاویل محدَّث کرنا ترک کر دی۔صرف یہی ایک تبدیلی آپ کے عقیدۂ نبوّت میں ہوئی ہے۔مگر اس تبدیلی کے باوجُود تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوّت کا دعویٰ آپ نے کبھی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہی قرار دیتے رہے ہیں یا اپنی نبوّت کو ظلّی نبوّت کے نام سے موسوم فرماتے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ کسی نبی پر اس کی شانِ نبوّت کے متعلق تدریجی انکشاف ہرگز قابلِ اعتراض نہیں بلکہ درجہ میں تدریجی ترقی بھی قابلِ اعتراض نہیں۔ چنانچہ امام ربّانی حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں نبوّت کے حصُول کے دو طریق بیان کرتے ہوئے دُوسری راہ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

''راہ دیگر آنست کہ بتوسّط حصُولِ ایں کمالاتِ ولایت حصُول بہ کمالاتِ نبوّت میسّر گردد۔ راہ دوم شاہراہ است واقرب است بوصول کہ بکمالات نبوّت رسد۔ ایں راہ رفتہ است از انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام و اصحاب ایشاں بہ تبعیّت ووراثت''

(مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی جلد ا مکتوب ۳۰۱ صفحہ ۴۳۲)

ترجمہ: دوسری راہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے واسطہ سے کمالاتِ نبوّت کا حاصل کرنا میسّر ہو۔ یہ دُوسری راہ شاہراہ ہے اور کمالاتِ نبوّت تک پہنچنے میں قریب ترین راہ ہے۔ الّا ماشاءاللہ اسی راہ پر بہت سے انبیاء اور اُن کے اصحاب ان کی پَیروی اور وراثت سے چلے ہیں۔

پس جب اکثر انبیاء کو نبوّت ولایت کے مقام سے ترقی کر کے تدریجاً حاصل ہوئی تو حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام پر اپنی نبوّت کے متعلق تدرجی انکشاف کس طرح قابلِ اعتراض ہوسکتا ہے۔ اسے مولوی خالد محمود صاحب کا قلابازیاں اور کروٹیں قرار دینا اس حقیقت سے ناواقفی کا ثبوت ہے جو حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُوپر کے اقتباس میں بیان فرمائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مرتبہ کے متعلق تدریجی انکشاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق احادیثِ نبویہ میں مروی ہے کہ جب آپؐ کو پہلی بار وحی ہوئی اور فرشتہ نظر آیا تو آپؐ اقتضائے بشریّت سے خائف ہو گئے۔ اور کانپتے ہوئے گھر آئے اور گھر والوں سے کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی فَاِنِّیْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ کیونکہ میں اپنے بارہ میں ڈرتا ہوں اس پر حضرت اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو تسلّی دی اور پھر اپنے رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے آپؐ کو تسلّی دی اور بتایا کہ یہ وہی وحی ہے جو موسٰیؑ پر نازل ہوئی تھی۔ محدث ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

فَلَمَّا سَمِعَ کَلَامَہٗ اَیْقَنَ بِالْحَقِّ وَاعْتَرَفَ بِہٖ

یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کا کلام سُنا تو آپ کو حق کا یقین ہو گیا اور آپ نے اس کا اعتراف کیا۔

اس تسکین و یقین کے بعد بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے عام مخلوق میں اپنے پر اس نُزول وحی کے دعویٰ کا اعلان کرنے میں احتیاط برتی اور اس کی تبلیغ صرف اپنے دوستوں تک ہی محدود رکھی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کی آیت کا نزول ہوا تو آپ نے نزدیک کے خاندانوں میں دعوت پھیلا دی۔ **علّامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔**

”تین برس تک نہایت رازداری کے ساتھ فرضِ تبلیغ ادا کیا۔ لیکن اب آفتابِ رسالت بلند ہو چکا تھا۔ صاف حکم آیا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ تجھ کو جو حکم دیا ہے واشگاف کر دے۔“ (سیرۃ النّبی جلد اوّل صفحہ ۱۴۸)

پھر لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُریٰ وَمَنْ حَوْلَھَا کی آیت نازل ہوئی تو آپ نے ملّہ اوراس کے ارد گرد کے لوگوں میں دعوت عام کردی تو پھر اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ کَافَّةً لِلنَّاسِ اورآیت یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا نازل ہوئی تو آپؐ نے اپنے اس بلند مقام کوسمجھ لیا کہ مَیں ساری دُنیا کودعوتِ حق دینے کیلئے مامُور ہوں۔

اِسی طرح پہلے آپؐ نے فرمایا۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلیٰ موسیٰ (صحیح بخاری) کہ تُم مجھے موسیٰ سے افضل نہ کہو۔اور جب کسی نے آپؐ کو خَیْرُ النَّاسِ کہا کہ آپؐ سب لوگوں سے افضل ہیں تو آپؐ نے فرمایاذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ (صحیح مسلم) کہ یہ مقام تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ہے۔لیکن جب آپ پر آیت خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ نازل ہوئی تو آپؐ پر اپنی شان کے متعلق پورا انکشاف ہوگیا۔اوراس پر آپؐ نے فرمایا فُضِلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم) کہ مَیں چھ باتوں میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ان میں سے ایک وجہ فضیلت اپنا تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا جانا اور دوسری وجہ فضیلت خاتم النّبیین قرار دیا جانا بیان فرمائی۔آیت خاتم النّبیین آپؐ کے دعویٰ رسالت کے اٹھارہ سال بعد ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی تھی۔جس سے آپؐ انبیاء میں اپنی پوری شان اور مرتبہ سمجھ گئے۔ بلکہ آپؐ نے اس کا اعلان بھی کردیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات علمیّہ کے ظاہر ہونے سے پہلے اگر آپ پر موسیٰ علیہ السّلام یا تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل ہونے کا انکشاف کر دیا جاتا تو قوم پر اس کی قبولیت گراں گزرتی۔اس لئے قوم کی ہدایت کے مصالح کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر آپؐ کی اصل شان اور مرتبہ آپ پر تدریجاً ظاہر فرمایا۔

دشمنانِ اسلام نے جو مولوی خالد محمود صاحب کی طرح بدظنّی کا مادہ رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مرتبہ کے بارہ میں اس تدریجی انکشاف پر یہ نکتہ چینی کی ہے کہ جب تک آپ مکّہ میں رہے اپنے آپ کو رسُول کہلاتے رہے کیونکہ عرب ایک رسُول کی آمد کے منتظر تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا میں بھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ .... الخ میں ایک رسُول ہی کی آمد کی دُعا تھی۔ دلیل ان نکتہ چینوں کی یہ ہے کہ مکّی سُورتوں میں آپ کو لفظ 'رسول' سے خطاب کیا گیا ہے۔ 'نبی' کے لفظ سے خطاب نہیں کیا گیا اور جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور وہاں یہود رہتے تھے جو مطابق پیشگوئی تورات موسیٰ کی مانند ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ اِس لئے آپؐ نے وہاں نبی کہلانا شروع کیا چنانچہ مدنی سُورتوں میں ہی آپ کو یَا اَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر خطاب کیا گیا۔ وہ یہی اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ سب کچھ سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے ماتحت تھا۔

حالانکہ اُن کا یہ اعتراض سراسر بدظنّی پر مبنی ہے کیونکہ قرآن مجید کی سُورۃ اعراف میں جو مکّی سُورۃ ہے آپؐ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیتِ کریمہ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاتِ وَالْاِنْجِيْلِ میں "الرَّسُوْل" کے علاوہ تورات وانجیل میں موعود "النَّبِي" کی پیشگوئی کا مصداق بھی قرار دے دیا گیا تھا۔ البتہ خاتم النّبیّین ہونے کا انکشاف آپؐ پر ضرور دعویٰ رسالت کے اٹھارہ سال بعد ہؤا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر احکام بھی تدریجاً نازل فرمائے ہیں۔ تاکہ تمام اوامر ونواہی کا قوم پر یکدم بوجھ نہ پڑ جائے۔ اور اس پر ان کی تعمیل شاق اور گراں نہ ہو۔ مگر اوامر ونواہی کے تدریجاً نزول کی اس حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کج طبع اور بدظنّی کا مادہ

رکھنے والوں نے اعتراض کر دیا کہ قرآن مجید سارے کا سارا یکدم کیوں نازل نہیں ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفّار کے اس اعتراض کا خود ان الفاظ میں ذکر کر کے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا وَّ نَصِیْرًا. وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِیْلاً.

(الفرقان آیت ۳۲۔۳۳ ع ۳)

ترجمہ: اور ہم نے اسی طرح مُجرموں میں سے سب نبیوں کے دُشمن بنائے ہیں اور تیرا ربّ ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لحاظ سے کافی ہے اور کافروں نے کہا کیوں نہ قرآن اس (نبی) پر ایک ہی دفعہ نازل کر دیا گیا۔ بات اسی طرح ہے (کہ یکدم نازل نہیں کیا گیا) وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم (تدریجًا نازل کرنے سے) اس کے ذریعہ تیرے دِل کو مضبُوط کرتے رہیں اور ہم نے اس کو نہایت عمدہ بنایا ہے۔

حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السَّلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بُلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کر سکتے۔ اِسی طرح ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم پر جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارہ

میں وحی نازل نہ ہوتی تھی تب تک اہلِ کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے۔اور بروقت نزولِ وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔''

(روحانی خزائن جلد ص ۱۹۷، ازالہ اوہام حصہ اول)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اپنے دعویٰ نبوّت کے متعلق یہی صورت پیش آئی ہے۔ علماءِ اسلام کے نزدیک اسلام میں (معروف) تعریف نبوّت یہ تھی:۔

''اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسُول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسُوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمّت نہیں کہلاتے۔اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خُدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔''

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

اِس لئے گو خُدا تعالیٰ نے آپ کو الہامات میں نبی اور رسُول کہا تھا۔مگر آپ نبوّت کی اس تعریف کو جامع مانع سمجھتے ہوئے نبوّت کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ تعریف نبوّت تحریر کر کے آپؑ نے صاف لکھ دیا:۔

''ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسُول بجُز محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں۔اور قرآن کریم خاتم الکتب ہے۔''

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو اپنے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسُول قرار دیا جانے سے انکار نہیں تھا۔ البتہ آپ نے اس معروف تعریف کے ماتحت نبی اور رسُول ہونے سے انکار کیا اور اپنے تئیں جزئی نبی بمعنی مُحدَّث قرار دیا کیونکہ محدثیت نبوّت سے شدید مشابہت رکھتی ہے۔

لیکن ۱۹۰۱ء میں آپ پر انکشاف ہو گیا کہ آپ صریح طور پر نبی ہیں تو آپ نے اپنی نبوّت کی تاویل محدّث اور جُزئی نبی کے لفظ سے کرنا ترک فرما دی۔ کیونکہ آپ پر منکشف ہو گیا تھا کہ تمام انبیاء رسُولوں کو **نبی** کا نام صرف **مصفّٰی غیب** پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بکثرت اطلاع دی جانے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اور نبی کے لئے یہ شرط نہیں کہ شریعت یا احکامِ جدیدہ لائے یا کسی دُوسرے نبی کا اُمّتی نہ ہو۔ بلکہ ایک اُمّتی بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیّہ مشتمل بر اُمورِ غیبیہ کثیرہ کی وجہ سے **نبی** ہوسکتا ہے۔ ہاں **خاتم الانبیاء** کے ظہور کے بعد اب اس نعمت کے پانے کے لئے آپ کی پَیروی شرط ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''اور وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اُن سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجُز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اُس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجُز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے، جس کی مُہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷، ۲۸)

پس حضرت اقدس کے عقیدہ نبوّت میں تبدیلی صرف ایک تاویل کی تبدیلی ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنے آپ کو محدّث کی تاویل کے ساتھ اُمّتی نبی کہتے تھے۔ اور بعد میں آپ نے محدّث کی تاویل کے ساتھ اپنے آپ کو اُمّتی نبی نہیں کہا بلکہ اُمّتی نبی ہونے میں اپنی شان اور مقام محدثینِ اُمّت سے بالا قرار دی۔ اور آپ کو محض **محدّث** قرار دینا درست نہیں سمجھا۔ چنانچہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اگر بروزی معنوں کے رُو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسُول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ**۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کے رُو سے مجھے نبوّت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اِسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو مَیں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہار امرِ غیب نہیں ہے مگر نبوّت کے معنے اظہار امرِ غیب ہے۔''

اس تاویل کی تبدیلی کے باوجُود چونکہ آپ کی نبوّت کی کیفیت شروع دعویٰ سے یہ تھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اہم اُمورِ غیبیہ پر بکثرت اطلاع دیا جانے کی وجہ سے نبی کا نام دیا ہے اور مامُور ہونے کی وجہ سے رسُول قرار دیا ہے مگر بغیر شریعتِ جدیدہ کے، اس لئے کیفیت کے لحاظ سے آپ کے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اِسی لئے ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں آپ نے لکھا:۔

''جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان

معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔
اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے
رسُول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس
کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے **رسُول اور نبی ہُوں مگر**
بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی
انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کر کے
پُکارا ہے۔ سواب بھی مَیں ان معنوں سے نبی اور رسُول ہونے سے
انکار نہیں کرتا۔''

اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ معنوی طور پر حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے اُمّتی نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اگر آپ نے نبوّت سے انکار کیا ہے تو مستقل شریعت لانے والا یا مستقل (یعنی براہِ راست بغیر پَیروی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے) نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ پس جس نبوّت کا آپ انکار کرتے ہیں اور جسے خاتم الانبیاءؐ کی ختمِ نبوّت کے منافی یقین کرتے رہے ہیں، وہ صرف تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوّت ہے۔ غیر تشریعی اُمّتی نبی ہونے سے معنوی طور پر آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ لہٰذا جو تبدیلی انکشاف جدید سے واقع ہوئی، وہ نبوّت کی اس تاویل میں ہے کہ آپ اُمّتی نبی بمعنی مُحدَّث ہیں۔ اس تبدیلی کی فرع یہ ہے کہ جب تک حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام اپنے آپ کو اُمّتی نبی بمعنی مُحدَّث قرار دیتے رہے اُس وقت اگر آپ پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے آپ کے افضل ہونے کا کوئی الہام نازل ہوتا تو آپ اس کی تاویل جُزئی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن جب آپ کو صریح طور پر نبی کہلانے کا مستحق ہونے کا انکشاف ہو گیا تو اس وقت آپ پر

جب یہ الہام ہوا کہ مسیحِ محمّدی مسیحِ مُوسوی سے افضل ہے تو آپ نے اس کی تاویل جُزئی فضیلت نہیں کی بلکہ یہ تحریر فرمایا کہ

''خدا نے اِس اُمّت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''

(کشتی نوح۔دافع البلاء۔ریویو جلد اوّل)

پس حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے عقیدۂ نبوّت میں یہی ایک تبدیلی اپنی نبوّت کے مرتبہ اور شان کے متعلق ہوئی ہے۔اور مولوی خالد محمود صاحب کا آپ کے عقیدۂ نبوّت میں پانچ تبدیلیاں قرار دینا سراسر باطل ہے۔

خالد محمود صاحب کے حضرت مسیح موعودؑ کی عبارتوں کے متعلق مغالطات کا جواب

خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامّۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعض عبارات پیش کر کے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے اپنی نبوّت کے متعلق پانچ تبدیلیاں کی ہیں۔ چنانچہ وہ عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۹،۲۰ پر ازالہ اوہام کی دو عبارتیں پیش کرتے ہیں۔پہلی عبارت یہ ہے کہ

''قرآن کریم بعد خاتم النّبیّین کے کسی رسُول کا آنا جائز قرار نہیں دیتا خواہ وہ رسُول نیا ہو یا پُرانا۔ کیونکہ رسُول کو علم دین بتوسّط جبریل ملتا ہے اور بابِ نُزول بہ پیرایۂ وحی رسالت مسدُود ہے۔'' (ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۱)

اِس عبارت میں علمِ دین سے مُراد شریعت کے وہ اوامر ونواہی ہیں جو بتوسّط جبریل ایک مستقل تشریعی نبی پر نازل ہوں۔ ایسی وحی رسالت کا دروازہ ہی آپ نے مسدُود قرار دیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت پر جو تشریحی نوٹ لکھا ہے اس میں اُنہیں مسلّم ہے کہ:۔

''مرزا صاحب کی یہ عبارت اس سیاق وسباق میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فوت ہو چکے ہیں اور اُن کا قُرب قیامت میں نُزول فرمانا عقیدہ ختم نبوّت کے خلاف ہے۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۱۹)

مولوی خالد محمود صاحب کا یہ بیان درست ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مسلمانوں کے نزدیک بالعموم تشریعی نبی خیال کئے جاتے ہیں جیسا کہ خود خالد محمود صاحب کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ وہ انجیل کو شریعت کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اِس لئے حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے اُن کی آمدِ ثانی کو آیت خاتم النّبیّین کے رُو سے جائز قرار نہیں دیا۔ اِسی طرح کسی نئے مستقل یا تشریعی نبی کا آنا بھی آپ نے ہمیشہ آیت خاتم النّبیّین کے منافی قرار دیا ہے۔ ورنہ اس عبارت کے یہ معنی نہیں کہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کسی رنگ میں بھی اس وقت اپنے آپ کو نبی قرار نہیں دیتے تھے۔ مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں اُنہیں صاف مسلّم ہے کہ

''مرزا صاحب نے جب ازالہ اوہام لکھی تو اس وقت بھی وہ اپنے دعویٰ میں مرسل یزدانی اور مامور رحمانی تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے سرورق پر یہ

الفاظ اب بھی لکھے ہوئے ہیں اور صفحہ ۸۷۴ پر مسیح الزّمان وغیرہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔''

(عقیدۃ الامّۃ حاشیہ صفحہ ۱۹)

ان کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ میں بھی اپنے آپ کو مرسلین میں شمار کرتے تھے۔ پس خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ نے ایسے مرسل ہی کا آنا ناجائز قرار دیا ہے جو تشریعی رسالت کا مدّعی ہو۔ جُزئی نبی یا رسُول کا آنا اس وقت آپ نے ممتنع قرار نہیں دیا۔ بلکہ ازالہ اوہام میں صاف لکھا ہے:۔

''اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابنِ مریم اپنے نزول کے وقت کامِل طور پر اُمّتی ہوگا تو پھر وہ باوجود اُمّتی ہونے کے کسی طرح رسُول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رسُول اور اُمّتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النّبیّین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دُوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ **ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃِ نبوّت محمّدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوّت تامّہ نہیں رکھتا جس کو دُوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسُول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جُزکُل میں داخل میں ہوتی ہے۔** لیکن مسیح ابنِ مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس پر جبریل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح اُمّتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس پر وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل

ہو گی۔‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷)

ہاں حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ ان تحریرات میں آپ اپنے آپ کو ایک جُزوی نبی قرار دیتے رہے ہیں مگر محدّث کے معنوں میں جو کامِل اُمّتی ہوتا ہے اور ایک حد تک شانِ نبوّت بھی رکھتا ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد آپ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ ہیں تو اُمّتی نبی مگر آپ کا مقام نبوّت میں محدّث سے بالا تر ہے۔ یہ تبدیلی حضرت مرزا صاحبؑ کے عقیدہ نبوت میں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے۔ اور مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک بھی۔ مگر اس تبدیلی کے بعد بھی آپ نے تا دمِ آخر کبھی مستقل یا تشریعی نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

مولوی خالد محمود صاحب نے دُوسری عبارت ازالہ اوہام سے یہ پیش کی ہے کہ

’’یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیّین کے بعد پھر جبریل علیہ السّلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے اور **ایک نئی کتاب اللہ** گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے۔ جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۲)

مولوی خالد محمود صاحب اس عبارت کا مفہوم یہ بتاتے ہیں:۔

’’کِسی غیر تشریعی نبوّت کا دروازہ بھی ہرگز کُھلا ہوا نہیں۔‘‘

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۲۰)

واضح ہو کہ اس عبارت کا یہ مفہوم درست نہیں بلکہ یہ عبارت بھی حضرت عیسیٰ علیہ

السّلام کی دوبارہ آمد کو محال ثابت کرنے کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے نزدیک وہ تشریعی نبی ہیں لہذا اگر وہ دوبارہ آئیں اور اُن پر گو قرآن مجید کا ہی دوبارہ نزول ہو تو اس سے ایک نئی کتاب اللہ (نئی کتاب شریعت) کا آنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مستقل نبی پر جو اوامر و نواہی نازل ہوں گے وہ بھی مستقل شریعت کا حکم رکھیں گے جیسے کہ قرآن مجید میں نازل شدہ سابقہ شریعتوں کے احکام جو قرآن مجید میں قائم رکھے گئے ہیں مستقل وحی نبوّت کی حیثیت ہی رکھتے ہیں۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا جنہیں مسلمان مستقل تشریعی نبی تسلیم کرتے ہیں اس حیثیت میں آنا مستلزم محال ہے کہ اُن پر قرآن مجید کے اوامر و نواہی نازل ہوں۔ کیونکہ یہ امر ایک نئی کتاب اللہ نازل ہونے کے مترادف ہوگا۔ اور تشریعی نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آیت خاتم النّبیین کی موجودگی میں جائز نہیں۔ ہاں اُمّتی نبی پر اگر کوئی قرآنی حکم یا نہی دوبارہ نازل ہو تو اس کا تشریعی نبی ہونا لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ مستقل نبی نہیں بلکہ ان اوامر و نواہی کا نزول بطور تجدید دین کے ہوگا کیونکہ اُمّتی نبی تشریعی نبی اور مستقل نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ تجدیدِ دین کے لئے ہی مامُور ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مولوی خالد محمود صاحب نے رسالہ دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ

> ”ختمیتِ نبوّت یعنی یہ کہ سِلسلہ خلافت محمدیہ میں اب کوئی بھی نیا یا پُرانا زندہ موجود نہیں۔ اور تمام سلاسل نبوتوں بنی اسرائیل کے ہمارے حضرت پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب کوئی نبی نیا یا پُرانا بطور خلافت کے بھی نہیں آ سکتا۔“

دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی اس عبارت میں بھی حضرت مرزا صاحب نے نئے یا پُرانے

تشریعی نبی یا مستقل نبی کے لئے ہی سِلسلہ خلافت محمدیہ میں آنا ممتنع قرار دیا ہے کیونکہ اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر آپ اپنے آپ کو خدا کا رسُول قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دُنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا **کیونکہ یہ اس کے رسُول کا تختگاہ ہے**۔ اور تمام اُمّتوں کے لئے نشان ہے۔''

اور صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

''سچّا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا **رسُول** بھیجا۔''

(دافع البلاء صفحہ ۱۰)

تعجب ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی عبارت تو اِس بات کے ثبوت میں پیش کی ہے کہ بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کسی نئے یا پُرانے نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے مگر آگے چل کر عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۲۴، ۲۵ پر اُنہوں نے دافع البلاء کے صفحہ ۱۹ سے پہلے صفحہ ۹ و ۱۰ کی یہ مذکورہ بالا عبارتیں آپ کے عقیدہ میں پہلی تبدیلی کے ثبوت میں پیش کر دی ہیں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

قارئین کرام خود غور فرمالیں کہ کیا مولوی خالد محمود صاحب نے ایسا کرنے میں تقویٰ اور دیانت داری کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ حضرت مرزا صاحب جب اسی کتاب کے صفحہ ۹، ۱۰ پر اپنے آپ کو خدا کا رسُول قرار دے رہے ہیں تو صفحہ ۱۹ کی عبارت کا پھر یہ مفہوم کیسے لیا جا سکتا ہے کہ ہر پہلو سے نبی کے آنے کو سلسلہ خلافت محمدیّہ میں ممتنع قرار دیا گیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ صفحہ ۱۹ کی عبارت میں تشریعی اور مستقل نبی اور رسُول کے آنے کو ہی سِلسلہ

خلافت محمّدیہ میں ممتنع قرار دیا گیا ہے نہ کہ اُمّتی رسُول کے آنے کو۔

یہی حال اُن کی باقی پیش کردہ عبارتوں کا ہے ان میں بھی تشریعی اور مستقلہ نبوّت کو ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم قرار دیا گیا ہے اور خود ایسی ہی نبوّت کے دعویٰ سے انکار کیا ہے۔ ان عبارتوں میں بھی اور اس کے بعد کی تمام تحریروں میں بھی جو تادمِ واپسیں آپ نے تحریر فرمائیں۔ ان میں کسی تحریر میں بھی مستقل یا تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ایک پلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہی قرار دیا ہے اور مولوی خالد محمود صاحب کو یہ مسلّم ہے کہ یہ ایک جدید قسم کی نبوّت ہے جس کے حامل ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اپنی آمدِ ثانی میں ہوں گے۔

تبدیلی عقیدہ کا ثبُوت

مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۲ تا ۲۴ پر جو عبارتیں درج کی ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ ’’مَیں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبی رکھا ہے۔‘‘ (نزول المسیح صفحہ ۴)

’’مَیں رسُول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے۔ وہ آئینہ ہوں جس میں محمّدی شکل اور محمّدی نبوّت کا کامل انعکاس ہے۔‘‘

(حاشیہ نزول المسیح صفحہ ۴)

اس کا پہلا حصّہ جو مولوی خالد محمود صاحب نے حذف کر دیا ہے یہ ہے کہ

’’ مَیں نبی اَور رسُول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور

نئے نام سے۔‘‘

۲۔’’اب بُجز محمّدی نبوّت کے سب نبوتیں بند ہیں۔**شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔‘‘**

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

’’میرے نزدیک نبی اُسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی وبکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو **اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔‘‘**

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۶)

۳۔’’اِس اُمّت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور **ایک وہ بھی جو اُمتی بھی نبی بھی۔‘‘**

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

’’خدا کی مُہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ **ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔‘‘**

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶)

۴۔’’ہمارا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی اُمّت کا **ایک فرد نبی ہوسکتا ہے** اور عیسٰی کہلا سکتا ہے **حالانکہ وہ اُمّتی ہے۔‘‘**

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸۹)

’’یہ ظاہر کیا ہے کہ مَیں **اُمّتی بھی ہوں اور نبی بھی‘‘**

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸۹)

۵۔ ’’اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اس کو جُزوی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی **اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی۔‘‘**

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

’’مَیں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی بھی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

ان حوالہ جات میں بیشک آپ کے عقیدہ نبوت میں ایک تبدیلی کا ذِکر ہے۔ اور وہ صرف یہ ہے کہ آپ نے اپنے متعلق اپنی وحی میں وارد لفظ نبی اور رسول کی تاویل اس زمانہ میں محدَّث کے لفظ سے کرنا خدا کی وحی کے ماتحت ترک کر دی۔ اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ کسی مامُور من اللہ پر اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف ہرگز قابلِ اعتراض امر نہیں۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف ہوا ہے۔ اور پھر کئی انبیاء پر پہلے ولایت کا مقام حاصِل کرنے کے بعد اپنے نبی ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم مجدّد الف ثانی علیہ الرحمتہ کی عبارت پہلے پیش کر چکے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا بیجا تعجّب

مولوی خالد محمود صاحب اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تعجب اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے اس صریح اقرار کے بعد مرزا صاحب کو یہ کہنے کی کس طرح جرأت ہوئی ....رسُول اور نبی ہوں مگر بغیر شریعت کے............اس طرح کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا...........میرا یہ قول کہ من نیستم رسُول دنیاوردہ ام کتاب اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ مَیں صاحب شریعت نہیں ہوں۔''

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۸)

افسوس ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے اس مقام کی پوری عبارت کو نقل نہیں کیا ورنہ اُن کے تعجب کے بیجا ہونے کی حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی۔ یہ عبارت رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی ہے۔ یہ پُوری عبارت یُوں ہے:۔

''جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسُولِ مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسُول اور نبی ہُوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کر کے پُکارا ہے۔ سو اب

بھی ان معنوں سے مَیں نبی اور رسُول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔‘‘

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام اس عبارت میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ نے اپنے رسُولِ مقتداء حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے علمِ غیب پایا ہے معنوی طور پر اُمّتی نبی ہونے کا ہی دعویٰ ہے۔ دعویٰ کی اس کیفیت اور اس کی بناء پر خدا کی طرف سے نبی اور رسُول کا نام دیا جانے سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ اسی رسالہ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کے آغاز ہی میں براہین احمدیہ میں جسے شائع ہوئے ۱۹۰۱ء سے پہلے کافی عرصہ گزر چُکا تھا، ایسے الہامات موجود ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول کہا گیا تھا۔ ہاں ۱۹۰۱ء سے پہلے زمانہ میں آپ اس نبی اور رسُول کی تاویل محدّث کیا کرتے تھے۔ لیکن رسالہ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کے زمانہ (۱۹۰۱ء) سے آپ نے اس تاویل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ اس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

’’اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پُکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو مَیں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے۔ مگر نبوّت کے معنی اظہار امرِ غیب ہے۔.......... اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ .... مَیں اپنے متعلق نبی اور رسُول ہونے سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے میرے یہ نام رکھے ہیں تو مَیں کیونکر ردّ کر دُوں۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۷، ۱۸)

’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کی یہ عبارت مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶ پر

خود پیش کی ہے۔ پس حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے عقیدہ دربارہ نبوت میں صرف یہی ایک تبدیلی ہوئی ہے کہ پہلے آپ معروف اصطلاحِ نبوّت کے مطابق نبی کے لئے اُمّتی نہ ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن بعد میں جب آپ پر انکشاف ہوگیا کہ نبی کیلئے اُمّتی نہ ہونا ضروری شرط نہیں بلکہ ایک اُمّتی بھی نبی ہوسکتا ہے تو اس وقت آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسُول کی یہ تاویل کرنا ترک فرمادی کہ آپ ایک مُحدَّث ہیں جو کامل اُمّتی ہوتا ہے اور جُزوی طور پر نبی بھی۔

عجیب بات ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے اِس عبارت کو ختمِ نبوّت میں دُوسرا انحراف قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ عبارت اسی اشتہار کی ہے جس میں آپ نے نبی بمعنی مُحدَّث کہلانے سے انکار کیا ہے۔ جس کا ذکر عقیدۃ الامتہ کے صفحہ ۲۲ سے ۲۴ تک کی عبارتوں میں ہے جو ہم قبل ازیں عقیدۃ الامتہ سے بتمام وکمال نقل کر چکے ہیں۔ پس یہ کیسی دیانتداری ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اس عبارت کو ایک دُوسری مزعُوم تبدیلی کے ذکر میں پیش کررہے ہیں۔ حالانکہ حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ کے عقیدہ نبوّت میں صرف ایک ہی تبدیلی ہوئی ہے نہ کہ بقول مولوی صاحب موصوف پانچ تبدیلیاں جنہیں وہ پانچ کروٹیں قرار دیتے ہیں۔

آپ کے عقیدہ نبوّت میں دُوسری تبدیلی قرار دینے کے لئے مولوی خالد محمود صاحب نے اُوپر کی عبارت کے علاوہ حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی ذیل کی عبارتیں پیش کی ہیں:۔

۱۔ ”سچّا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسُول بھیجا۔“

(دافع البلاء صفحہ ۱۰)

۲۔ ”خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دُنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے

رسُول کا تخت گاہ ہے اور تمام اُمتّوں کے لئے نشان ہے۔''

(دافع البلاء صفحہ ۹)

۳۔''اور مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اُس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پُکارا ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۴۔''یہ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ اور یہ دعویٰ اُمّتِ محمّدیّہ میں سے آج تک کسی اَور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔''

(تتمّہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۵۔''پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

۶۔اس نمبر میں خالد محمود صاحب نے تین شعر نزول المسیح سے ردّ و بدل کے ساتھ پیش کر کے غلط تاثّر دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کے پیش کردہ شعر یہ ہیں:۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم زکسے

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں — ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

آنچہ دادست ہر نبی را جام — داد آں جام رامرا بتمام

اس ترتیب میں دوسرا شعر یہ تأثر پیدا کر رہا ہے کہ **حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو کسی نبی سے بھی کم درجہ کا نہیں سمجھتے۔ لیکن نظم کی اصل ترتیب**

میں دُوسرا شعراس محل پر موجود نہیں۔ بلکہ ترتیب یوں ہے:۔

آنچہ دادست ہر نبی راجام　　داد آں جام رامرا بتمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　من بعرفاں نہ کمترم زکسے

آں یقینے کہ بُود عیسیٰ را　　برکلام کہ شُد برو القاء

واں یقین کلیم بر تورات　　واں یقینہائے سیّد السّادات

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں　　ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

اس ترتیب میں آخری شعر میں یہ بتا رہے ہیں کہ مجھے اپنی وحی کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایسا ہی یقین حاصل ہے جیسا کہ تمام انبیاء کو۔ لیکن خالد محمود صاحب نے ترتیب بدل کر خطرناک تحریف سے کام لیتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف یہ غلط تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ اپنے آپ کو سب نبیوں سے درجہ میں برابر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے صرف یہ کہا ہے کہ آپ عرفانِ الٰہی اور اپنی وحی پر یقین رکھنے میں کسی دوسرے نبی سے کم نہیں۔

۷۔ ''انہیں اُمور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو مَیں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔''

(تبلیغِ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳)

۸۔ ''ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبّت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ گے۔ اب کیا تم

خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲)

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات میں کسی دوسری تبدیلی کا ذکر نہیں بلکہ یہ صرف پہلی تبدیلی کا ہی ثبوت ہیں۔ چنانچہ ان عبارتوں میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو کسی جگہ بھی تشریعی یا مستقل نبی قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان سب کتابوں میں جن کے حوالہ جات مولوی خالد محمود صاحب نے دیئے ہیں آپ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّتی بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی ہی کی عبارت خود خالد محمود صاحب قبل ازیں پیش کر چکے ہیں۔اس میں صاف مذکور ہے کہ:۔

’’اس اُمّت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پَیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔‘‘

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۔عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۲۳)

پس اُوپر کی عبارتوں کو کسی دوسری تبدیلی پر محمول کرنا محض غلط بیانی اور مغالطہ دہی ہے۔

پھر مولوی خالد محمود صاحب نے بزعمِ خود تیسری تبدیلی کے ثبوت میں ذیل کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ چنانچہ وہ صاحب الشریعت ہونے کے دعویٰ کے عنوان کے تحت پہلے تریاق القلوب کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:۔

’’یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔لیکن صاحبِ شریعت ہونے کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں

گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔‘‘

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ)

اس عبارت کو مولوی خالد محمود صاحب منطقی لحاظ سے کُبریٰ قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد ذیل کی عبارتوں کو صُغریٰ قرار دیتے ہیں:۔

۱۔ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔‘‘

اس عبارت میں کامل مسلمان ہونے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ علی الاطلاق مُسلمان ہونے کی۔

۲۔ ’’ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامُور اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنّمی ہے۔‘‘

(انجام آتھم صفحہ ٦٢)

دشمن کو جہنّمی قرار دیا ہے نہ کہ محض اختلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کو جس پر خدا کے نزدیک اتمامِ حجت نہ ہوا ہو۔

۳۔ ’’کُفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کُفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسُول نہیں مانتا (یعنی تشریعی نبی اور اس کی شریعت کا مُنکر ہے۔ ناقل) اور دُوسرے یہ کُفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمامِ حجت کے جُھوٹا جانتا ہے۔‘‘

اس کے آگے کی ایک ضروری عبارت چھوڑ کر خالد محمود صاحب یہ فقرہ نقل کرتے ہیں:۔

''اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کُفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اِن عبارتوں کو صُغریٰ قرار دے کر خالد محمود نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ کر اپنے تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۲۷)

یہ نتیجہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ نہ ہی تریاق القلوب میں کسی جگہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی کی کسی عبارت میں تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر مولوی خالد محمود صاحب یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں تو تریاق القلوب یا انجامِ آتھم یا حقیقۃ الوحی سے کوئی عبارت اس تصریح کے ساتھ پیش کریں کہ مَیں تشریعی نبی ہوں۔ انجام آتھم میں تو آپ صاف لکھتے ہیں:۔

''الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسُول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔''

(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۶)

اورحقیقۃ الوحی میں بار بار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمّتی ۔

تریاق القلوب میں آپ نے سچ فرمایا ہے:۔

''اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر قرار دینا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔''

گویا تشریعی نبی ہوتے ہیں۔اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تشریعی نبوّت کے انکار کو کُفر کی قسم اوّل قرار دیا ہے اور اپنے انکار کو قسم دوم۔ پس آپ کا انکار تشریعی نبی کے انکار کی طرح کُفر قسم اوّل نہ ہوُا۔ جب ایک امر کی دو قسمیں قرار دی جائیں تو وہ دونوں قسمیں حقیقت میں ایک قسم نہیں ہوتیں۔ان کو ایک قسم کسی اَور جہت سے ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ایک شئی کی دو قسمیں ہمیشہ ایک دوسرے سے تبائین اور اختلاف رکھتی ہیں۔ وہ ایک صرف اس لحاظ سے تو قرار دی جاسکتی ہیں کہ دونوں کی جنس ایک ہے لیکن نوع میں وہ ایک ہی قرار نہیں دی جاسکتیں۔ پس ان دونوں کو ایک قسم اس جہت سے تو قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں کُفر مطلق کو اپنے ساتھ جمع رکھتی ہیں۔لیکن حقیقت میں وہ ایک دوسری سے الگ الگ ہیں۔ایک قسم نہیں۔

پس مولوی خالد محمود صاحب کے کُبریٰ کا مفہوم حقیقۃ الوحی کی عبارت کے پیش نظر یہ ہے کہ تشریعی نبی کے انکار سے جو کُفر پیدا ہوتا ہے وہ قسم اوّل ہے اور صغریٰ کے تحت درج کی جانے والی حقیقۃ الوحی کی عبارت چونکہ مسیح موعود کے انکار و تکذیب کو دوسری قسم کا کُفر قرار دیتی ہے۔اس لئے یہ نتیجہ صریحًا باطل اور مغالطہ ہے کہ مسیح موعود کا کُفر حقیقت میں کفر قسم اوّل میں داخل ہے۔ اِس لئے آپ تشریعی نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ مسیح موعود کا انکار تو کُفر قسم دوم ہی ہے نہ کہ کُفر قسم اوّل۔ جو تشریعی نبی کے انکار کو

لازم ہوتا ہے۔

پس دراصل صغریٰ بنے گا

''تشریعی نبی کا انکار کُفر قسم اوّل ہے''

اور کبریٰ بنے گا

''مسیح موعود کا انکار کُفر قسم اوّل نہیں''

اور نتیجہ نکلے گا

مسیح موعود تشریعی نبی نہیں

فتدبّروا یَا اُولی الالبَاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جو حوالجات منکرین مسیح موعود کے کُفر کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۷، ۲۸ پر نقل کئے ہیں اُن کی تشریح دوسری جگہ آپؓ کے اپنے بیانات میں موجود ہے کہ آپ کسی مسلمان کو بھی جو مسیح موعود کا منکر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا منکر قرار نہیں دیتے اور دائرہ اسلام سے خارج کے الفاظ کی تحقیقاتی کمیشن کے سامنے خود یہ تشریح فرمائی کہ آپ کا مذہب ''مفردات راغب'' کے مطابق ہے جس میں اسلام کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک دون الایمان ایک فوق الایمان۔ اور نیز اس حدیث نبوی کے مطابق ہے کہ **مَنْ مَشیٰ مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَام** (مشکوٰۃ) کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلا کہ اُسے قوّت دے اور وہ جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ جس طرح یہ قول تغلیظاً ہے کیونکہ بظاہر ایسا شخص مسلمان ہی رہتا ہے ویسے ہی مسیح موعود کے مُنکر مسلمان آپ کے نزدیک ملّتِ اِسلام سے خارج نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کو ''تشریعی نبی'' دکھانے کے لئے تیسری تبدیلی کے ذیل میں ہی آپ کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ

''اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمّت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ **پس اِس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں**۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔''

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

واضح ہو کہ اربعین ۱۹۰۰ء کی کتاب ہے جبکہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ اپنے آپ کو اُمّتی نبی بمعنی محدَّث قرار دیتے تھے۔ اور ابھی اپنے عقیدۂ نبوّت میں آپؑ نے کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اور نبی اور رسُول کے اصطِلاحی معنے یہ قرار دیتے تھے کہ وہ کامل شریعت یا احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔ یا کِسی دُوسرے نبی کے اُمّتی نہیں کہلاتے اور بلا استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مکتوب ۷/اگست ۱۸۹۹ء) اور یہ تعریف لکھنے کے بعد لوگوں کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے کہ آپ اِس معروف اصطِلاح میں اسی نبوّت کے مدّعی ہیں۔ آگے لکھا ہے:۔

''ہوشیار رہنا چاہئیے کہ اس جگہ یہی معنے نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجُز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجُز اسلام کے نہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلّے اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور

قرآن مجید خاتم الکُتب۔‘‘

’’اربعین‘‘ کی عبارت مخالفین کے سامنے بطور حجّتِ ملزمہ کے پیش کی گئی ہے اور اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ. (الحاقہ آیت ۴۵-۴۷) صرف صاحب شریعت مدّعی کے لئے معیار ہوسکتا ہے۔ وہ جُھوٹا دعویٰ کر کے تیئیس ۲۳ سال مہلت نہیں پاتا۔ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے افتراء کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ پھر الزامی رنگ میں فرمایا ہے کہ جس امر کو تم شریعت کہتے ہو وہ اوامر ونواہی ہی ہوتے ہیں۔ اور میرے الہامات میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ لہٰذا تم لوگوں پر میرا ماننا اس معیار کی رُو سے اپنے تسلیم کردہ قاعدہ کے مطابق بھی حُجت ہوا۔ مگر اربعین میں ہی حضور نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ آپ پر جو الہامات قرآنی الفاظ میں بطور امر و نہی نازل ہوئے ہیں وہ صرف تجدید دین اور بیانِ شریعت کے طور پر نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون میں اربعین نمبر ۴ صفحہ ۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

> ’’ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربّانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید دین کے طور پر کسی اَور مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے کہ جُھوٹ نہ بولو۔ جُھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔‘‘

پس آپ کی وحی میں جو امر و نہی نازل ہوئے ان کی حیثیت کسی الگ شریعت جدیدہ کی نہیں بلکہ ان کی حیثیت بیانِ شریعت کی ہے۔ شریعت جدیدہ آپ کے نزدیک قرآن مجید

ہی ہے۔ جو ربّانی کتابوں کا خاتم ہے۔

پس بیانِ شریعت کے طور پر پہلی شریعت کے اوامر و نواہی کا کسی مجدّدِ اسلام پر نازل ہونا گو وہ اُمّتی نبی ہو صرف تجدیدِ دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اربعین میں ہی صاف لکھ دیا ہے:۔

''میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔''

پس اسلام کی تجدید کرنے والا اس طرح تو صاحب شریعت ہوتا ہے کہ اس پر پہلی شریعت کے بعض ضروری احکام بطور تجدید دین کے نازل ہوں۔ لیکن صاحب شریعت مستقل نبی یا تشریعی نبی یا مستقلہ شریعت رکھنے والا نبی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کے واسطہ سے صاحبِ شریعت ہوتا ہے اور اگر وہ نبی بھی ہو تو ایک پہلو سے ضرور اُمّتی بھی ہوتا ہے۔ پس اُمّتی نبی پر قرآن مجید کی پیروی اور اتباع کے واسطہ سے بعض قرآنی اوامر نواہی کا نزول جن پر عمل اس کے زمانہ میں از بس ضروری ہو اُسے تشریعی نبی نہیں بنا دیتا۔ تشریعی نبی کے لئے حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ الگ کتاب شریعت اور احکام جدیدہ کا لانا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''خوب یاد رکھنا چاہئیے کہ نبوّت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدُود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسُوخ کرے یا اس کی پَیروی معطّل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔'' (الوصیت صفحہ ۱۲)

پھر چشمہ معرفت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوّت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشُبہ وہ بے دین اور مردُود ہے۔''

پس حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کو تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ سے بھی انکار ہے اور مستقل نبی ہونے کے دعویٰ سے بھی انکار ہے۔ لہذا آپ صاحب شریعت ایک تشریعی اور مستقل نبی کی طرح نہیں۔

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور **تجدیدِ دین** کے لئے **مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دُوسری شریعت لاوے**۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک **اس کو اُمّتی بھی نہ کہا جائے** جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پَیروی سے پایا نہ براہِ راست۔''

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۹)

یہ سب حوالہ جات اربعین کے بعد کی کتابوں کے ہیں جو اربعین کی اس تشریح کے مطابق ہیں کہ آپ صرف تجدید کے لئے مامور ہیں۔ پس آپ کی وحی میں امر و نہی تجدیدِ

دین کے طور پر نازل ہوا ہے نہ کہ مستقلہ شریعت کے طور پر۔ آپ کو ان عبارتوں میں تشریعی نبی ہونے سے صاف انکار ہے۔ تشریعی نبی آپ کے نزدیک وہی ہوتا ہے جو مستقل کامل شریعت لائے یا جو پہلی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرے اور اس کی پیروی معطّل کرے۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ نبی بھی ہیں اور اُمّتی بھی اور اس امّت کے لئے مسیح موعود ہیں۔ مسیح موعود پر شریعت محمدیہ کا الہام نازل ہونا پہلے علماء کو بھی مسلّم ہے۔ چنانچہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ مسیح موعود کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"یُلْھَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَّیَفْھَمُہٗ عَلیٰ وَجْھِہٖ"

(الیواقیت والجواہر جلد۲ بحث ۴۷ صفحہ ۸۹)

یعنی اس پر شریعت محمدیہ الہامًا نازل ہوگی اور وہ اُسے ٹھیک ٹھیک سمجھے گا

پس حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کا مذہب یہ ہے جس کی آپ نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ

"تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دِن قرآن ہے اور بجُز قرآن کے آسمان کے نیچے کوئی اور کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

مندرجہ بالا واضح عبارتوں کی موجودگی میں مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی طرف تشریعی نبی کا دعویٰ منسوب کرنا محض بہتان اور افتراء ہے۔

خالد محمود صاحب یہ جانتے تھے کہ اربعین کی زیرِ بحث عبارت میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے آپ کو صاحب شریعت جدیدہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اپنے اُوپر نازل

ہونے والے اوامر ونواہی کو تجدید دین کے لئے بیانِ شریعت ہی قرار دیا ہے۔اس لئے وہ آپ پر تشریعی نبوّت جدیدہ رکھنے کا الزام قائم کرنے کے لئے لکھتے ہیں:۔

’’اب چند وہ احکام بیان کئے جاتے ہیں جن میں اسلامی شریعت کا فتویٰ اَور ہے اور مرزائی شریعت کچھ اَور کہتی ہے۔‘‘

(۱)۔اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات ماضٍ الیٰ یوم القیامۃ اور عمل حیات جاوید ہے۔مگر مرزائی قانون میں

’اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔اور قطعًا اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں‘

(تریاق القلوب صفحہ۳۳۲)‘

’یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا کوئی مسئلہ نہیں‘

(تبلیغ رسالت جلد۱۰صفحہ۱۲۴)

پہلی عبارت میں مخالفینِ اسلام کو تلوار کے ذریعہ زبردستی مسلمان بنانے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔بعض علماء اسے اسلامی جہاد قرار دیتے ہیں۔ضرورت پر دفاعی جنگ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔صرف مذہب بدلانے کے لئے کسی کو قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔یہ تعلیم قرآن و حدیث میں ہرگز موجود نہیں کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔

دوسری عبارت میں جہاد کا مسئلہ اس مفہوم میں اسلام کو بدنام کرنے والا قرار دیا ہے

جو بعض علماء اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ کافروں سے کُفر چھڑانے کے لئے جنگ کرنا جہاد ہے یا جیسے سرحدی پٹھان لوٹ مار کو جہادِ اسلام کا نام دیتے تھے یا جیسے لوگ خُونی مہدی کے آنے کے منتظر ہیں کہ وہ آ کر تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان بنائے گا۔ایسی باتوں کو جہادِ اسلام قرار دینا قرآنی تعلیم لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں جبر جائز نہیں) کے صریح خلاف ہے۔ایک مومن کبھی ایسی لڑائی کا انتظار نہیں کرسکتا کیونکہ قرآنی تعلیم کی رُو سے یہ جائز ہی نہیں۔تلوار کی لڑائی (جہادِ اسلامی) اسلام میں صرف دفاعی حیثیت رکھتی ہے اور یہ اس وقت جائز ہوتی ہے جب دُشمن پہلے تلوار سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ورنہ مسلمانوں کو از رُوئے تعلیم قرآن لڑائی کی ابتداء کرنے کی اجازت نہیں۔چنانچہ اللہ تعالےٰ نے جس آیت میں تلوار کے جہاد کا پہلے حکم دیا اس میں فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا

(الحج ع ۶)

یعنی مسلمانوں کو مظلوم ہو جانے پر کافروں سے جنگ کی اجازت دی گئی کیونکہ دشمن ان سے لڑائی کر رہا ہے۔

پھر فرماتا ہے:۔

قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا

(بقرہ ع ۲۴)

کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا (یعنی تمہاری طرف سے جنگ کی ابتداء نہیں ہونی چاہئیے)

پھر فرمایا:۔

هُمْ بَدَؤُكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

یعنی ان کافروں نے تم سے جنگ میں ابتداء کی ہے۔

اُن کافروں کے متعلق یہ بھی فرمایا:۔

اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا

(انفال ع ۸)

کہ اگر یہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اَے نبی تُو بھی صلح کی طرف مائل ہو جا۔

پس جہاد بالسّیف کے لئے قرآن مجید کے قانون کی یہ شرائط ہیں۔ایسی جنگ واقعی حرام ہے جس کی ابتداء اشاعتِ دین کے لئے کی جائے۔قرآن کریم کی رُو سے ایسی لڑائی قطعًا حرام ہے۔پس حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کی عبارت میں جو قانُون بیان ہؤا ہے وہ عین اسلامی قانون ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں مسیح موعود کے حق میں یَضَعُ الْحَرْبَ کے الفاظ بھی وارد ہیں کہ وہ لڑائی کو روک دے گا۔پس مسیح موعود کا یہ فتویٰ کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائی نہ کی جائے۔اسلامی شریعت ہی کا فتویٰ ہے۔تلوار کا جہاد صرف مخصوص حالات میں ہی جائز ہے۔یعنی اس وقت جائز ہے بلکہ واجب ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں۔

حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِیْ هٰذَا الْمُلْكِ وَهٰذَا الزَّمَانِ

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)

کہ جہاد کی شرائط اس ملک اور اس زمانہ میں موجود نہیں۔

ہاں جب بھی ایسی شرائط پائی جائیں تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے نزدیک بھی تلوار کا جہاد فرض ہوگا۔ چنانچہ آپ حضرت میر ناصر نواب صاحب کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس زمانہ میں جہاد رُوحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دیں۔ دینِ اسلام کی خُوبیاں دُنیا میں پھیلائیں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دُوسری صُورت دُنیا میں ظاہر کر دے۔''

(مکتوب مندرجہ ''دُرود شریف'' مؤلّف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل)

پس دُوسری صورت پیدا ہونے پر آپ کے نزدیک تلوار کا جہاد ضروری ہے ہاں اس کا انتظار کرنا درست نہیں کیونکہ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ کہ دشمن سے جنگ کی کبھی تمنّا نہ کرو اور یہ انتظار جو درست نہیں ایک گونہ جنگ کی تمنّا ہی ہے۔

۲۔ دُوسرا نیا قانون اور نیا حکم خالد محمود صاحب یہ پیش کرتے ہیں:۔

''کہ مرزا غلام احمد صاحب سے پہلے جو مسلمان حیاتِ مسیح کے قائل تھے وہ از رُوئے شریعت گُنہ گار نہیں اور جو مرزا صاحب کے آنے کے بعد اس عقیدہ پر قائم رہیں وہ گمراہ اور بیدین ہیں۔

(الف) اِنَّ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِیْ لَا اِثْمَ عَلَیْھِمْ وَھُمْ مُبَرَّؤُوْنَ

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۲)

(ترجمہ) تحقیق جو لوگ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں۔ اور وہ بالکل بری ہیں۔

(ب) لَا شَکَّ اَنَّ حَیَاتَ عِیْسٰی وَ عَقِیْدَۃَ نُزُوْلِہٖ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْاِضْلَالِ وَلَا یُتَوَقَّعُ مِنْہُ اِلَّا اَنْوَاعُ الْوَبَالِ

(استفتاء صفحہ ۴۶)

(ترجمہ) اور اب اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب (اصل لفظ وبال ہے نہ کہ عذاب ناقل) کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جا سکتی۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۲۹)

واضح ہو کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی ان دونوں تحریروں میں جو ایک ہی جگہ سے ماخوذ ہیں کوئی امر اسلامی قانون شریعت کے خلاف نہیں۔ مسیح موعودؑ کے آنے سے پہلے حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ ایک اجتہادی حیثیت رکھتا ہے اور پہلوں کا یہ اجتہادی عقیدہ از روئے شریعتِ اسلامی گناہ نہیں۔ ہاں جب مسیح موعود آ گیا جسے حدیثِ نبوی میں حکم عدل قرار دیا گیا ہے اور اس نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دُوسرے انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں تو اب حیاتِ مسیحؑ پر اصرار کر کے خدا کے مقرر کردہ حَکَم کے فیصلہ کو ٹالنا اور علماء کا اس پر اصرار کرنا واقعی اضلال ہے اور اس سے کئی قسم کے مفاسد پیدا ہوتے ہیں کیونکہ مسلمانوں میں کئی نادانوں کو اسی عقیدہ کی وجہ سے عیسائیوں نے گُمراہ کر لیا ہے۔

۳۔ تیسرا نیا قانون بزعم خود خالد محمود صاحب یہ پیش کرتے ہیں کہ

''اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ وعشر وغیرہ تھے........مگر مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۹)

اس چندہ کو فرض ثابت کرنے کے لئے خالد محمود صاحب لوح الہدیٰ صفحہ ۱ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتے ہیں:۔

''ہر شخص کو چاہئیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہئیے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ **ہر ایک جو مُرید ہے اُس کو چاہئیے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری رقم مقرر کردے خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ** اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سِلسلہ کے لئے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا۔''

(المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان)

لوح الہدیٰ صفحہ ۱

اس عبارت کے جلی الفاظ سے ہر سلیم الفطرت انسان فوراً سمجھ سکتا ہے کہ یہ چندہ زکوٰۃ اور عُشر کی طرح خدا کی طرف سے مقرر کردہ فرض حتمی قرار نہیں دیا گیا بلکہ مُریدوں سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ کچھ رقم بطور ماہواری چندہ کے اپنے نفس پر خود مقرر کریں۔ خواہ ایک پیسہ بلکہ ایک دھیلہ ہی ہو۔ اسلام میں جو زکوٰۃ اور عُشر فرض ہے اس کی مقدار واجب تو

خود شریعت نے مقرر کر دی ہے نہ کہ انسان خود اپنے اُوپر حتمی فرض کرتا ہے کہ مَیں زکوٰۃ یا عُشر کے طور پر کُچھ رقم جسے مَیں خود مقرر کرتا ہوں سال کے بعد دیا کروں گا۔ جو چندہ کہ سِلسلہ احمدیہ میں کوئی اپنے نفس پر خود واجب کرے وہ تو صرف نذر کی رقم کی طرح فرض حتمی ہوگا نہ کہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ زکوٰۃ وعُشر کی طرح۔ یہ فرض حتمی جو انسان خود مقرر کرتا ہے یہ تو ایک وعدہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ مَیں زکوٰۃ وعشر کے علاوہ جو خدا کی طرف سے فرض ہے اپنی طرف سے خود ایک رقم مقرر کرتا ہُوں جو خدمتِ اسلام میں صرف ہوگی۔ مسلمانوں کی ساری انجمنیں اپنے ممبروں پر ایک ضروری چندہ لگا دیتی ہیں جس کی ادئیگی کے بغیر کوئی ان کا ممبر نہیں رہ سکتا۔ مگر اس امر کو تو کوئی شخص نئی شریعت قرار نہیں دیتا۔ مگر خالد محمود صاحب ہیں کہ سِلسلہ احمدیہ کے افراد کے اپنی طرف سے کسی چندہ کی رقم مقرر کر لینے کو ایک نئی شریعت کا حکم قرار دے کر بانئ سِلسلہ احمدیہ کو تشریعی نبوت کا مدّعی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی خالد محمود صاحب کی ایسی کچّی باتیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مصداق ہیں۔

۵۔ مولوی خالد محمود صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کے عقیدہ میں چوتھی تبدیلی ثابت کرنے کے لئے رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی ذیل کی عبارت پیش کی ہے:۔

> ''خاتم النّبیّین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مُہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص **اسی خاتم النّبیّین میں ایسا گُم** ہو کہ بباعث نہایت اتّحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا تو وہ

بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

”پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوّت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظِلّ اپنے اصل سے علیٰحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ مَیں ظلّی طور پر محمّد ہوں (صلے اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مُہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت محمّدؐ تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمّد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۲۲)

خالد محمود صاحب ان حوالہ جات کی بناء پر لکھتے ہیں:۔

”پھر مرزا صاحب نے عقیدہ ختم نبوت میں چوتھی کروٹ لی اور آیت خاتم النّبیین کو اپنے اصل اسلامی معنی پر رکھتے ہوئے کہ واقعی حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اُسے اپنے صاحب شریعت نبی اور رسُول کے ساتھ یوں تطبیق دی کہ خود عین محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مغائرت کے سارے پردے اُٹھا دیئے۔“

(عقیدۃ الامتہ صفحہ ۳۱)

واضح ہو کہ ان عبارتوں میں حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو اصل اور اپنے آپ کو ظل قرار دیا ہے۔ پس یہ نفی غیریت اور اتّحاد ظلّی ہوُا۔ اور اس سے یہ مُراد ہے کہ آپ فنافی الرسُول کے اتم درجہ پر پہنچ کر خدا کی طرف سے نبی کہلانے کے مستحق ہوئے۔ اور یہ کہ آپ مستقل نبی نہیں بلکہ مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو

نبوّت میں اصل ہیں۔ اس اشتہار میں آپ نے واضح طور پر مستقل تشریعی نبی یا مستقل نبی ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور لکھا ہے:۔

''جس جس جگہ مَیں نے نبوّت اور رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

''میرا یہ قول کہ ''من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب'' اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ مَیں صاحبِ شریعت نہیں ہوں''

پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں تشریعی نبی یا مستقل نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ نے ظلّی طور پر ہی محمّد و احمد یعنی فنا فی الرسُول قرار دے کر ہی اپنے آپ کو خدا سے نبی کا لقب پانے کا مستحق قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمتہ جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے مسیح موعود کی شان میں لکھتے ہیں:۔

''يَزْعَمُ الْعَامَّةُ اِنَّهٗ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّةِ. كَلَّا بَلْ هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُنْسَّخَةٌ مِنْهُ فَشَتَّانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَّةِ.''

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲ طبع بجنور مدینہ پریس)

یعنی عوام یہ گُمان کرتے ہیں کہ مسیح موعود جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو اس کی حیثیت محض ایک اُمّتی کی ہوگی۔ ایسا ہر گز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع

محمّدی کی پوری تشریح اور دُوسرا نسخہ ہوگا۔ کہاں اس کا مقام اور کہاں محض اُمّتی کا مقام۔ دونوں میں عظیم الشان فرق ہے۔

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے مسیح موعود علیہ السّلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے اسم جامع محمّدی کی شرح اور آپ ؐ کا ہی نسخہ منتسخہ یعنی کامل بروز وظِلّ قرار دیا ہے۔۔ اپنا یہی ظِلّی اور بروزی مقام حضرت بانی سِلسلہ احمدیہ نے زیرِ بحث عبارتوں میں بیان فرمایا ہے ورنہ نہ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ مقصد ہے کہ اُمّت محمدّیہ کا مسیح موعود تشریعی نبی ہے اور نہ حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ یہ بتا رہے ہیں کہ آپ مستقل صاحبِ شریعت نبی ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمتہ تو یہانتک لکھتے ہیں کہ

''اگر ظِلّ اور اصل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیّت بوجہ اصلیّت پھر بھی ادھر (اصل خاتم النّبیین کی طرف) ہی رہے گی۔''

(تحذیر النّاس صفحہ ۳۰)

ظِلّ کے کمالات تو اصل کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

''جیسے آئینہ میں عکس زمین کی دُھوپ کا عکس آفتاب کا طفیلی ہے اور اس وجہ سے آفتاب کی طرف منسُوب ہونا چاہیئے۔''

(تحذیر النّاس صفحہ ۳۰)

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فنافی الرسُول کی کیفیّت میں لکھتے ہیں:۔

''کمّل تابعانِ انبیاء بجہت کمال متابعت و فرطِ محبّت بلکہ بمحض عنایت و

موہبت جمیع کمالاتِ انبیائے متبوعہ خودرا جذب مے نمایند و بکلّیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتیٰ کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان الاّ بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ''

(مکتوبات جلد ا مکتوب نمبر ۲۴۸)

یعنی انبیاء کے کامل تابعین ان کی کمال فرمانبرداری اور ان سے انتہائی محبّت کی وجہ سے بلکہ محض خدا تعالیٰ کی عنایت اور موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور اُن کے کامل تابعین میں سوائے اصل اور تبعیّت اور اوّلیت اور آخریّت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔

پس فنا فی الرسُول ہو کر تابع کا متبوع نبی کے رنگ میں اصل و ظلّ کے فرق کے ساتھ پورے طور پر رنگین ہونے کا مضمون ہی حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی محولہ عبارتوں میں بیان کیا ہے۔ ان عبارتوں سے آپ کے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ نکالنا محض افتراء اور بہتان ہے۔

مولوی خالد محمُود صاحب کا ایک مطالبہ

مولوی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں:۔

''اب جبکہ مرزا صاحب اپنی خاص وحی سے پہلے قرآن و سنّت کی آیات باہرات کو انہی معنوں میں لیتے اور سمجھتے رہے جنہیں اُمّتِ محمدیہ چودہ سَو

سال قرآن وسُنّت کی مراد قرار دیتی چلی آ رہی ہے تو اب قرآن وحدیث کی نئی تعبیرات وتشریحات کی بناء خود قرآن وحدیث نہ ہوں گے بلکہ اُن نئی مُرادات کی تمام تر ذمہ داری مرزا صاحب کی اپنی وحی پر ہوگی۔ ہے کوئی انصاف پسند مرزائی جو اپنے اس موقف کا صاف اقرار کرے‘‘

الجواب

اُمّت چودہ سو سال میں قرآن وسنّت کی بناء پر مسیح موعود کو اُمّتی نبی مانتی چلی آئی ہے۔ اور مُحدَّث کے معنوں میں نہیں بلکہ بلا شک نبی کے معنوں میں اور دُوسری طرف امّت اس اُلجھن میں بھی مبتلا رہی ہے کہ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ ان رسمی عقائد کا تضاد حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کے خیالات پر بھی اثر انداز تھا۔ آپ نے یہ تو دیکھا کہ نبوّت تشریعی اور مستقلہ کا دروازہ قرآنی آیات سے قطعی طور پر بند ہے اور اُمّتی کے لئے مقامِ نبوّت کے پانے کا دروازہ کُھلا ہے تو اپنے اجتہاد سے آپ نے ان عقائد کی یوں تعبیر کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔ البتہ آپ کی مشکوٰۃِ رسالت سے ایک اُمّتی نورِ نبوّت اور کمالاتِ نبوّت حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ آپ کو الہامات میں خدا نے نبی اور رسُول قرار دیا تھا اور رسمی عقیدہ کے لحاظ سے اُمّتی کے لئے نورِ نبوّت کا حاصل کرنا عموماً صرف محدّثیت کے مقام تک محدُود سمجھا جاتا تھا جسے صوفیاء نبی الاولیاء بھی قرار دیتے تھے۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ محدّث خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرّف ہوتا ہے جس طرح انبیاء مشرّف ہوتے ہیں اور وہ شریعت جدیدہ کا حامل نہیں ہوتا۔ البتہ مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور جُزئی طور پر اس میں نبوّت پائی جاتی ہے اِس

لئے آپ نے اپنے الہامات میں نبی اور رسُول کے نام کی یہ تاویل کی کہ آپ محدّث ہیں اور محدّث من وجہٍ نبی ہوتا ہے اور من وجہٍ اُمّتی ۔ یہ بات ازالہ اوہام میں لکھی ہوئی موجود ہے جو تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی کتاب ہے۔

خدا تعالیٰ کی وحی کی روشنی سے عقیدہ میں تبدیلی صرف اس امر میں ہوئی ہے کہ جس مقامِ نبوّت کو آپ محض محدثیت سے تعبیر کرتے تھے وہ تعبیر آپ نے چھوڑ دی اور نبی کا لفظ اپنے متعلق صریح قرار دیا نہ کہ تاویل طلب اور ساتھ ہی اپنے آپ کو ایک پہلو سے اُمّتی بھی قرار دیا۔ پس معنوی طور پر کیفیت دعویٰ کے لحاظ سے آپ کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کسی کا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہونا پہلے بھی آپ قرآن وسُنّت کے مطابق جائز سمجھتے تھے۔ پس آپ کا کوئی عقیدہ اس تبدیلی کے بعد بھی قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں۔

مسیح موعود کو ساری اُمّت اُمّتی نبی مانتی ہے نہ کہ محض محدّث اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی تبدیلی عقیدہ کے بعد اپنے آپ کو اسی مقام پر قرار دیتے ہیں۔ اگر مسیح موعود کو اُمّتی نبی ماننے کا عقیدہ قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں اور مولوی خالد محمود صاحب بھی اسے قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں سمجھتے تو حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ پر ان کا اعتراض کیا رہا۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بات اپنی وحی کی روشنی میں قرار دی اُسے آپ لوگ قرآن وسُنّت کی بناء پر مان رہے ہیں۔ آپ میں اور ہم میں صرف مسیح موعود کی شخصیّت میں اختلاف ہے۔ ورنہ نوعیّت کے لحاظ سے آپ بھی مسیح موعود کو اُمّتی نبی سمجھتے ہیں اور ہم بھی۔ نہ آپ انہیں تشریعی اور مستقل نبی مانتے ہیں نہ ہم۔ ہمیں اس بات کا صاف اقرار ہے اور ہمارا یہ موقف قرآن وسُنّت کے عین مطابق ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب ’’ایک غلطی کا ازلہ‘‘ سے ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

’’خاتم النّبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مُہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النّبیین میں ایسا گُم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اس کا نام پالیا اور صاف آئینہ کی طرح اس میں محمّدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ کیونکہ وہ محمّدؐ ہے گو ظِلّی طور پر۔‘‘

مولوی خالد محمود صاحب ’’عقیدۃ الامّۃ‘‘ صفحہ ۱۳۱ پر اس عبارت پر درج ذیل نوٹ دیتے ہیں:۔

’’مرزائی حضرات اس تقاضے پر غور کریں کہ کیا اس سے وہ تمام تاویلات جو ’’مُہر‘‘ بمعنی دوسروں کی نبوّت کی منظوری دینا یا غیر تشریعی نبوت کو اس مُہر لگنے سے خارج رکھنا یا اطاعت سے نبوّت ملنا وغیرہ کیا یہ سب غلط اندازِ فکر اس ایک ہی تقاضے سے بھسم نہیں ہو جاتے۔ فافہم۔‘‘

افسوس ہے کہ خالد محمود صاحب اس عبارت کو سمجھ نہیں سکے یا وہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ خاتم النّبیّین کا بیشک یہ تقاضا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل یا تشریعی نبی کا آنا اس مُہر کو توڑنے کے مترادف ہے جو خود خاتم النّبیین پر ہے۔لیکن اس کا دُوسرا تقاضا یہ بھی تو بیان ہو رہا ہے کہ خاتم النبیّین میں بدرجۂ اتم فنا ہونے والا انعکاسی طور پر نبی کہلا سکتا ہے۔ اور اس سے وہ مُہر نہیں ٹوٹتی جو خاتم النّبیین پر لگی ہوئی ہے۔ آخر یہ بھی تو خاتم النّبیّین کا تقاضا ہے کہ اُمّتی کو ظِلّی طور پر

مقامِ نبوّت مل سکتا ہے۔ خاتم النّبیّین کے دو تقاضے تو خود مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ کو بھی مسلّم ہیں۔

اوّل **خاتمیت مرتبی** جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوّت کے فیض سے نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

دوم **خاتمیت زمانی** جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آ سکتا۔ پس ہم احمدی اس عقیدہ کے قائل نہیں جو خالد محمُود صاحب نے ہماری طرف منسُوب کیا ہے کہ نبوّت کی منظوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ صرف یہ ہے کہ خاتم النّبیّین کی پَیروی اور افاضہ رُوحانیہ سے اُمّتی کو مقامِ نبوّت مل سکتا ہے۔

خالد محمود صاحب کی بدگُمانی

مولوی خالد محمود صاحب حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کی دو عبارتیں پیش کرتے ہیں:۔

(الف) ’’میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی اور ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔‘‘

(ب) ’’قوم پر اس قدر اُمید بھی نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانۂ نبوّت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوُا۔ اور قیامت تک باقی ہے۔‘‘

(نصرت الحق صفحہ ۵۳)‘‘

یہ عبارات پیش کرنے کے بعد خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''انہی مشکلات میں گھرے ہوئے وہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے اور محض مثیل مسیح کے دعویٰ سے بچنے کے لئے حکیم نورالدین سے مشورۃً خط و کتابت کر رہے ہیں۔ایک خط میں حکیم صاحب کو لکھتے ہیں۔ جو کچھ آنمخدوم نے تحریر فرمایا ہے اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیٰحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے درحقیقت اس عاجز کو مثیلِ مسیح بننے کی حاجت نہیں۔(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ صفحہ ۸۴،۸۵)''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۳۰،۳۱)

یہ اقتباس درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

'' بھلا جو افراد کریمہ خدا کے فرستادہ ہوتے ہیں وہ دوسروں سے پُوچھ پُوچھ کر اپنے مُریدوں سے مشورے لے لے کر اپنے دعووں کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔آسمانی دعوے کوئی سازش نہیں ہوتے۔جن کے لئے باہمی راز و نیاز کی خط و کتابت ہو رہی ہے۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۳۰،۳۱)

اس عبارت میں خالد محمود صاحب نے بے پَر کی اُڑائی ہے۔ بیشک حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ کے دعویٰ رسالت ۔ وحی اور مسیح موعود میں مشکلات تھیں مگر آپ نے کسی کے مشورے سے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ مثیلِ مسیح کے دعوے سے بچنے کے لئے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو کوئی خط لکھا ہے۔مثیل مسیح کے دعوے سے بچنے کی کیا ضرورت تھی ۔ یہ دعویٰ تو آپ کا مسیح موعود کے دعوے سے پہلے بھی تھا اور مسیح موعود کے

دعویٰ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ آپ مثیلِ مسیح ہیں۔ مولوی نورالدین صاحبؓ از خود آپ کو گھبرا کر یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ دمشقی حدیث کے انطباق کو الگ چھوڑ دیا جائے اور اس کے بغیر ہی مثیلِ مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے یہ تحریر اس وقت کی ہے جب کہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ مثیل مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ کر چکے تھے۔ پس مثیلِ مسیح کے دعوے سے بچنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس خط میں تو آپ نے اپنی بے نفسی بیان فرمائی ہے کہ آپ کو مثیلِ مسیح بننے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ گویا خدا تعالیٰ نے خود آپ کو گوشۂ گمنامی سے باہر نکالا اور یہ دعویٰ کرایا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے حقیقت کو چھپانے کے لئے تحریف سے کام لے کر مکتوب کا اگلا حصّہ درج نہیں کیا۔ حالانکہ (درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں) کے آگے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر دے لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء کو ہی رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے أَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ''

اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ گو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک حدیث کے بارے میں کچھ گھبرا کر یہ مشورہ دیا کہ اسے اپنے دعوے سے متعلق قرار نہ دیا جائے کیونکہ اس میں ان کے نزدیک لوگوں کے لئے ابتلاء کا خطرہ تھا۔ مگر حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ ایسے جری تھے کہ انہوں نے اسبارہ میں حضرت مولوی نورالدین

صاحبؓ کا مشورہ بالکل قبول نہیں کیا۔ بلکہ یہ شاندار مومنانہ اور مصلحانہ جواب دیا کہ ہم ابتلاء سے بھاگ نہیں سکتے۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو تسلّی دی کہ ابتلاء تو ترقیات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اس امر کو قرآن مجید سے ثابت کیا۔

واضح رہے کہ یہ مکتوب ۱۸۹۱ء کا ہے۔ مثیلِ مسیح کا دعویٰ آپ اس سے بہت پہلے براہین احمدیہ میں کر چکے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں آپ پر الہام ہوا:۔

''مسیح ابن مریم رسُول اللہ فوت ہو گیا ہے۔ اور اس کے رنگ میں خدا کے وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔''

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۲)

اس الہام سے حضرت اقدس پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ کو بطور مثیلِ مسیح اُمّت کا مسیح موعود قرار دیا گیا ہے۔ جب حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اس دعویٰ کا علم ہوا تو اس پر آپ نے ازخود دمشقی حدیث کو اپنے متعلق قرار نہ دینے کا مشورہ دیا تا لوگ ابتلاء میں نہ پڑیں۔

پس جب مکتوب کے آخری فقرات سے صاف ظاہر تھا کہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کا اس بارہ میں کوئی مشورہ قُبول نہیں کیا تو خالد محمود صاحب کا یہ تاثّر دینا کہ آپ نے مُریدوں سے پوچھ پوچھ کر دعویٰ کیا تھا اور اس میں کوئی سازش موجود تھی سراسر بے پَر کی اُڑانا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کہ بعض ظنّ گُناہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس عاشقِ خدا اور رسُول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بدظنّی سے بچائے۔

مولوی خالد محمود صاحب کی انقطاعِ نبوّت

کے متعلق پیش کردہ احادیث

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامّت میں انقطاعِ نبوّت کے بارہ میں جو احادیث نبویہ پیش کی ہیں وہ سب ہمیں مسلّم ہیں۔مگر علمائے اُمّت کے نزدیک وہ احادیث تشریعی اور مستقل نبی کے انقطاع سے تعلق رکھتی ہیں نہ کہ اُمّتی نبی کے انقطاع سے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمّتی۔اُمّتی نبی کی آمد کی نفی کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔

پہلی حدیث: پہلی حدیث خالد محمود صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّـهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

ترجمہ: تحقیق میری اُمّت میں تیس کذّاب ہوں گے۔ ہر ایک اُن میں سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور مَیں خاتم النّبیّین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

فقہ حنفیّہ کے جلیل القدر امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

”وَرَدَ لَا نَبِـيَّ بَـعْـدِيْ مَـعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا يَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ

بَشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ. "

(الاشاعة فی اشراط الساعة صفحہ۲۲۶)

یہی مضمون اقتراب الساعة کے صفحہ ۱۶۲ میں یوں مذکور ہے:۔

" لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرعِ ناسخ نہیں لائے گا۔"

پھر حضرت امام القاری خاتم النّبیّین کے معنیٰ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

" اَلْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَأْتِیْ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ. "

(موضُوعات کبیر صفحہ ۵۸)

یعنی خاتم النّبیین کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو آپ کے دین کو منسُوخ کرے اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

گویا اُمّت کے اندر ایسے نبی کا آنا جو ناسخ شرع محمدیہ نہ ہو آیت خاتم النّبیین اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف نہیں۔ پس اُمّت میں سے جن کذّاب دجّال مدّعیانِ نبوّت کا ذکر حدیث بالا میں ہے اُن سے وہی مدّعیانِ نبوّت مراد ہیں جو تشریعی اور مستقلہ نبوّت کا دعویٰ کرنے والے تھے۔ اُمّتِ محمدیہ کا مسیح موعود تو اُمّتی نبی ہے نہ کہ صرف نبی۔ وہ تو ان دجّالوں میں خالد محمود صاحب کے نزدیک بھی شمار نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے کہ وہ نہ تشریعی نبی ہے نہ مستقل نبی بلکہ اُمّتی نبی ہے۔ پس مسیح موعود کے لئے اُمّتِ محمدیہ میں ایک جدید قسم کی نبوّت کا وجود میں آنا نہیں مسلّم ہے جو نیا اُمّتی نبی پیدا ہونے کے مترادف ہے۔

بیشک اس حدیث میں خاتم النّبیین کے معنے آخری نبی مراد ہیں مگر جیسا کہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی اور مستقل انبیاء میں سے آخری نبی ہیں۔ غیر تشریعی اُمّتی نبی کا آنا اُن کے نزدیک آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کی چالاکی

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''مرزا صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضروری ہے کہ دجّال کسی نبیٔ برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل کو ملا دے۔ پس جب کہ حضور ایسے تیس ۳۰ مدّعیانِ نبوّت کے غلط دعووں کو اپنی ختمِ نبوّت سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو واضح ہو گیا کہ حضور کے خاتم النّبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی تابع شریعتِ محمدیہ نبی بھی ہرگز پیدا نہ ہوگا۔ اور جو اس طرح اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ خبر صادق کی رُو سے دجّال اور کذّاب قرار دیا جائے گا۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۳۸، ۳۹)

الجواب

اس پر ہمارا سوال ہے کہ کیا خالد محمود صاحب ایک بھی مثال ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ ان تیس ۳۰ جھوٹے مدّعیانِ نبوّت میں سے کسی نے اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

دومؔ چونکہ مولوی خالد محمود صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اُمّتی نبی کی صورت میں آنے کے قائل ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لئے وہ ایک نئی قسم کی نبوّت کے معرضِ وجود میں آنے کے تو وہ خود قائل ہیں۔ لہذا حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کے اُمّتی نبی ہونے کے دعویٰ پر انہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو نبی بھی قرار دیا ہے اور اُمّتی بھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا اس موعود نبی کا اُمّت میں پیدا ہونا ضروری ہؤا نہ کہ مسیح موعود علیہ السّلام کو نبی قرار دینے والی حدیثیوں اور آیت خاتم النّبیین کے منافی۔

رہی یہ بات کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے دجّال کے معنی کسی نبی برحق کے تابع ہوکر پھر سچ کے ساتھ باطل کو ملانے والا قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی طرح کرمانی شرح بخاری میں دجّالوں کے معنی خَلَّا طُوْنَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ بیان ہوئے ہیں۔ (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۳۸) سوحق کے ساتھ باطل کو ملانا تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی ہؤا۔ اور سراسر حق کو پیش کرنے والا جو ایک پہلو سے نبی ہو اور دوسرے پہلو سے اُمّتی دجّال قرار ہی نہیں پا سکتا۔

امام علی القاریؒ نے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی کو خاتم النّبیین کے معنوں کے منافی قرار نہیں دیا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناسخِ شریعت نبی پیدا نہیں ہوگا۔ پس حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کا دعویٰ نہ خاتم النّبیین کے اِن معنٰی کے منافی ہے اور نہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے اِن معنٰی کے منافی۔

پس حدیث زیر بحث سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ کا مفہوم یہ ہوا کہ اُمّتِ محمّدیہ میں تیس ۳۰ ایسے کذّاب دجّال پیدا ہوں گے جو صرف نبی کا دعویٰ کریں گے نہ کہ اُمّتی نبی کا۔ اور صرف نبی یا تو تشریعی نبی کہلاتا رہا ہے یا مستقل نبی۔ پس تشریعی اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو اس حدیث میں دجّال کذّاب قرار دیا گیا ہے۔

اِس حدیث کے بالمعنٰی ایک اَور روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

''سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ''

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۴۴۵)

ترجمہ: ''میری امّت میں تیس ۳۰ آدمی ہوں گے ان میں سے ہر ایک نبوّت کا دعویٰ کرے گا اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جسے اللہ چاہے۔''

یہ روایت اگرچہ صحیح بخاری کے پایہ کی نہیں مگر صاحب نبراس کہتے ہیں

''اِلَّا کا استثناء تسلیم کرنے کی صورت میں اس کا تعلق مسیح موعُود سے ہے۔''

پس ہم بھی اس وقت تک مسیح موعود کو ہی نبی اللہ جانتے ہیں۔ وہ ان تیس ۳۰ دجّالوں میں شامل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اپنا اُمّتی بھی۔

اس حدیث کے معنوں کے متعلق نبراس کے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

وَالْمَعْنٰی لَا نَبِیَّ بِنُبُوَّةِ التَّشْرِیْعِ بَعْدِیْ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْبِیَاءِ اَوْلِیَاءِ‘‘

(نبراس حاشیہ صفحہ ۴۴۵)

یعنی حدیث زیر بحث کے فقرہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنٰی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد تشریعی نبوّت کے ساتھ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه کے استثناء سے مراد انبیاء الاولیاء ہیں یعنی وہ اولیاء جو اُمّت میں سے مقامِ نبوت پانے والے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتاب ’’ایّام الصلح‘‘ صفحہ ۱۴۴ سے ایک ادھورا حوالہ پیش کیا ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام ہے یہ عبارت دراصل الزامی رنگ میں ہے اور اس میں نبی کی یہ معروف تعریف مدّ نظر ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے یا بلا استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھے اور کسی دوسرے نبی کا اُمّتی نہ کہلائے۔ اس معروف تعریف کے مطابق خاتم النّبیین صلّے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر دوسرے مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا مانتے ہیں اور انہیں نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

’’قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں مگر ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوصِ صریحہ قرآن کو عمدًا

چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوّت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شانِ نبوّت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوّت کی وحی ہوگی۔ افسوس یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ مُسلم اور بخاری میں فقرہ **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** اور **اَمَّکُمْ مِنْکُمْ** صاف طور پر موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدّر کا ہے۔ یعنی جبکہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حکم عدل ہو کر آئے گا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہوسکتا تھا کہ پھر ختمِ نبوّت کیونکر رہے گا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک اُمّتی ہوگا اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا۔''

(ایّام الصلح صفحہ ۱۴۶)

اس پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسیٰ باوجود نبی ہونے کے پھر اُمّتی بن جائے گا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہئیں

(صفحہ ۱۴۷) ''**اِمَامُکُمْ الَّذِیْ یُصِیْرُ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ**''

یعنی تمہارا امام جو نبوّت کے بعد میری امّت میں سے ہو جائے گا۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا جو مستقل نبی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال قرار دے رہے ہیں۔ اور حدیث **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** میں نفی عام قرار دیتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ نئے اور پُرانے کی تفریق شرارت ہے۔ گویا نہ کوئی پُرانا مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ سکتا ہے اور نہ

کوئی نیا مستقل نبی۔اس طرح آپ نے اپنے مخالفین کو اُن کی مسلّمہ تعریف نبوّت کے لحاظ سے مُلزم ٹھہرایا ہے۔اور اپنی اسی کتاب ایّام الصلح کے صفحہ ۷۵ پر یہ بھی تحریر فرما دیا ہے:۔

''یہ بھی یاد رہے کہ مُسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔اسی وجہ سے براہین احمدیہ میں بھی ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے حق میں ہیں۔دیکھو صفحہ ۴۹۸ میں یہ الہام:۔

''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی''

اس جگہ رسُول سے مُراد یہ عاجز ہے۔
اور پھر دیکھو صفحہ ۵۰۴ براہین احمدیہ میں:۔

''جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ''

جس کا ترجمہ یہ ہے خدا کا رسُول نبیوں کے لباس میں۔
اس الہام میں میرا نام رسُول بھی رکھا گیا اور نبی بھی۔پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں اُن کو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے۔''

اور صفحہ ۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکّہ جماتی ہو۔(یعنی مستقلہ نبوّت کا دروازہ۔ناقل) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور با ایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو چکی۔لہٰذا ان کے دوبارہ دُنیا میں

آنے کی اُمید طمعِ خام۔ اور اگر کوئی اَور نبی نیا یا پُرانا آوے (یعنی ایسا نبی جو بوجہ مستقلہ نبوّت کا مدّعی ہونے کے اپنا سکّہ جمانا چاہتا ہو۔ ناقل) تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہے۔''

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں لفظ نبی کو حضرت مرزا صاحب نے مستقل نبی کے مفہوم میں لے کر حدیث میں نبی کی نفی عام قرار دی ہے۔ لیکن اُمّت کے کسی ولی کا نام نبی اور رسُول رکھا جانا آپ کے نزدیک آیت خاتم النّبیین اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف نہیں۔

اس جگہ یہ نبوّت خاتم النّبیّین کا فیض ہونے کی وجہ سے معروف تعریف نبوّت کے بالمقابل مجاز اور استعارہ قرار دی گئی ہے۔ ایّام الصلح کی یہ عبارتیں تبدیلئ عقیدہ سے پہلے کی ہیں۔

دُوسری حدیث

دوسری حدیث خالد محمود صاحب نے انقطاعِ نبوّت کے ثبوت میں وہ پیش کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک پر جانے کے بعد آپ نے اس وقت بیان فرمائی جب کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے بچّوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ. (صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۷۸)

یعنی اے علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السّلام کو موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبوّت باقی نہیں۔

اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۶۳۲)

یہ حدیثیں اور ان کا مندرجہ بالا ترجمہ درج کر کے خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام شریعت جدیدہ والے نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا لا نبی بعدی فرمانا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ حدیث لا نبیّ بعدی کے معنٰی یہی ہیں کہ میرے بعد کوئی اُمّتی نبی بھی نہیں آئے گا۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۳۹،۴۰)

الجواب

پُرانے بزرگوں نے تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے یہی استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناسخِ شریعت محمدّیہ یعنی جدید شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن خالد محمود صاحب کا استدلال اگر درست سمجھا جائے کہ اس حدیث کی رُو سے اُمّتی نبی کے آنے کی بھی نفی ہے تو پھر وہ بتائیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام بطور اُمّتی نبی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس حدیث کی موجودگی میں کیسے آ سکتے ہیں؟ حالانکہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی بھی ہوں گے اور نبی بھی۔ چونکہ وہ حضرت عیسٰی کا آنا بطور اُمّتی نبی کے ممتنع قرار نہیں دیتے۔ اس لئے ان کا اس حدیث سے یہ استدلال باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد اُمّتی نبی بھی نہیں آ سکتا۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں آئندہ کے لئے تا قیامت اُمّتی نبی کی نفی بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہی نہیں بلکہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ غزوۂ تبوک میں شمولیت کے زمانہ میں آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ہارونؑ کی طرح آپ کے خلیفہ تو ہوں گے مگر نبی نہ ہوں گے۔ نہ تشریعی نبی نہ غیر تشریعی نبی۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں غَیْرَ اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا کے الفاظ وارد ہیں۔ یعنی اَے علی مگر تُو نبی نہیں۔

(طبقاتِ سعد جلد ۵ صفحہ ۱۵ و مسند احمد بن حنبل)

پس ان حدیثوں میں یہ بتانا مقصُود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غیر تشریعی نبی کی حیثیت بھی نہیں رکھیں گے۔ ان حدیثوں کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ قیامت تک غیر تشریعی اُمّتی نبی کی آمد کی نفی مقصود ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ہارونؑ غیر تشریعی مستقل نبی تھے۔ لہٰذا اگر مولوی خالد محمود صاحب لا نبیّ بعدی میں قیامت تک کے لئے بعدیتِ زمانی مراد لیں تو پھر بھی غیر تشریعی مستقل نبی کی نفی مراد ہو گی نہ کہ اُمّتی نبی کی نفی۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اِس حدیث میں بعدیتِ زمانی مراد ہی نہیں بلکہ بعد کا لفظ اس جگہ ''سوا'' کے معنوں میں آیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تشریح

چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے، تحریر فرماتے ہیں:۔

''باید دانست کہ مدلول ایں حدیث نیست الاّ استخلافِ علی بر مدینہ در غزوۂ تبوک وتشبیہ دادن ایں استخلاف باستخلافِ موسیٰ ہارون را در وقتِ سفر خود بجانب طُور ومعنی بَعْدِیْ اینجا غیری است چنانچہ در آیت فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ گفتہ اند نہ بعدیتِ زمانی۔''

(قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین صفحہ ۲۰۶)

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کا مدلول صرف غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دیا جانا ہے جبکہ موسیٰؑ نے طُور کی جانب سفر کیا اور بَعْدِیْ کے معنی اس جگہ غیری (میرے سوا کوئی نبی نہیں) ہیں۔ نہ بعدیت زمانی جیسا کہ آیت فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ میں کہتے ہیں کہ بعداللّٰہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں۔

پس معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں جانے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر میرے سِوا کوئی نبی نہیں۔

پھر بعدیتِ زمانی مراد نہ ہونے کے متعلق یہ دلیل دیتے ہیں:۔

''زیرا کہ حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ نماندند تا ایشاں را بعدیتِ زمانہ

ثابت بود واز حضرت مرتضٰی آنرا استثناء کنند۔ پس حاصل ایں است کہ حضرت موسیٰ در ایّام غَیبتِ خود حضرت ہارون را خلیفہ ساخت وحضرت ہارون از اہلِ بیت حضرت موسیٰ بودند و جامع بودند در نیابت واصالت در نبوّت وحضرت مرتضٰی مثل حضرت ہارون است در بُودن از اہلِ بیتِ پیغمبر ودر نیابتِ نبوّت بحسبِ احکام متعلقہ بحکومتِ مدینہ نہ دراصالتِ نبوّت۔''

(قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین صفحہ ۲۰۶)

ترجمہ: بعدیت زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لئے بعدیتِ زمانی ثابت ہواور حضرت علیؓ سے اس بعدیت کا استثناء کریں۔ پس حاصلِ مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے طُور پر غیر حاضری کے زمانہ میں حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت ہارونؑ موسیٰؑ کے اہلِ بیت میں سے تھے اور خلافت اور نبوّت مستقلہ دونوں کے جامع تھے۔ اور حضرت علیؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اہلِ بیت میں سے تھے۔ اور آپؐ کی نبوّت میں ان احکام میں نائب تھے جو مدینہ منوّرہ کی حکومت سے متعلق تھے نہ کہ نبوّت مستقلہ میں۔''

پس اس حدیث میں لا نبی بعدی کے معنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اَے علیؓ تو غزوۂ تبوک پر میری غیر حاضری میں مدینہ کی حکومت کے انتظام کے لئے میرا خلیفہ ہے جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے طُور پر جانے کے بعد اُن کے خلیفہ تھے۔ لیکن اس عرصہ غیر حاضری میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔

تیسری حدیث

تیسری حدیث مولوی خالد محمود صاحب نے انقطاعِ نبوّت کے متعلق یہ پیش کی ہے کہ

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ

الحدیث (صحیح بخاری جلد۱ صفحہ ۴۹۱ صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۸۶ و مسند احمد جلد۲ صفحہ ۲۹۷)

ترجمہ از خالد محمود صاحب:۔

بنی اسرائیل کی سیاست خود اُن کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ خلیفہ اوّل سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر خلیفہ سے وفا کرنا۔

(عقیدۃ الامّت صفحہ ۴۰)

اس حدیث کا نتیجہ مولوی خالد محمود صاحب یہ بیان کرتے ہیں:۔

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس اُمّت میں ایسے نبی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آتے تھے۔''

اس نتیجہ سے ہمیں اتفاق ہے۔اس حدیث کے رُو سے اُمّتِ محمدیہ میں کوئی صاحب سیاست مستقل نبی آنے والانہیں۔اوراس حدیث کی روشنی میں اُمّتِ محمدیہ کا مسیح موعود بھی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبی اللّٰہ بھی قرار دیا ہے اور امامکم منکم فرما کر اُمّتی بھی قرار دیا ہے۔اُمّتی نبی تو ہونے والا تھا مگر صاحبِ سیاست اور مستقل نبی نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اُمّتی نبی بھی نہیں آئے گا۔(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۴۱) ایک خیال باطل ہے۔کیونکہ خود رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو اپنے بعد نبی بھی قرار دیا ہے اور اُمّتی بھی۔پس یہ حدیث حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف پیش نہیں ہوسکتی جو مسیح موعود ہونے کے مدّعی ہیں۔مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتی نبی قرار دیا ہے۔

چوتھی حدیث

چوتھی حدیث مولوی خالد محمود صاحب نے انقطاعِ نبوّت کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے:۔

”مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ. اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ مِنْ زَوَا یَاهُ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ یُعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّاوُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ.“

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸۔صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱۔مسند احمد جلد صفحہ ۴۹۸۔جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۴۴)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اور مجھ سے پہلے انبیاء

کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کو بہت آراستہ پیراستہ کیا۔ مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ پس لوگ اُسے دیکھنے آتے اور خوش ہوتے اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ مَیں وہ اینٹ ہوں اَور مَیں خاتم النّبیین ہوں۔

علاّمہ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" اَلْمُرَادُ هِنَا النَّظْرُ اِلَی الْاَکْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الشَّرِیْعَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ مَعَ مَا مَضٰی مِنَ الشَّرَائِعِ الْکَامِلَةِ

یعنی مراد اس تکمیل عمارت سے یہ ہے کہ شریعت محمّدیہ سے پہلے گزری ہوئی کامل شریعتوں کی نسبت اکمل شریعت ہے۔

پس اس لحاظ سے خاتم النّبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام سابقہ نبیوں کی شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل شریعت لانے والے نبی ہیں۔

علاّمہ ابن خلدون اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

" فَیُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِیّیْنَ بِاللَّبِنَةِ حَتّٰی اَکْمَلَتِ الْبُنْیَانَ وَمَعْنَاهُ النَّبِیُّ الَّذِیْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ اَلْکَامِلَةُ۔"

(مقدّمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱)

یعنی مفسّرین خاتم النّبیین کی تفسیر اینٹ سے بیان کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اس اینٹ نے عمارت کو مکمل کر دیا۔ معنٰی اس کے وہ نبی ہیں جس کو نبوّت کاملہ حاصل ہوئی۔

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''قصرِ نبوّت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شرائع کا دارومدار ہے اور وہ بھی (جو۔ ناقلؔ) دوسرے انبیاء کی شرائع کی رونق ہیں یعنی اُمّتی نبی کیونکہ حضور نے اُسے جس محل سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی بھی دونوں چیزوں کا ذکر فرمایا۔ مکان کی بنا (بنٰی بنیانًا) اوراس کی تزئین (فاحسنه وَاجمله) اور حضور اس ساری تعمیر کی آخری اینٹ ہیں۔ اوراس معنے کے لئے آپ نے آخر میں فرمایا مَیں خاتم النّبیین ہوں۔''

یہ لکھنے کے بعد نتیجہ نکالتے ہیں کہ

''حضور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ شریعت جدیدہ والا نہ اُمّتی نبی۔''

یہ نتیجہ اس لئے باطل ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مسیح موعود کی آمد کی خبر دی ہے۔ اوراسے اُمّتی اور نبی قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی ہیں جن کی آمد پر پُوری طرح شریعت کی تکمیل ہوگئی ہے لیکن اس عمارت کی نگرانی کے لئے آخری زمانہ میں مسیح موعود نبی اللہ کا بھیجا جانا مقدر ہوا۔ اسی لئے اس حدیث میں تمثیل پہلے نبیوں کے لحاظ سے دی گئی ہے۔ جس پر مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کے الفاظ روشن دلیل ہیں۔ اور پہلے گزرے ہوئے تشریعی اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین بمعنی آخری اینٹ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔

اسی لئے امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین

السّابقین قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴ سابق انبیاء یا تشریعی تھے یا غیر تشریعی مستقل نبی۔ پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آپ کے خاتم النّبیین ہونے کی وجہ سے نہ تو کوئی تشریعی نبی آ سکتا۔ اور نہ غیر تشریعی مستقل نبی کیونکہ خاتم النّبیّین کے معنی امام مُلاّ علی القاری علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائے ہیں:۔

" اَلْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ۔"

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸۔۵۹)

یعنی خاتم النّبیّین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی ملّت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

پس جب اُمّتی نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آپؐ کے خاتم النّبیّین ہونے کے منافی ہی نہیں تو مولوی خالد محمود صاحب کا اُمّتی نبوّت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع کا اس حدیث سے استدلال درست نہ ہوا۔

پانچویں حدیث

پانچویں حدیث خالد محمود صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ

"حضرت ابُو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُھُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔"

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۴۳)

ترجمہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ مجھے[۱] جوامع الکلم عطا ہوئے۔ میری[۲] مدد مجھے رُعب عطا کر کے کی گئی۔[۳] مالِ غنیمت میری شریعت میں حلال کیا گیا۔ میرے[۴] لئے ساری زمین مسجد اور سامانِ تیمّم بنائی گئی۔ میں[۵] تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔ اور[۶] تمام سابقہ انبیاء نے میرے ذریعہ تصدیق پائی اور ظہور میں آئے۔

اس کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر خُتِـمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کا یہ معنی کیا جائے کہ مجھ پر شریعتِ جدیدہ لانے والے نبیوں کا سِلسلہ ختم ہو گیا تو حدیث کے پہلے حصّہ کے ساتھ یہ کلام بالکل بے معنی ہو جائے گا نہ کوئی ربط رہے گا نہ کوئی مناسبت''

الجواب

خُتِـمَ بِـیَ الـنَّبِیُّوْنَ کے لازم المعنٰی بیشک یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں میں سے آخری ہیں۔ مگر جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بیان فرمایا ہے اس کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوّت بالذات ہیں اور سوا آپؐ کے اَور نبی موصوف بہ وصفِ نبوت بالعرض۔ اَوروں کی نبوّت آپؐ کا فیض ہے مگر آپؐ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں اس طرح آپؐ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپؐ نبی اللہ ہیں ویسے ہی ''نبی الانبیاء'' بھی۔

(تحذیر النّاس صفحہ ۳۔۴)

اور خاتم النّبیین کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

’’خاتم بالذّات کا اثر مختوم علیہ پراس طرح ہوا ہے جس طرح بالذّات کا اثر بالعرض پر۔‘‘

ان معنوں کو خاتمیت مرتبی قرار دیا گیا ہے۔پس خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے الفاظ میں خاتمیتِ مرتبی اور زمانی دونوں مراد ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم شارع نبی تھے۔ اس لئے آپ کی خاتمیتِ زمانی بھی شارع نبی کی حیثیت میں ہے۔اسی لئے آپ کے بعد مسیح موعود کا اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا مقدّر رہوا۔

خاتمیتِ مرتبی سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل قرار پاتے ہیں۔اور چونکہ تمام انبیاء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا بیان کرنا اس حدیث میں مقصود ہے لہذا خاتمیتِ مرتبی کے معنوں کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔اسی لئے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم و تأخّر زمانی میں بالذّات کوئی فضیلت نہیں۔پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔‘‘

(تحذیر النّاس صفحہ۳)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

’’تاخّر زمانی افضلیّت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیّت کو مستلزم نہیں۔ افضلیت کو اس سے بالذّات کچھ علاقہ نہیں۔‘‘ (مناظرہ عجیبہ صفحہ۴۹)

پھر خاتمیّتِ مرتبی کا مفہوم یہ لکھا ہے:۔

''جیسا کہ خاتم بہ فتح تاء کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذّات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔''

(تحذیرالنّاس صفحہ۴)

پس زیرِ بحث حدیث میں خاتمیّتِ زمانی یا تاخّر زمانی علی الاطلاق مراد نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ اس قسم کا تاخّر مراد ہوسکتا ہے جو خاتمیتِ مرتبی کے معنٰی کے ساتھ جمع ہو سکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالذّات انبیاء سے افضل ہونے پر دلالت میں روک نہ بنے کیونکہ اس حدیث میں خُتِـمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے الفاظ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنے افضل ہونے کا موجب قرار دیا ہے جس طرح پانچ پہلی باتوں کو انبیاءؑ سے اپنے افضل ہونے کا موجب قرار دیا ہے۔

پس خاتمیتِ مرتبی ان پہلی باتوں سے پُورا ربط اور مناسبت رکھتی ہے اور خاتمیت زمانی آخری شارع نبی کے معنوں میں ان معنٰی کو لازم ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کو اس جگہ یہ شُبہ پیدا ہوا ہے کہ جب پہلی پانچ باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے علی الاطلاق افضل ہیں۔ تو اِس چھٹی بات میں بھی علی الاطلاق افضل ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنا یہ شُبہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

''اب یہ تو ظاہر ہے کہ پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر حاصِل ہیں بطریق اولٰی شریعتِ سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں۔ اور نبی کریمؐ ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے میں کوئی

تفریق نہیں۔ پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی ایسی نوع کی ہو۔ یعنی آپ پر اُن سب انبیاء کا سِلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔"

(عقیدۃ الامّت صفحہ ۴۳،۴۴)

شُبہ کا ازالہ

اِس شُبہ کے جواب میں عرض ہے کہ بیشک پہلی پانچ صفات میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام انبیاء سے افضل ہیں خواہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی۔ اسی طرح خاتم النّبیین کے مفہوم خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے بھی تمام انبیاء سے علی الاطلاق افضل ہیں خواہ وہ پہلے ہوں یا پیچھے آنے والے۔ خاتمیتِ زمانی کا تو بقول مولوی محمد قاسم صاحب افضلیّت سے کوئی علاقہ ہی نہیں۔ اور خاتمیّتِ مرتبی ہی خاتم النّبیین کے حقیقی اور اصلی معنٰی ہیں جن کو خاتمیّتِ زمانی اس صورت میں لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں۔

البتہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام دوبارہ نہیں آسکتے کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق تمام قوموں کے لئے نبی اور رسُول قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پانچویں وصف سے ظاہر ہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام تو بقول مولوی خالد محمود صاحب مستقل اور تشریعی نبی تھے جن پر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھی فضیلت دی گئی کہ وہ ایک خاص قوم کی طرف رسُول تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری دُنیا کے لئے رسُول ہیں۔ اگر حضرت عیسٰیؑ اپنی نبوّتِ مستقلہ کے ساتھ دوبارہ آئیں تو اس سے ختمِ نبوّت کی مُہر بھی ٹوٹتی ہے جو اُن کی نبوّتِ مستقلہ پر لگی ہوئی ہے اور مستقل

نبی ہونے کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں) میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اور اس امر میں کسی مستقل نبی کی شراکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محال ہے۔ اگر خالد محمود صاحب یہ کہیں کہ حضرت عیسٰیؑ اُمّتی نبی کی حیثیت میں آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے وہ آپ کی نیابت میں ساری دُنیا کے لئے بھیجے جائیں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام میں اصل اور خلیفہ کے فرق کی وجہ سے اشتراک لازم نہیں آئے گا۔ تو گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی نبوّت ان کی سابقہ نبوّت سے مختلف قسم کی ہوگی۔ اور وہ بعد نزول ایک نئی قسم کی نبوّت کے حامل ہوں گے۔ جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہونا ضروری ہے۔ پس اگر یہ نئی قسم کی نبوّت کسی پہلے نبی کو مِل سکتی ہے تو ایک اُمّتی بدرجہ اولیٰ اِس مقام کو حاصِل کر سکتا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ اُمّتی ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا مستحق ہے کیونکہ سُورۃ نُور کی آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں سے ہی اس کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

”وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ.“

(سورۃ نور آیت ۵۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لا کر اعمالِ صالحہ بجا لائیں۔ اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔

اس آیت کی رُو سے جو اُمّتی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا خلیفہ ہو اُس کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی پہلے گذرے ہوئے خلیفہ کا مثیل ہو۔ اور اس کے مشابہ ہو۔ پس پہلا کوئی خلیفہ یا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر نہیں آ سکتا۔ بلکہ کسی پہلے کا مثیل ہی آ سکتا ہے۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السّلام اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے کوئی شخص آپ کا خلیفہ ہو کر اور حضرت عیسٰیؑ کا مثیل بن کر مسیح موعود ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے معنٰی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ بھی جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے معنٰی آخری شارع نبی ہی قرار دیتے ہیں نہ کہ آخری نبی علی الاطلاق چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَأْمُرُ ہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ."

(تفہیماتِ الٰہیہ صفحہ ۷۲)

یعنی خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ سے یہ مُراد ہے کہ آئیندہ کوئی ایسا شخص نہیں پایا جائے گا جس کو خدا شریعت دے کر لوگوں پر مامور کرے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔

اب ان معنوں کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح خاتمیت مرتبی کے ساتھ لازم قرار دیا جائے تو خاتمیّتِ مرتبی کے واسطہ سے آخری شارع نبی کے معنٰی

بھی پہلی پانچ فضیلتوں سے مربُوط ہوجاتے ہیں کیونکہ مرتبہ کے لحاظ سے **خاتم** وہی نبی ہوسکتا ہے جس کی شریعت بوجہ اکمل ہونے کے آخری ہو۔**فاندفع الشّکّ۔**

چھٹی حدیث

مولوی خالدمحمود صاحب نے چھٹی حدیث انقطاعِ نبوت کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے:۔

" عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ. "

(صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۱۰۳۵ بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ۴۴)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ کہتے سُنا کہ نبوت میں سے مبشّرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پُوچھا۔المبشّر ات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔رؤیاءصالحہ۔

مولوی خالدمحمود صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے:۔

''نبوّت کا کوئی فرد مبشّرات کے سوا باقی نہیں۔''

اُن کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ المبشّر ات بھی نبوت کا فرد ہیں جو منقطع نہیں ۔ ہاں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مؤمنین کے پیشِ نظر مبشّرات کو رؤیاءصالحہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ علاّمہ سندھی ، ابن ماجہ کے حواشی میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں :۔

" اَلْـمُـرَادُ اَنَّهَـا لَـمْ تَبْـقَ عَـلَـى الْعُمُوْمِ وَاِلَّافَالْاِلْهَامُ وَالْكَشْفُ لِلْاَوْلِيَاءِ مَوْجُودٌ."

(حاشیہ ابن ماجہ نمبر۲ صفحہ۲۳۲ مطبوعہ مصر)

یعنی مراد یہ ہے کہ علی العموم نبوّت میں سے اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں ورنہ اولیاء کے لئے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کُھلا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:۔

" وَقَدْ يَكُوْنُ وَحْيُ الْبَشَائِرِ اَيْضًا بِوَاسِطَةِ مَلَكٍ."

یعنی کبھی مبشّرات والی وحی بھی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:۔

" اِنَّ كَلَامَ سُبْـحَـانَـهٗ تَـعَـالٰى لِلْبَشَرِ قَدْ يَكُوْنَ شَفَاهًا وَذٰلِكَ الْاَفْـرَادُ مِـنَ الْاَنْبِيَـاءِ وَقَـدْ يَـكُوْنُ لِبَعْضِ الْكُمَّلِ مِنْ مُتَابِعِيْهِمْ وَاِذَا كَثُرَ هٰذَا الْقِسْمُ مَعَ وَاحِدٍمِنْهُمْ سُمِّيَ مُحَدَّثًا."

(مکتوبات جلد۲ صفحہ۹۹ مکتوب ۵۲)

یعنی خدا تعالیٰ کبھی بالمشافہ کلام کرتا ہے اور یہ لوگ انبیاء ہوتے ہیں اور کبھی اُن کے بعض کامل متّبعین سے ایسا ہی کلام کرتا ہے۔ اور جب کِسی سے وہ کثرت سے ایسا کلام کرتا ہے تو اس کا نام محدَّث رکھا گیا ہے۔

واضح رہے کہ زیرِ بحث حدیث کی روشنی میں ہی مولوی حکیم محمد حسین صاحب مصنّف ''غایت البرہان'' لکھتے ہیں:۔

''الغرض اصطلاح میں نبوّت بہ خصوصیّت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ

دو۲ قسم پر ہے۔ ایک نبوّتِ تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوّت بمعنی ''خبر دادن'' وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشّرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ۔ اس میں رویاء بھی ہیں۔''

(کوکب الدّرّی صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸)

ایک ضروری سوال

اِس موقع پر ہمارا مولوی خالد محمود صاحب سے ایک ضروری سوال ہے جو یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السَّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اقوامِ عالم کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے تو اُنہیں کس قسم کی نبوّت حاصل ہوگی؟ تشریعی نبوّت تو بموجب اس حدیث کے ''لم یبق'' کے ذیل میں آکر باقی نہیں رہی۔ اور غیر تشریعی مستقلہ نبوّت بھی اسی کے ذیل میں آتی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی دوبارہ آمد پر اُن کی نبوت المبشّرات والا فردِ نبوّت ہی ہوسکتی ہے۔ پس جب مولوی خالد محمود صاحب نے المبشّرات کو نبوّت کا ایک فرد مان لیا ہے تو یہ حدیث تو ہمارے عقیدہ کی مؤید ہوئی۔

یہ حدیث یہ تو نہیں بتاتی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام تو المبشّرات والی نبوّت کا فرد ہو کر آسکتے ہیں اور اُمتِ محمدیہ میں المبشّرات والے فردِ نبوّت کو کوئی اَور اُمّتی حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ حدیث تو واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے کہ اس کا دروازہ اُمّت کے لئے تا قیامت کُھلا ہے۔

اس جگہ بڑا زور مار کر مولوی خالد محمود صاحب نے حقیقت کو ملتبس کرنے کے لئے لکھا ہے:۔

''جس طرح چینی کو جو سکنجبین کا ایک جزو ہے سکنجبین نہیں کہا جا سکتا۔ چینی کی بوریاں جارہی ہوں اور ہم کہیں سکنجبین جارہی ہے۔ اور جس طرح محض دانت کو انسان نہیں کہا جا سکتا یا جس طرح ایک اینٹ سے مکان مراد نہیں لیا جا سکتا۔ فقط آکسیجن کو جو پانی کے اجزاء میں سے ایک اہم جُزو ہے ہم پانی نہیں کہہ سکتے اور ایسے تمام اطلاقات بہ اعتبار حقیقت کے درست نہ ہوں گے تو فقط سچے خوابوں کو نبوت سے تعبیر کرنا بھی قطعًا درست نہیں۔ نبوت یا نبی کے اطلاق صرف وہیں ہوسکیں گے جہاں اُن کا وہ مفہوم پایا جائے جو شریعت نے مراد رکھا ہے۔''

(عقیدۃ الامت صفحہ ۴۵)

الجواب

مولوی خالد محمود صاحب جب المبشّر ات کو نبوّت کا فرد مان چکے ہیں تو پھر وہ یہ مثالیں کیسے پیش کر سکتے ہیں۔ جب وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو آمدِ ثانی میں نبی بھی مانتے ہیں اور اُمّتی بھی تو وہ بتائیں کہ اس وقت ان پر نبی کا اطلاق اس طرح ہوگا جیسے دانت کو انسان کہہ دیا جائے، یا اینٹ کو مکان یا آکسیجن کو پانی؟

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی مسیح موعود کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَانُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ.''

کہ مسیح ایسے ولی کی صورت میں نازل ہوگا جو نبوّت مطلقہ رکھتا ہوگا اور وہ بلا شُبہ نبی ہوگا۔

دیکھئے اس عبارت میں مسیح موعود کو اُمّتی ہونے کے باوجود بلا شُبہ نبی قرار دیا گیا ہے۔لہذا سکنجبین اور آکسیجن کی مثالوں سے اُسے غیر نبی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

پھر حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی ترکیب لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمَالِ اِلَّا الْفِضَّةُ کی طرح ہے یا لَمْ یَبْقَ مِنَ الشَّرَابِ اِلَّا الْمَاءُ کی طرح ہے کہ مال میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے چاندی کے۔ یا پینے والی چیزوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے پانی کے۔ چاندی مال کی ہی ایک قسم ہے اور پانی پینے والی چیزوں میں سے ہی ایک چیز ہے۔ پس حدیث زیرِ بحث میں استثناء متصل ہے اور اُمّتی کی نبوّت نبوّتِ مطلقہ ہی کی ایک قسم ہے۔

فتُوحاتِ مکّیہ کا ایک قول اور خالد محمود صاحب

مولوی خالد محمود صاحب نے اس مقام پر ''فتوحاتِ مکّیہ'' کا ایک قول پیش کیا ہے جو یہ ہے کہ

''لَا یُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّةِ وَلَا النَّبِیِّ اِلَّا عَلَى الْمُشَرِّعِ خَاصَّةً فَحُجِدَ هٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَیَّنٍ فِی النُّبُوَّةِ.''

(فتوحاتِ مکّیہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۶، ۴۹۵ بحوالہ عقیدۃ الامتہ صفحہ ۴۵)

اور اس کا غلط ترجمہ یہ کیا ہے کہ

''سچے خوابوں پر نبوت کا جزو ہونے کے باوجود نبوت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ الفاظ تو صرف اُسی پر آسکتے ہیں جسے شریعت نبی قرار دے۔ پس نبوّت میں ایک خاص صفت معیّن ہونے کی وجہ سے اس

نام کی بندش کر دی گئی۔''

واضح ہو کہ یہ ترجمہ اس لئے غلط ہے کہ شریعت تو غیر تشریعی نبی کو بھی نبی قرار دیتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو بھی باوجود اُس کے اُمّتی ہونے کے نبی قرار دیا ہے۔ پس حاصلِ مطلب فتُوحاتِ مکّیہ کے اس قول کا یہ ہے کہ عُرف میں نبوّت اور نبی کا لفظ صرف تشریعی نبی پر بولا جاتا ہے۔ نہ کہ شریعت میں۔ کیونکہ شریعت تو تشریعی اور غیر تشریعی دو قسم کی نبوّت قرار دیتی ہے۔ ہاں جب ایک لفظ ایک معنٰی میں معروف و مخصوص ہو جائے جیسا کہ نبی اور نبوّت کا لفظ عرف میں شارع کے لئے استعمال ہونا شروع ہو گیا تو ایسے لفظ کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ ہر محل پر اس کا استعمال معروف معنوں میں ہی نہ سمجھ لیا جائے۔ اس لئے اُمّتی نبی کے لئے ہمارے نزدیک بھی النُّبوّۃ یا النّبی کا لفظ خالی کسی قید کے بغیر استعمال کرنا مناسب نہیں تا کہ یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ یہ شخص تشریعی نبوت کا مدّعی ہے۔

پس جس طرح ایک نبی کو غیر تشریعی نبی کہیں تو اس کے شارع نبی ہونے کا بالکل احتمال ہی اُٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نبی کو اُمّتی نبی کہا جائے تو اُس کے شارع اور مستقل نبی ہونے کا احتمال پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ پس حضرت محی الدین ابن عربی کے نزدیک صرف بلا قید اس لفظ کا استعمال کسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ممنوع ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ ارحمتہ مقام نبوّت پانے والے ولی یعنی اُمّتی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

'' وَیُسَمّٰی صَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْاَوْلِیَاءِ''

(الیواقیت والجواہر و نبراس صفحہ ۴۴۵ حاشیہ)

خالد صاحب کے اُمّتی نبی

اُوپر کی بحث میں خالد محمود صاحب نے ان غیر تشریعی انبیاء کو بھی اُمّتی نبی قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے پہلے گزر چکے حالانکہ ان میں سے کسی نے اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا گو وہ بعد از نبوّت بھی شریعت موسوی کے تابع تھے بلکہ وہ سب بالاصالت نبی سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی مستقل نبی۔ ہم اُمّتی نبی صرف اُسے کہتے ہیں جس نے مقامِ نبوّت **خاتم النّبیّین** صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد آپ ؐ کی ختمِ نبوّت کے فیض سے پایا ہو۔ بنی اسرائیل کے غیر تشریعی انبیاء کو جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد ہوئے ہم لوگ اس لئے اُمّتی نبی نہیں کہتے کہ انہوں نے مقامِ نبوّت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے فیض سے نہیں پایا بلکہ وہ سب براہِ راست نبی بنائے گئے۔ چنانچہ حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

> ’’بنی اسرائیل میں جس قدر نبی گذرے ہیں اُن سب کو خدا نے براہِ راست چُن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کُچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمّتی بھی ہے اور نبی بھی۔‘‘
>
> (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

کامل اُمّتی تو وہی کہلاتا ہے جسے ہر کمال اپنے نبیٔ متبوع کے فیض سے مِلا ہو اور پَیروی کے بعد ملا ہو۔ ان معنوں میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام اُمّتی نبی نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ بقول خالد محمود صاحب صاحبِ شریعت جدیدہ نبی تھے لہذا اگر وہ اصالتاً نازل ہوں تو ان کی

نبوّت کی نَوع (قسم) بدل جائے گی۔اور وہ تشریعی نبی سے غیر تشریعی اُمّتی نبی ہو جائیں گے۔گویا اُن کی پہلی قِسم کی نبوّت میں تغیّر واقع ہو جائے گا۔اور وہ ایک نئ قسم کی نبوّت کے حامِل ہونگے جس کی صورت غیر تشریعی اُمّتی نبی کی ہوگی۔اس طرح اُن کے وجود میں ایک نئ قسم کی نبوّت کا حدوث ہوگا۔پس جب اُمّتی نبی کا حدوث اور امکان ثابت ہے تو کیوں اس نبوّت کے پانے کا حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کرنے والے کِسی اُمّتی کو ہی نہ دیا جائے۔خدا تعالیٰ کو حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو دوبارہ لانے اور اُمّتی بنانے کا تکلّف اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔اُمّتی کا حق تو فائق ہے کہ اُسے اس قسم کی نبوّت مِل جائے جس سے وہ ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی۔تشریعی نبی کو غیر تشریعی بنانے میں تو خود اس غیر تشریعی نبی کی ہتک ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام بھی خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی دونوں کے قائل ہیں۔ خاتمیت مرتبی کے متعلق آپؑ لکھتے ہیں:۔

> ''اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پَیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے۔اور آپ کی توجہِ رُوحانی نبی تراش ہے۔اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

خاتمیت زمانی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں:۔

’’خدا تعالیٰ نے اللہ کے نام کی قرآن شریف میں یہ تعریف کی ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو ربّ العالمین، رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا اور رسُول بھیجے اور کتابیں بھیجیں **اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں۔‘‘**

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)

پس دونوں قسم کی خاتمیت کا حقیقۃ الوحی میں ذکر موجود ہے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

’’ختم نبوّت آپ پر نہ صرف زمانے کے تاخّر کی وجہ سے ہوُا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوّت آپ پر ختم ہو گئے ہیں۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

مولوی خالد محمود صاحب کو مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمتہ کے بیان کے مطابق خاتم النّبیین کے دونوں معنے خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی مسلّم ہیں۔ اور جو علمائے اُمّت خاتمیتِ مرتبی کو شُبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں انہیں مولوی خالد محمود صاحب غلطی پر قرار دیتے ہیں۔ یہ ہم بتا چکے ہیں کہ خاتمیت زمانی سے مراد مولوی محمّد قاسم صاحب کے نزدیک صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ خواہ وہ شریعت قرآنی شریعت کے خلاف ہو یا وہ قرآنی شریعت کے موافق ہو یا اس کے کچھ احکام قرآن شریف کے علاوہ ہوں۔ انہی معنوں میں خاتمیتِ زمانی خاتمیتِ مرتبی کے

ساتھ جمع ہوسکتی ہے۔ ورنہ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق قرار دینے کی صُورت میں خاتمیت مرتبی کا اثر آئیندہ کے لئے منقطع قرار دینا پڑتا ہے اور نہ مسیح موعود بحیثیت اُمّتی نبی کے آسکتے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النّبیّین رہتے ہیں۔ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق اور خاتمیت مرتبی میں تو تناقض ہے۔ یہ دونوں قسم کی خاتمیت تو اکٹھی پائی نہیں جاسکتی۔ پس تاخّر زمانی بہ لحاظ تشریعی نبوّت کے خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ اِسی لئے عُلماء نے حضرت عیسٰیؑ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا تسلیم کیا ہے۔

حضرت بانئِ سِلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۔ ''لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیٰحدہ ہو کر نبوّت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوّت (یعنی مسیح موعود کی نبوّت۔ ناقلؔ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت ہے نہ کہ کوئی نئی نبوّت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقّانیت دنیا پر ظاہر کی جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچّائی دِکھلائی جائے۔''

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۷)

۲۔ ''یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوّتِ تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدُود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسُوخ کرے۔ یا اس کی پیروی معطّل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔''

(الوصیّت صفحہ ۱۲ حاشیہ)

۳۔’’ نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مُراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ حاصِل کرے اور تجدیدِ دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر لفظ نبی کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اُس کو اُمّتی بھی نہ کہا جائے۔ **جس کے یہ معنٰی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہِ راست**‘‘

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۹)

پس خالد محمود صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ

’’ قادیانی مکتبِ فکر آیت خاتم النّبیین میں تفہیم کے لئے کوشاں نہیں۔ صرف تحریف کے در پے ہے۔‘‘

(عقیدۃ الامت صفحہ ۳۴)

کیونکہ ہمارے اور دُوسرے علماء میں صرف مسیح موعود کی شخصیّت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اُمّتی بھی۔ اگر خاتم النّبیین کے بعد اُمّتی نبی کی ضرورت مسلّم نہ ہوتی اور اُمّتی نبی کی نبوّت ختمِ نبوّت کے منافی ہوتی اور اُمّت کے مسیح موعود کے لئے اُمّتی نبی اللہ ہونے پر اتفاق نہ ہوتا تو پھر ہمارے عقیدہ پر خالد محمود صاحب اعتراض کر سکتے تھے۔ خود مسیح موعود کو اُمّتی نبی مانتے ہوئے ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ ہم پر تحریف کا الزام لگائیں۔

اُمّت میں نبوّت کے متعلق احادیثِ نبویّہ

علاوہ ازیں اُمّت میں نبوّت کے متعلق جب احادیثِ نبویّہ بھی موجود ہیں تو اُن کا ہم پر تحریف کا الزام کسی طرح جائز نہیں۔

پہلی حدیث

چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ."

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق)

ترجمہ: ابوبکر اس اُمّت میں سب سے بڑھ کر ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی (امت میں) پیدا ہو۔

اس کی مؤیّد طبرانی کی یہ حدیث ہے:۔

"اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ."

(جامع الصغیر للسّیوطی علیہ الرحمۃ)

یعنی ابوبکر سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ (اُمّت کے لوگوں سے) سوائے اس کے کہ کوئی نبی پَیدا ہو۔

دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

" اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ."

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: ابو بکر اور عمر دونوں اہل جنّت کے ادھیڑ آدمیوں میں سے سب پہلوں اور پچھلوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے۔ لہٰذا اگر پچھلوں میں سے نبی اور مرسل کے آنے کا امکان نہ ہوتا تو پھر نہ اوّلین کے لفظ کے استعمال کی ضرورت تھی نہ آخرین کی۔ پس جب پہلوں میں نبی ہوئے تو پچھلوں میں بھی نبی اور مرسل کے پیدا ہونے کا امکان ثابت ہوا۔

تیسری حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَبَّاسِ فِيْكُمُ النُّبُوَّةُ وَالْمَمْلُكَةُ "

(حجج الکرامہ صفحہ ۹۷)

ترجمہ: رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم لوگوں میں نبوت بھی ہوگی اور سلطنت بھی۔

یہ روایت ابنِ عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اسی کی مؤید ابن عساکر کی یہ روایت بھی ہے:

" اَلْخِلَافَةُ فِيْكُمْ وَالنُّبُوَّةُ "

یعنی تم میں خلافت بھی ہے اور نبوّت بھی۔

(ابن عساکر عن ابی ہریرۃ بحوالہ کنز العمال)

ان دونوں حدیثوں سے اُمّت میں سلطنت کے علاوہ نبوّت کا امکان بھی ثابت ہے۔

چوتھی حدیث

امام جلال الدین السّیوطی علیہ الرحمۃ نے جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے اپنی کتاب 'خصائص الکبریٰ' میں ایک حدیث درج کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:۔

" اَخْرَجَ اَبُوْ نَعِيْمٍ فِى الْحِلْيَةِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى نَبِيِّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ لَقِيَنِىْ وَهُوَ جَاحِدٌ بِاَحْمَدَ اَدْخَلْتُهُ النَّارَ قَالَ يَا رَبِّ وَمَنْ اَحْمَدُ قَالَ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَىَّ مِنْهُ كَتَبْتُ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِىْ فِى الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِىْ حَتّٰى يَدْخُلُهَا هُوَ وَاُمَّتُهٗ. قَالَ وَمَنْ اُمَّتُهٗ قَالَ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ صُعُوْدًا وَ هُبُوْطًا وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ يَشُدُّوْنَ اَوْسَاطَهُمْ وَ يُطَهِّرُوْنَ اَطْرَافَهُمْ صَائِمُوْنَ بِالنَّهَارِ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ اَقْبَلُ مِنْهُمُ الْيَسِيْرَ وَاَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةَ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ **قَالَ اجْعَلْنِىْ نَبِىَّ تِلْكَ الْاُمَّةِ قَالَ نَبِيُّهَا مِنْهَا** . قَالَ اجْعَلْنِىْ مِنْ اُمَّةِ ذٰلِكَ النَّبِىِّ. قَالَ اسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَأْخَرَ

وَلٰكِنَّ سَاَجْمَعُ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ فِي دَارِ الْجَلَالِ.

(كفايت اللبيب فی خصائص الحبيب المعروف بالخصائص الكبرىٰ للامام جلال الدين السّيوطی جلد اوّل صفحہ۱۲ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکّن والرحمة المهداة)

ترجمہ: ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیہ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ کو وحی کی کہ جو شخص مجھ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہوگا تو مَیں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ خواہ کوئی ہو۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ احمدؐ کون ہے؟ خدا نے فرمایا۔ مَیں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو اس سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ مَیں نے عرش پر اس کا نام اپنے نام کے ساتھ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے بھی پہلے لکھا ہے۔ بیشک جنّت میری تمام مخلوق پر حرام ہے۔ جب تک وہ نبی اور اس کی اُمّت اس میں داخل نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ آپ کی اُمّت کون لوگ ہیں؟ خدا نے فرمایا۔ وہ بہت حمد کرنے والے ہیں۔ چڑھائی اور اُترائی میں حمد کریں گے۔ اپنی کمریں باندھیں گے اور اپنے اطراف (اعضاء) کو پاک رکھیں گے۔ دن کو روزہ رکھنے والے ہوں گے اور رات کو تارکِ دُنیا۔ مَیں اُن کا تھوڑا عمل بھی قبول کرلُوں گا۔ اور انہیں کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کی شہادت دینے سے جنّت میں داخل کروں گا۔

موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا کہ مُجھ کو اس اُمّت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشادِ باری ہوا۔ **اس اُمّت کا نبی اس اُمّت میں سے ہوگا۔** موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا کہ مجھ کو اُن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمّت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد باری ہوا۔ تم (اُن سے) پہلے ہو گئے ہو وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اور اُن کو دار الجلال (جنّت) میں اکٹھا کر دُوں گا۔

نوٹ:۔ یہ حدیث مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر الحبیب'' صفحہ ۲۶۲ پر درج کی ہے۔ اور ''**الرحمة المهداة**'' میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اور ''ترجمان السنّۃ'' میں مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی نے بھی یہ حدیث درج کی ہے

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی اس درخواست کو ردّ کر دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے نبی بنائے جائیں اور **ردّ کرنے کی وجہ یہ بتائی نَبِیُّهَا مِنْهَا کہ اس اُمّت کا نبی اس اُمّت میں سے ہوگا۔** پھر موسیٰؑ نے اُمّتی بنائے جانے کی درخواست کی تو اُسے بدیں وجہ ردّ کر دیا گیا کہ چونکہ تم پہلے ہو گئے ہو اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے آنے والے ہیں اس لئے تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُمّتی بھی نہیں ہو سکتے۔

اِس حدیث سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں سے نبی تو آ سکتا ہے۔ لیکن کوئی پہلا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُمّتی نبی نہیں بن سکتا۔ پس خالد محمود صاحب کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اصالتاً اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد آئیں گے۔ اس حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ

السّلام کی طرح وہ بھی اُمّتِ محمدیّہ میں اُمّتی نبی نہیں بن سکتے۔ پس وہ حدیثیں جن میں عیسیٰ نبی اللہ کے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے اور اُسے نبی بھی قرار دیا گیا ہے اور اُمّتی بھی، وہ سب حدیثیں تاویل طلب ہیں۔ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرنی لازم ہے کہ یہ عیسیٰ اُمّتِ محمدیّہ کا ایک فرد ہے نہ کہ مسیح اسرائیلی۔

پانچویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اَلَا اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ نَبِیٌّ وَلَا رَسُوْلٌ اَلَا اِنَّهٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَلَا اِنَّهٗ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَضَعُ الْجِزْیَةَ وَ تَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا اَلَا مَنْ اَدْرَکَهٗ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْهِ السَّلَامَ."

(طبرانی الاوسط و الصغیر)

ترجمہ: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو! بے شک میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی اور رسُول نہیں۔ سُنو! بے شک وہ میری اُمّت میں میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ سُنو! بے شک وہ دجّال کو قتل کرے گا اور صلیب کو توڑے گا۔ اور جزیہ موقوف کر دے گا اور لڑائی اپنے اوزار رکھ دے گی (بند ہو جائے گی) سُنو! جو تم میں سے اُسے پائے اُسے السّلام علیکم کہے۔

اِس حدیث کے الفاظ اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ سے ظاہر ہے کہ موعود عیسیٰ بن مریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں سے آپ کا خلیفہ ہونے والا ہے۔ سُورۂ نور کی آیت استخلاف سے ظاہر ہے کہ اس اُمّت کے خلفاء وہ ہوں گے جو ایمان لانے کے بعد اعمالِ صالحہ بجا لائیں گے۔ اور یہ خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ ہوں گے۔ یعنی اُن کے مثیل ہوں گے۔ پس حضرت عیسیٰؑ اس اُمّت میں اصالتاً نہیں آ سکتے۔ بلکہ اُن کا کوئی مثیل ہی آ سکتا ہے جو اُمّتِ محمدیّہ کے افراد میں سے ہو۔ جسے عیسیٰ بن مریم سے مماثلت کی وجہ سے بطور استعارہ حدیث نبوی میں عیسیٰ بن مریم کا نام دیا گیا ہے۔ تا یہ ظاہر ہو کہ مسیح موعود عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں رنگین اور ان کا مثیل ہوگا۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مستقل نبی تھے اور مولوی خالد محمود صاحب انہیں تشریعی نبی مانتے ہیں۔ اس لئے ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے۔ ہاں اُمّت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ کا کسی پہلے نبی کا مثیل ہونا بموجب آیت استخلاف آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ کیونکہ ایسا شخص مستقل یا تشریعی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمّتی بھی۔

چھٹی حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعٌ فِى الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا. (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرزند صاحبزادہ ابراہیم وفات پا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنّت میں اس کے لئے ایک دُودھ پلانے والی مقرر ہے اور فرمایا کہ **اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔**

یہ روایت ابن ماجہ میں ہے جو صحاح سِتّہ میں سے ہے اور یہ تین مختلف طریقوں (سندوں) سے مروی ہے۔ بدیں وجہ شہاب علی البیضاوی میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:۔

"اَمَّا صِحَّۃُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْھَۃَ فِیْہِ لِاَنَّہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ"

یعنی اس حدیث کی صحت کے بارہ میں کوئی شُبہ نہیں کیونکہ اسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام ہیں۔ اس حدیث کے خلاف علاّمہ عبدالبرّ اور امام نَوَوِیؒ کے اِس خیال کو کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ کہہ کر ردّ کر دیا ہے کہ

"لَہٗ طُرُقٌ ثَلَاثٌ یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ۔"

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

کہ یہ حدیث تین سَندوں سے ثابت ہے جو آپس میں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں۔

پھر چوتھی حدیث لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ (اگر موسیٰ زندہ

ہوتے تو انہیں میری پیر وی کے سوا چارہ نہ ہوتا) کے متعلق لکھا ہے:۔

”وَ یُقَوِّیْهِ حَدِیْثُ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ.“

کہ یہ حدیث اسے تقویت دے رہی ہے۔

علاّ مہ شوکانی نے بھی نَوَوِیؒ کے اس خیال کو ردّ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور لکھا ہے:۔

”هُوَ عَجِیْبٌ مِنَ النَّوَوِی مَعَ وُرُوْدِهٖ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ کَاَنَّهٗ لَمْ یَظْهَرْ لَهٗ تَاوِیْلُهٗ۔“

(الفوائد المجموعة صفحہ ۱۴۱)

یعنی نووی کا اِس حدیث سے انکار قابل تعجب ہے باوجودیکہ اس حدیث کو تین صحابہ نے روایت کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نووی پر اس کے صحیح معنٰی نہیں کھُلے۔

ہمارا استِدلال

حدیث ہٰذا کی صحت ثابت کرنے کے بعد اب ہم بتاتے ہیں کہ اس حدیث سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ آیت خاتم النّبیین ۵ ھ میں نازل ہوئی تھی۔ اور صاحبزادہ ابراہیمؑ کی ۹ ھ میں وفات ہوئی۔ لہٰذا آیت خاتم النّبیین کے نزول کے قریباً پانچ سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا ابراہیمؑ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک صاحبزادہ ابراہیمؑ کا بالفعل نبی نہ ہونا اس کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے نہ کہ آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کے

نزول کی وجہ سے۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک آیت خاتم النّبیین حضورؐ کے بعد اُمّتی نبی کے پیدا ہونے میں بھی روک ہوتی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی یہ نہ فرماتے ''اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔'' بلکہ یہ فرماتے ''اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔''

امام علی القاریؒ نے اس حدیث کے مخالف علماء کے خیال کو ردّ کرنے اور اس حدیث کو قوی قرار دینے کے بعد لکھا ہے:۔

'' لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَعِيْسٰیؑ وَخِضَرٍؑ وَ اِلْيَاس.''

(موضُوعات کبیر صفحہ۵۸)

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے متّبعین میں سے ہوتے جیسے عیسٰیؑ، خضرؑ اور الیاسؑ کو متّبع نبی تسلیم کیا جاتا ہے۔

پھر یہ بتانے کے لئے کہ ان دونوں کا نبی ہو جانا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا، تحریر فرماتے ہیں:۔

'' فَلَا يُنَاقِصُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِيّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا يَأْتِیْ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔''

(موضوعات کبیر صفحہ۵۹)

ترجمہ: ان دونوں کا نبی ہو جانا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النّبیین کے معنٰی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی

شریعت کو منسُوخ کرے اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں آیت خاتم النّبیین کی رُو سے دو طرح کے نبیوں کا آنا منقطع قرار دیا ہے:۔

اوّل یہ کہ ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا جو شریعتِ محمدیّہ کو منسُوخ کرے یعنی نئی شریعت کے لانے کا مدّعی ہو۔

دوم یہ کہ ایسا نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جو آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

گویا مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔ اس لئے صاحبزادہ ابراہیمؑ زندہ رہنے کی صورت میں اُمّتی نبی ہی ہو سکتے تھے اور اُن کا اُمّتی نبی ہونا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ اور آیت خاتم النّبیین اُن کے اُمّتی نبی ہونے میں روک نہ ہوتی۔ کیونکہ خاتم النّبیین کی آیت صرف تشریعی نبی یا اُمّتِ محمدیہ سے باہر کسی نبی کے آنے یعنی مستقل نبی کے آنے میں روک ہے۔

ایک سوال کا جواب

اس جگہ ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتا تو صدّیق نبی ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا جا چکا تھا کہ آپؐ کا یہ فرزند ضرور نبی ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر الہیثمی اپنی کتاب ”الفتاوی الحدیثیة“ میں ایک حدیث نبوی درج فرماتے ہیں:۔

’’عَنْ عَلِیّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاهِیْمُ اَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّهٖ مَارِیَةَ فَجَاءَ تْهُ وَغَسَلَتْهُ وَكَفَّنَتْهُ وَخَرَجَ بِهٖ وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَهٗ فَدَفِنَهٗ وَاَدْخَلَ النَّبِیُّ یَدَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِیٌّ اِبْنُ نَبِیٍّ.‘‘

(الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیمؑ (فرزند رسُول۔ناقل) وفات پا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی والدہ ماریہؓ کو بُلا بھیجا۔ وہ آئیں اور اُسے غسل دیا اور کفن پہنایا اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُسے لے کر نکلے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے تو آپ نے اُسے دفن کیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی قبر میں داخل کیا۔ پس کہا خدا کی قسم بے شک یہ ضرور نبی ہے نبی کا بیٹا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بالقوۃ نبی ضرور تھے اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے منکشف ہو چکا تھا اسی لئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ یعنی بالفعل نبی ہوتا۔

مولوی خالد محمود صاحب کی غلط بیانی

مولوی خالد محمود صاحب امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی توجیہ کو اپنے مقصد کے خلاف پا کر نہایت گھبراہٹ میں امام موصوف کی طرف ایک ایسی بات منسوب کرتے ہیں جس کا انہیں وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''ملّا علی قاری یہاں سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضورؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اَور بزرگ کو نبی بناتا تو اُسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی طرح تاجدارِنبوّت سے پہلے نبی بناتا کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی فرضی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخّصات بھی وہی ہوں جو اَب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضور کے بیٹے بھی ہوں۔ اور پھر آنحضرتؐ سے پہلے کے نبی ہوں۔ بنا بر فرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخّص لازم نہیں۔ یعنی اُن کے فرزندِ رسُولؐ سے صرفِ نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ربّ العزّت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسٰےؑ ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کی طرح حضور سے پہلے کے نبی ہوتے اور حضورؐ کے بعد تک رہنے کی صُورت میں حضور کے تابع شریعت ہو کر رہتے۔ اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آ جائے تو اس کا آنا خاتم النّبیین کے خلاف نہیں ہوگا البتہ اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی نبوّت نافذ نہ ہو جیسے ایک صُوبے کا گورنر جب دوسرے گورنر کے صُوبہ میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا۔ لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۷)

الجواب

خالد محمود صاحب کا شدید اضطراب ان کے اس بیان سے ظاہر ہے وہ ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس حدیث میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم میرا بیٹا نہ ہوتا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح کسی پہلے زمانہ میں پیدا ہو چکا ہوتا اور نبی بن چکا ہوتا اور پھر میرے نبوّت کے زمانہ کو پاتا تو پھر وہ نبی تو ہوتا مگر اس کی نبوّت نافذ نہ ہوتی۔

خالد محمود صاحب کا یہ بیان سراسر دروغ بے فروغ ہے۔ وہ صاحبزادہ ابراہیم سے صرف نظر کرنا بتاتے ہیں۔ حالانکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور ملاّ علی قاری علیہ الرحمۃ صرف نظر نہیں کر رہے بلکہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو معیّن طور پر اپنے وفات پانے والے بیٹے ابراہیمؑ کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ بلکہ اس کے چھوٹی عمر میں وفات پا جانے یہ کہہ کر اُسے مشخص فرما رہے ہیں کہ **اِنَّ لَـهٗ مُـرْضِعَةٌ فِـي الْجَنَّةِ** کہ اس کے لئے جنّت میں ایک دایہ مقرّر رہے۔ اور گزشتہ حدیث کے مطابق اس کے دفن کئے جانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا:۔

"**اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِیٌّ اِبْنُ نَبِیٍّ**"

یعنی خدا کی قسم بے شک یہ ضرور نبی ہے اور نبی کا بیٹا ہے۔

اِسی طرح امام علی القاری علیہ الرحمۃ بھی اسی فوت ہو جانے والے ابراہیم مشخّص فرزندِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق فرما رہے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع نبی ہوتا۔ اور اس کا اِس قسم کا نبی ہونا آیتِ خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ اس جگہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اس کی نبوّت نافذ

نہ ہوتی اور نہ امام علی القاری نے ایسا لکھا ہے۔ صاحبزادہ ابراہیم کے نبی ہونے کی صورت میں ان کی عیسٰی، خضر والیاس سے تشبیہ دینے سے یہ مراد نہیں کہ نبی بننے کی صورت میں وہ عیسٰی وخضر والیاس علیہم السّلام کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوکر نبی بن چکے ہوتے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو وہ نبی تو ہوتے مگر اُن کی نبوّت نافذ نہ ہوتی۔

تشبیہ میں یہ لازم نہیں ہوتا کہ مشبّہ کی مشبّہ بہٖ سے تمام جزئیات میں اس طرح مشابہت ضروری ہو کہ دونوں کا زمانہ بھی ایک ہی ہو۔ بلکہ اگر زمانہ حال کے کِسی شخص کو جیسا کہ صاحبزادہ ابراہیم تھے زمانہ ماضی کے کسی شخص سے تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ سے مشبّہ کے زمانہ سے صرفِ نظر کر لینا بالکل ایک غیر معقول بات ہوگی۔ اور امام علی القاری جیسا فاضل فقیہ کبھی ایسی غیر معقول بات نہیں کہہ سکتا۔ خصوصًا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے صاحبزادہ ابراہیم سے صرفِ نظر کر کے اُسے حضرت عیسٰیؑ کی طرح اپنے سے کسی پہلے زمانہ کا انسان فرض کر کے یہ بات بیان نہیں فرما رہے بلکہ مقصود آپ کا اپنے اس وفات پانے والے فرزند کی استعدادِ نبوّت کو بیان کرنا تھا جس سے نبوّت کے بالفعل نفاذ میں صرف اس کی وفات حائل ہوئی ہے۔ نہ کہ آیت خاتم النّبیین۔

پس مولوی خالد محمود صاحب اپنے مندرجہ بالا بیان میں محض کھینچ تان سے ایک سیدھی بات کو موڑ توڑ کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس سادہ سی تشبیہ میں امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی مُراد صرف یہ ہے کہ جس طرح عیسٰیؑ، خضرؑ اور الیاسؑ کا جو پہلے کے نبی ہیں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجانا ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ اسی طرح اگر رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں پیدا ہونے والا فرزند ابراہیمؑ وفات نہ پا جاتا تو اس

کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع نبی ہونا آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوتا کیونکہ آیت خاتم النّبیین میں انقطاعِ نبوّت کا وہ صرف یہ مفہوم بیان کررہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

پس اُمّت میں سے کسی کا نبی بن جانا اُن کے نزدیک آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہیں۔ اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ فرزندِ رسُولؐ صاحبزادہ ابراہیم اگر زندہ رہتے اور بموجب حدیثِ نبوی نبی ہو جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع یعنی اُمّتی ہوتے۔

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب

معلّمۂ نصف الدّین اُمّ المومنین حضرت عائشۃ الصدّیقۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

"قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ"

(تفسیر دُرِّ منثور جلد۵ صفحہ۲۰۴)

ترجمہ: لوگو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین تو کہو اور یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہی قول حضرت امام محمّد طاہر علیہ الرحمۃ نے تکملہ مجمع البحار میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے:۔

"قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ"

(تکملہ صفحہ ۸۵)

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے ان ظاہری معنوں سے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں خاتم النّبیین کا مفہوم پورے طور پر ادا نہیں ہوتا بلکہ اس قول کے ظاہری معنوں سے اُمّت محمدیہ غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ اس لئے آپؓ نے اُمّت کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیین کہنے کی تو ہدایت فرمائی اور لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے منع فرمادیا۔

حضرت اُمّ المومنینؓ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی منکر نہ تھیں بلکہ وہ اس کے معنٰی یہ سمجھتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا یا کوئی مستقل نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کے زمانہ نبوّت کو ختم کردے۔ دیگر علماءِ اُمّت نے بھی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنٰی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُراد اِن الفاظ سے یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ افسوس ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ الصدّیقہؓ نے اُمّت کو لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے روک کر جس غلط فہمی سے بچانا چاہا تھا مولوی خالد محمود صاحب اسی دھوکے میں اُمّت کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

خود امام محمد طاہرؒ نے یہ قول نقل کرکے ایک توجیہہ اس قول کی یہ بھی بیان کی ہے کہ

" ھٰذَا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ. "

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی اُم المومنینؓ کا یہ قول حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے یہ مُراد تھی کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شرع منسُوخ کرے۔

ہاں امام محمد طاہر نے اپنے عقیدہ کوملحوظ رکھتے ہوئے اس توجیہہ سے پہلے یہ توجیہہ بھی کی ہے:۔

" هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی "

کہ یہ قول کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہا نہ جائے نزولِ عیسٰی کے پیش نظر ہے۔

مگر یہ صرف امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کا اپنا خیال ہے۔اسی لئے مَیں نے اپنی کتاب ''علمی تبصرہ'' میں اختصار کے پیش نظر امام محمد طاہر کی اس توجیہہ کو پیش نہیں کیا تھا بلکہ اس دوسری توجیہہ کو پیش کیا تھا جس سے ہمارا مقصد وضاحت سے ظاہر ہو جاتا تھا کہ اُمّتی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ چونکہ حضرت اُمّ المومنینؓ وفاتِ مسیح کی قائل ہونے کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اصالتاً نزول کی قائل نہ تھیں لہذا وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اصالتاً نُزول کے پیشِ نظر یہ قول نہیں کہہ سکتی تھیں۔ بلکہ انہوں نے یہ قول اس مسیح موعود کے پیش نظر کہا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں سے ایک پہلو سے اُمّتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے والا تھا۔

اس بات کا ثبوت کہ حضرت اُم المومنینؓ وفاتِ مسیح کی قائل تھیں یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں آپ کی سَند سے یہ حدیث بیان کی ہے:۔

" اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃِ سَنَۃٍ. "

کہ عیسٰی بن مریم ایک سوبیس سال زندہ رہے۔

پس ''علمی تبصرہ'' میں اختصار کے پیشِ نظر میرا " هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی " کا قول جو امام محمد طاہر کے ذاتی خیال سے متعلق ہے پیش نہ کرنا قابلِ اعتراض امر نہیں۔ ماسوا اس کے ہم بھی تو اس حدیث کو اس وقت تک نزولِ عیسٰی سے ہی متعلق قرار

دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عیسٰی اسرائیلی ہو یا محمّدی۔ چونکہ اسرائیلی مسیح علیہ السّلام حضرت اُمّ المومنینؓ کے نزدیک وفات پا چکے ہیں اس لئے اُن کے زیرِ بحث قول میں وہ تو ہرگز حضرت اُمّ المومنینؓ کے مدّنظر نہیں ہو سکتے۔

بالآخر عرض ہے کہ اگر اُمّ المومنینؓ خاتم النّبیین کے معنٰی علی الاطلاق خاتمیتِ زمانی ہی سمجھتیں تو لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے کبھی منع نہ فرماتیں۔ مگر چونکہ وہ خاتم النّبیین کے پُورے اسلامی عقیدہ کی قائل تھیں اس لئے انہوں نے لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے خاتم النّبیین کے اسلامی عقیدہ کے متعلق پُوری تشریح نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی اور یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ خاتمیّتِ زمانی علی الاطلاق پائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات اُن کے نزدیک درست نہ تھی۔ وہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی منکر نہ تھیں۔ مگر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے حقیقی معنوں سے چونکہ عوام ناواقف تھے اِس لئے ایسے لوگ خاتم النّبیین کے ساتھ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہا جانے سے اس وہم میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّتی نبی بھی نہیں آ سکتا۔ اور نہ ہی مسیح موعُود کا بطور اُمّتی نبی کے ظہور ہو سکتا ہے۔ اس لئے اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اُمّت پر شفقت فرماتے ہوئے لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے روک کر اُمّت کو غلط فہمی سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اُن کی راہ نمائی سے مستفیض نہیں ہوئے اور حضرت مسیح موعود بانیٔ سِلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے اُمّتی نبی کے دعوے کو آیت خاتم النّبیین کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا اسلامی عقیدہ رکھنے کا دعوٰی کرتے ہوئے پھر خاتمیت زمانی کے ایسے معنٰی لینا چاہتے ہیں جو خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ بوجہ تناقض جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب

ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

" قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنِّیْ لَمْ اَرَ زَمَانًا خَیْرَ الْعَامِلِ مِنْ زَمَانِکُمْ ھٰذَا اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ زَمَانٌ مَعَ نَبِیٍّ."

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۷)

راوی کہتا ہے کہ "حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مَیں اس زمانہ سے کوئی زمانہ بہتر نہیں پاتا سوائے ایسے زمانہ کے کہ وہ آئندہ نبی کے ساتھ ہو۔

یَکُوْنُ مضارع کا صیغہ ہے جو استقبال کا فائدہ دے رہا ہے۔ پس حضرت علیؓ کے نزدیک آئندہ نبی کے ہونے کا امکان تھا۔ ورنہ وہ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ زَمَانٌ مَعَ نَبِیٍّ کے الفاظ نہ فرماتے۔

امام الصّوفیاء الشیخ الاکبر حضرت محی الدّین

ابن العربی علیہ الرحمۃ کے اقوال

امام الصوفیاء الشیخ الاکبر تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) وَمِنْ جُمْلَۃِ مَا فِیْھَا تَنْزِیْلُ الشَّرَائِعِ وَ خَتَمَ اللّٰہُ ھٰذَا التَّنْزِیْلَ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ."

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۵۵۔۵۶)

ترجمہ: آغاز اور انجام والی اشیاء میں سے شریعتوں کا نازل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے اُتارنے کو محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع سے ختم کردیا۔ پس آپ (اس طرح) خاتم النّبیین ہوئے۔

(ب) **فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْکُلِّیَّةِ لِھٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ فَھٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ.''**

(فتوحاتِ مکّیہ جلد۲ صفحہ۲۴)

ترجمہ: نبوّت کُلّی طور پر نہیں اُٹھی۔ اس لئے ہم نے کہا ہے کہ صرف تشریعی نبوّت اٹھی ہے اور یہی معنی حدیث لَا نبیّ بعدی کے ہیں۔

(ج) **اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰے شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ.''**

(فتوحاتِ مکّیہ جلد۲ صفحہ۳)

ترجمہ: وہ نبوّت جو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوّت ہے نہ کہ **مقامِ نبوّت**۔ پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی شرع کی ناسخ ہو اور نہ آپؐ کی شرع میں کوئی نیا حکم بڑھانے والی شرع ہوگی اور یہی معنے

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت اور نبوّت منقطع ہوگئی ہے۔ پس میرے بعد نہ رسُول ہوگا نہ نبی۔ یعنی مُراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (اس قول سے۔ ناقل) یہ ہے کہ اب ایسا نبی کوئی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ **جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔**

مولوی خالد محمود صاحب کی حِیلہ جوئی

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدۃ الامۃ'' میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی عبارت (ج) کا آخری حصّہ تو درج کیا ہے اور اس کا ترجمہ بھی بگاڑ کر لکھا ہے۔ اور اس عبارت کے پہلے حصّہ کو درج نہیں کیا۔ جس میں شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے کہ صرف تشریعی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر منقطع ہوئی ہے۔ مقامِ نبوّت منقطع نہیں ہوُا۔ چونکہ خالد محمود صاحب کے دِل میں چور تھا۔ اس لئے انہوں نے پُوری عبارت اور اس کا ترجمہ پیش نہیں کیا اور اُس کے آخری حصّہ کا ترجمہ توڑ مروڑ کر یہ لکھا ہے:۔

> ''تحقیق رسالت اور نبوّت منقطع ہوچکی ہے۔ پس میرے بعد کوئی رسُول یعنی کوئی (پُرانا نبی بھی) ایسا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف رہے۔ بلکہ جب بھی ہوگا اُمّتی نبی ہو کر رہے گا۔''

اس ترجمہ میں ''یعنی کوئی پُرانا نبی بھی'' اصل الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ترجمہ میں خالد محمود صاحب نے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ اس سے پہلی عبارت میں جس کو درج نہیں کیا اس میں بیان کردہ خیال ''مقام نبوّت منقطع نہیں ہوا۔'' کے

عام اور اُصولی مفہوم کو خالد محمود صاحب اپنے نوٹ میں گول مول کر گئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

''پیشِ نظر رہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مقام نبوت کی نفی نہیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے تو آنا ہی ہے۔ ہاں نبوّت ملنے کی نفی ہے۔ جسے کہ تشریع کہتے ہیں۔ حاصل اینکہ یہاں انقطاعِ تشریع ہے یعنی نبوّت ملنے کا انقطاع ہے۔ خود نبوّت کا انقطاع نہیں۔''

(عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۸۱)

واضح ہو کہ تشریعی نبوّت کا انقطاع تو ہم احمدی بھی مانتے ہیں۔ اور شیخ اکبرؒ بھی۔ مگر وہ تشریعی نبوّت کو مقامِ نبوّت پر امر زائد جانتے ہیں۔ اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ''نبوّت ملنے کا انقطاع ہے خود نبوّت کا انقطاع نہیں'' یہ گول مول فقرہ خالد محمود صاحب نے اس لئے لکھا ہے کہ یہ ظاہر کریں کہ گویا شیخ اکبر آئندہ نبی پیدا ہونے کا انقطاع تو قرار دیتے ہیں لیکن نبوّت کا انقطاع قرار نہیں دیتے کیونکہ ایک پُرانے نبی حضرت عیسیٰؑ نے آنا جو ہوا۔

مولوی خالد محمود صاحب! اس ہیرا پھیری سے کیا فائدہ کیونکہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ تو نبوّت کو قیامت تک جاری قرار دیتے ہیں اور صرف تشریعی نبوّت کو منقطع جانتے ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

'' فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِى الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ.''

(فتوحات مکّیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب نمبر ۷۳)

ترجمہ: نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے اگرچہ تشریعی (نئی شریعت کا لانا۔ ناقل) منقطع ہو گیا ہے۔ پس شریعت کا لانا نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

شیخ اکبر کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک ایک جُزوِ نبوّت جو شریعت کا لانا ہے منقطع ہے۔ اور نبوّت منقطع نہیں۔ نبوّت کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ ہے کہ

"لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْاِخْبَارِ الْاِلٰهِیْ."

(فتوحات مکّیہ جلد نمبر صفحہ ۴۱۴ سوال ۱۸۸)

یعنی نبوّت خدا تعالیٰ کی طرف سے اُمورِ غیبیہ ملنے سے زائد کوئی امر نہیں۔

پھر نبوّت کے منقطع ہونے کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"فَاِنَّهٗ يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَنقَطِعَ خَبْرُ اللّٰهِ وَ اَخْبَارُهٗ مِنَ الْعَالَمِ اِذْ لَوْ انْقَطَعَ لَمْ يَبْقَ لِلْعَالَمِ غَذَاءٌ يَتَغَذّىٰ بِهٖ فِیْ بَقَاءِ وُجُوْدِهٖ."

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: یہ محال ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دُنیا کو اخبارِ غیبیہ کا ملنا منقطع ہو جائے اِس لئے اگر یہ منقطع ہو جائے تو دُنیا کے لئے کوئی غذا باقی نہیں رہے گی۔ جس سے وہ اپنے وجود (رُوحانی) کو غذا دے سکے۔

اِن عبارتوں سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبرؒ کے نزدیک نبوت مطلقہ تو جاری ہے لیکن تشریعی نبوّت منقطع ہوگئی۔

اُمّت کے خاص مقرّبوں کا مقام بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"اَلْمُقَرَّبُوْنَ مَقَامُهُمْ بَيْنَ الصِّدِّيْقِيَّةِ وَ النُّبُوَّةِ التَّشْرِيْعِيَّةِ وَهُوَ

مَقَامٌ جَلِيْلٌ جَهِلَهُ اَكْثَرُ النَّاسِ مِنْ اَهْلِ طَرِيْقَتِنَا كَاَبِىْ حَامِدٍ وَ اَمْثَالُهُ لِاَنَّ ذَوْقَهُ عَزِيْزٌ وَهُوَ

مَقَامُ النُّبُوَّةِ الْمُطْلَقَةِ"

(فتوحات مکّیہ جلد۲صفحہ۱۱)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے خاص مقرّبوں کا مقام صدّیقیت اور نبوّت تشریعیّہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک عظیم الشان مقام ہے جس سے ہمارے اہلِ طریقت میں سے اکثر لوگ جیسے ابو حامد (غزالی) وغیرہ ناواقف ہیں۔ کیونکہ اس کا ذوق کم ہی لوگوں کو حاصِل ہے۔ **اور یہ نبوّتِ مطلقہ کا مقام ہے۔**

نبوّۃ مطلقہ نبوّت کی جُزوذاتی ہے

یہی نبوّۃ مطلقہ شیخ اکبر کے نزدیک نبوّت کی جزوذاتی ہے۔ شریعت لانے کو وہ جزوِ عارض قرار دیتے ہیں۔ یعنی ایسی جزو جو کسی نبی کو حاصِل ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِيْعَ اَمْرٌ عَارِضٌ بِكَوْنِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بَلَا شَكٍّ"

(فتوحات مکّیہ جلد۱صفحہ۵۷)

ترجمہ: ہم نے جان لیا ہے کہ شریعت کا لانا ایک امر عارض ہے (یعنی نبوّت کے لئے امر ذاتی نہیں۔ ناقل) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ہم میں

بغیر کسی نئی شریعت کے نازل ہوں گے اور وہ بلا شکّ نبی ہیں۔

شیخ اکبر کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا بروزی نزول

یاد رہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰؑ کے اصالتاً نازل ہونے کے قائل نہیں بلکہ وہ اُن کے بروزی نُزول کے ہی قائل ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ"

(تفسیر شیخ اکبر برحاشیہ تفسیر عرائس البیان جلد اوّل صفحہ ۲۶۲)

ترجمہ: حضرت عیسیٰؑ کا نُزول آخری زمانہ میں کسی دوسرے بدن کے تعلق سے واجب ہے۔

شیخ اکبر کے نزدیک نبوّت عامّہ کا امکان!

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ تشریعی نبوّت کو جو ایک مخصوص قسم کی نبوّت ہے منقطع قرار دیتے ہیں اور نبوّت مطلقہ کو جاری قرار دیتے ہیں۔ اس نبوّتِ مطلقہ کو وہ نبوّت عامّہ بھی قرار دیتے ہیں اور اس نبوّت کے پانے والوں کو انبیاء الاولیاء کا نام دیتے ہیں۔ اور اس کے جاری ہونے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(حٰمٓ سجدہ ع ۴ آیت ۳۱)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

" هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ."

(فتوحات مکّیہ جلد۲صفحہ۲۴۲باب معرفۃ الاستقامۃ)

یعنی ملائکہ کا مومنوں کے استقامت دکھانے پر نازل ہونا نبوّتِ عامّہ ہے نہ کہ تشریعی نبوّت۔

خالد محمود صاحب نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کیا ہے:۔

" اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ سَدَّ بَابَ الرِّسَالَةِ عَنْ كُلِّ مَخْلُوْقٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ."

یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسالت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

شیخ اکبر کے اس قول میں ان کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں تشریعی رسالت کے دروازے کا بند ہونا ہی مذکور ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں:۔

" فَقَطَعْنَا اَنَّ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُهٗ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ فِي النُّبُوَّةِ لَا فِي التَّشْرِيْعِ."

(فتوحات مکّیہ جلد۱صفحہ۵۶۹، ۵۷۰)

ترجمہ: ہم نے قطعی طور پر جان لیا ہے کہ اِس اُمّت میں ایسے شخص بھی ہیں جن کا درجہ نبوت میں انبیاء کے درجہ سے مل گیا ہے نہ کہ نئی شریعت لانے میں۔

اَلنَّبِی کا نام زائل ہونے کی وجہ

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے بعض اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

"**لَا يُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّةِ وَلَا النَّبِيِّ اِلَّا عَلَى الْمُشَرِّعِ خَاصَّةً فَحُجِرَ هٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَيَّنٍ فِي النُّبُوَّةِ.**"

ترجمہ: النُّبُوَّۃُ اور النَّبِی کا نام خاص طور پر صرف شریعت لانے والے کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ شریعت کا لانا نبوّت کا ایک خاص معیّن وصف ہے۔ یعنی شریعت غیر نبی کو نہیں ملتی۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے اِس کلام سے ظاہر ہے کہ اَلنَّبِی اور اَلنُّبوَّۃ کا لفظ الف لام تعریف کے ساتھ عُرفِ عام میں تشریعی نبی اور تشریعی نبوّت کے لئے معیّن ہو گیا ہے۔ اِس لئے غیر تشریعی نبی کو اور اس کی نبوّت کو اَلنَّبِی اور اَلنُّبُوَّۃ نہیں کہا جائے گا۔ اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں:۔

"**فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلٰى هٰذَا الْمَقَامِ لِئَلَّا يَتَخَيَّلَ مُتَخَيِّلٌ اَنَّ الْمُطْلِقَ لِهٰذَا اللَّفْظِ يُرِيْدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ فَيَغْلُطَ.**"

(فتوحات مکّیہ جلد۲ صفحہ۳)

ترجمہ: ہم نے اس مقام نبوّت پر النُبُوَّۃ کا لفظ بولنا اس لئے روک دیا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس لفظ کو بولنے والا تشریعی نبوّت مراد لیتا ہے (اور سُننے والا) اس سے (ایسی) غلطی میں نہ پڑ جائے۔

انبیاءالاولیاء

لیکن کسی کے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی کہلانے سے ایسی غلطی واقع نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ایسے نبی کو جو تشریعی نبی نہ ہو۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ النّبی کی بجائے نبی الاولیاء قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ نبوّت مطلقہ رکھنے والے غیر تشریعی انبیاء اور مُحدَّثینِ اُمّت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اِنْ اَرَادَ اَصْحَابُ النُّبُوَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَالْمُحَدَّثُوْنَ اَصْحَابُ جُزْءٍ مِنْهَا فَالنَّبِیُّ الَّذِیْ لَا شَرْعَ لَهٗ فِیْ مَا یُوْحٰی اِلَیْهِ بِهٖ هُوَ رَأْسُ الْاَوْلِیَاءِ وَ جَامِعُ الْمَقَامَاتِ مَقَامَاتٌ مَا تَقْتَضِیْهِ الْاَسْمَاءُ الْاِلٰهِیَّةُ مِمَّا لَا شَرْعَ فِیْهِ مِنْ شَرَائِعِ اَنْبِیَاءِ التَّشْرِیْعِ وَ الْمُحَدَّثُ مَا لَهٗ سِوَی التَّحْدِیْثِ وَمَا یُنْتِجُهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ وَالْاَعْمَالِ وَ الْمَقَامَاتِ. وَکُلُّ نَبِیٍّ مُحَدَّثٌ وَمَا کُلُّ مُحَدَّثٍ نَبِیٌّ وَهٰؤُلَاءِ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ وَاَمَّا الْاَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ لَهُمْ شَرَائِعُ فَلَا بُدَّ مِنْ تَنَزُّلِ الْاَرْوَاحِ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ بِالْاَمْرِ وَالنَّهْیِ."

(فتوحاتِ مکّیہ جلد۲ صفحہ ۷۷، ۷۹ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

ترجمہ: نبوّت مطلقہ رکھنے والے انبیاء (یعنی غیر تشریعی انبیاء۔ ناقل) کے مقابل محدثین جزوی طور پر نبوّتِ مطلقہ رکھتے ہیں۔ پس وہ نبی جس کی وحی تشریعی نہ ہو وہ رأس الاولیاء ہوتا ہے اور ایسے مقامات کا جامع بھی جنہیں اسماء الٰہیہ چاہتے ہیں۔ وہ مقامات جن میں تشریعی انبیاء کی طرح کوئی

شریعت نہیں ہوتی۔اور محدّث کو تو صرف تحدیث اوراس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اُمور اور مقامات حاصل ہوتے ہیں۔**پس ہر نبی مُحَدَّث ہوتا ہے اور ہر مُحَدَّث نبی نہیں ہوتا۔** یہ سب لوگ (غیر تشریعی انبیاء اور محدّثین۔ناقل)**انبیاء الاولیاء ہوتے ہیں** لیکن وہ انبیاء جو تشریعی ہوتے ہیں اُن کے دلوں پر ارواح (فرشتے) امر و نہی (یعنی شریعت) لیکر نازل ہوتے ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نبوّت مطلقہ رکھنے والے غیر تشریعی انبیاء کے مقابلہ میں محدّثین اُمّت کو نبوّت مطلقہ جزوی طور پر رکھنے کی وجہ سے نبی قرار نہیں دیتے۔ہاں وہ غیر تشریعی انبیاء کی طرح محدّثین کے لئے انبیاء الاولیاء کا اطلاق جائز رکھتے ہیں۔ہاں اُمّتِ محمّدیہ کا مسیح موعود اُن کے نزدیک بالاختصاص نبوّت مطلقہ رکھنے والا نبی الاولیاء ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یَـنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ یَشْرَکُہٗ فِیْھَا الْاَوْلِیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ فَھُوَ مِنَّا وَھُوَ سَیِّدُنَا۔''

(فتوحات مکّیہ جلد۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ: مسیح موعود نبوّت مطلقہ رکھتے ہوئے نبی الاولیاء ہوگا اور اس امر میں اولیاء محمّدی بھی اس کے شریک ہیں (مگر صرف جزوی طور پر۔ناقل)

مسیح موعود ان محدّثین کے بالمقابل ان کے نزدیک بلاشک نبی ہے۔چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔''

(فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷۰)

یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰؑ کے اصالتاً نزول کے قائل نہیں بلکہ بروزی نزول کے قائل ہیں۔

مسیح موعود کی احتیاط

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے مسیح موعود کو نبوت مطلقہ رکھنے والا نبی الاولیاء قرار دیا ہے۔ مگر جیسا کہ آپ معلوکر چکے ہیں وہ انبیاء الاولیاء کی اصطلاح کو غیر تشریعی مستقل انبیاء کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے لئے اس اصطلاح کی بجائے زیادہ احتیاط کرتے ہوئے اُمّتی نبی کا اطلاق کیا ہے تا کسی کو یہ شُبہ پیدا ہی نہ ہو سکے کہ آپ مستقلہ نبوّت کے دعویدار ہیں۔

پھر الشیخ الاکبر نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ مسیح موعود کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النّبیین کا فیض ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ امر تصریح سے بیان فرما دیا ہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمّتی۔ گویا مقامِ نبوّت آپ نے خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور افاضۂ روحانیہ سے حاصِل کیا ہے۔ کیونکہ اُمّتی کا ہر مقام اُس کے اُمّتی ہونے کی وجہ سے متبُوع نبی کا فیض ہی ہوتا ہے۔

پیرانِ پیر حضرت سیّد عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت پیرانِ پیر سیّد عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

”اُوْتِیَ الْاَنْبِیَاءُ اِسْمَ النُّبُوَّۃِ وَاُوْتِیْنَا اللَّقَبَ اَیْ حُجِرَ عَلَیْنَا اِسْمُ النُّبُوَّۃِ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ تَعَالٰی یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیْ کَلَامِہٖ

وَ كَلَامِ رَسُوْلِهٖ وَصَاحِبُ هٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِيَاءِ الْاَوْلِيَاءِ.“

(الیواقیت والجواھر للامام الشعرانی جلد۲صفحہ۲۵
ونبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ صفحہ۴۴۵)

ترجمہ: انبیاء کو نبوّت کا نام دیا گیا ہے۔اور ہم (اُمّتی ۔ناقل) نبی کا لقب پاتے ہیں۔ ہم سے نبی کا نام روک دیا گیا ہے (یعنی محض نبی کا نام ۔ناقل) باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسُول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوّۃ الولایت کا مقام حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ کے نزدیک منقطع نہیں۔

سیّد عبدالکریم جیلانیؒ کا مذہب

عارف ربّانی سیّد عبدالکریم جیلانی اپنی کتاب ”الانسان الکامل“ میں لکھتے ہیں:۔

” اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ نُبُوَّتُهٗ نُبُوَّةُ الْوَلَايَةِ كَالْخِضْرِ فِيْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَ كَعِيْسٰى اِذَا نَزَلَ اِلَى الدُّنْيَا فَاِنَّهٗ لَا يَكُوْنُ لَهٗ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ وَكَثِيْرٍ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ.“

(الانسان الکامل صفحہ۸۴)

ترجمہ: بہت سے انبیاء کی نبوّت نبوہ الولایت ہی ہے۔جیسا کہ خضرؑ کی نبوّت بعض اقوال کے لحاظ سے اور جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوّت جب

وہ دُنیا کی طرف نازل ہوں گے اور اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل کی نبوّت کا حال ہے۔

پس نبوّت الولایت ان بزرگوں کے نزدیک بنی اسرائیل کے انبیاء اور اُمّتِ محمّدیہ کے مسیح موعود کے لئے ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے۔ یہ نبوّت الولایت محض ولایت نہیں ہے بلکہ ولایت مطلقہ سے ایک بالا مقام ہے۔ چنانچہ سیّد موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"کُلُّ نَبِیِّ وَلَایَۃٍ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیِّ مُطْلَقًا وَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ بَدَایَۃُ النَّبِیِّ نِھَایَۃُ الْوَلِیِّ. فَافْھَمْ وَتَأَمَّلْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ خَفِیَ عَلٰی کَثِیْرٍ مِنْ اَھْلِ مِلَّتِنَا."

(الانسان الکامل صفحہ ۸۴)

ترجمہ: ہر نبیٔ ولایت مطلق ولی سے افضل ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہا ہے۔ پس اس نکتہ کو سمجھ لو اور اس میں غور کرو۔ کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہلِ ملّت پر مخفی رہا ہے۔ (مولوی خالد محمود صاحب پر یہ نکتہ مخفی ہی رہا ہے۔ ناقل)

خاتم النّبیّین کے معنی

سیّد موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

"فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لِاَنَّہٗ جَاءَ بِالْکَمَالِ وَلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ بِذٰلِکَ." (الانسان الکامل جلد ا صفحہ ۹۸)

ترجمہ: پس تشریعی نبوّت کا حکم اُٹھ گیا ہے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النّبیین ہیں کیونکہ وہ کمال (شریعت کاملہ تامہ) لے کرآئے ہیں۔اور کوئی اَور نبی ایسے کمال ساتھ نہیں آیا۔

پھر سیّد موصوف علیہ الرحمۃ حدیث نبوی" وَاشَوْتَاهُ اِلٰی اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ بَعْدِیْ " کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

" فَھٰؤُلَاءِ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ یُرِیْدُ بِذٰالِکَ نُبُوَّۃَ الْقُرْبِ وَالْاِعْلَامِ وَ الْحِکَمِ الْاِلٰھِیْ. لَا نُبُوَّۃَ التَّشْرِیْعِ لِاَنَّ نُبُوَّۃَ التَّشْرِیْعِ انْقَطَعَتْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ."

(الانسان الکامل جلد۲صفحہ۱۰۹)

ترجمہ: یہ اخوان جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے ہیں (جن کے متعلق آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ اشتیاق فرمایا ہے) انبیاء الاولیاء ہیں۔اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنہیں اپنا اخوان قرار دینے سے مُراد یہ ہے کہ اُن کو قرب والی نبوّۃ علم دیا جانے والی نبوّت اور الٰہی حکمتوں پر مشتمل نبوّت ملتی ہے نہ کہ تشریعی نبوّت۔کیونکہ تشریعی نبوّت محمّد صلے اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہوگئی۔

حضرت امام عبدالوہّاب شعرانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کو مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامّت میں شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی کا شاگرد قرار دیا ہے۔

نبوّت کی بندش کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے:۔

" اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّةِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ."

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ۳۵ وصفحہ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

ترجمہ: جان لو کہ مطلق نبوّت بند نہیں ہوئی۔ صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔

پھر وہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

" وَقَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَیْ مَا ثَمَّ مَنْ یُشَرِّ عُ بَعْدِیْ شَرِیْعَةً خَاصَّةً."

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ۳۵)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبی بعدی ولا رسول سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص شریعتِ خاصّہ کے ساتھ تشریعی نبی نہیں ہوگا۔

نبوّت کی تقسیم

امام موصوف نبوّت کی دو قسمیں تشریعی اور غیر تشریعی قرار دے کر لکھتے ہیں:۔

" تَنْقَسِمُ النُّبُوَّةُ الْبَشَرِیَّةُ عَلٰی قِسْمَیْنِ. اَلْاَوَّلُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰی غَیْرِهٖ مِنْ غَیْرِ رُوْحٍ مَلَکِیٍّ بَیْنَ اللّٰهِ وَ بَیْنَ عَبْدِهٖ بَلْ اَخْبَارَاتٌ اِلٰهِیَّةٌ یَجِدُهَا فِیْ نَفْسِهٖ مِنَ الْغَیْبِ اَوْ فِیْ تَجَلِّیَاتٍ وَلَا یَتَعَلَّقُ بِذٰلِکَ

حُکْمُ تَحْلِیْلٍ اَوْ تَحْرِیْمٍ بَلْ تَعْرِیْفٌ بِمَعَانِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ اَوْ بِصِدْقِ حُکْمٍ مَشْرُوْعٍ ثَابِتٍ اَنَّہٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَوْ تَعْرِیْفٌ بِفَسَادِ حُکْمٍ قَدْ ثَبَتَ مِنَ النَّقْلِ صِحَّتُہٗ وَ نَحْوُ ذٰلِکَ وَکُلُّ ذٰلِکَ تَنْبِیْہٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَشَاھِدٌ عَدْلٌ مِنْ نَفْسِہٖ وَلَا سَبِیْلَ لِصَاحِبِ ھٰذَا الْمَقَامِ اَنْ یَکُوْنَ عَلٰی شَرْعٍ یَخُصُّہٗ یُخَالِفُ شَرْعَ رَسُوْلِہِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ وَ اُمِرْنَا بِاِتِّبَاعِہٖ.‘‘

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۲۵و۲۸)

ترجمہ: انسان کو جو نبوّت ملتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل کی نبوّت خدا تعالےٰ اور اس کے بندے کے درمیان رُوحِ ملکی کے بغیر ہوتی ہے۔ (یعنی اس میں فرشتہ شریعت جدیدہ نہیں لاتا) بلکہ صرف خدا کی طرف سے اخبار غیبیہ ہوتی ہیں جنہیں انسان اپنے نفس میں پاتا ہے یا کچھ تجلیات ہوتی ہیں مگر ان کا تعلق کسی امر کو حلال یا حرام کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق صرف کتاب اللہ اور سُنّتِ رسُول کے معانی سے ہوتا ہے یا کسی شرعی حکم کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو اُن تجلّیات کے ذریعہ تصدیق مطلوب ہوتی ہے یا کسی حکم کو جو نقل (روایت) کے لحاظ سے اس کی صحت ثابت ہو خرابی بتانا مقصود ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبّہ کرنے اور شریعت پر شاہد عدل (مصدق) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مقام والے نبی کی اپنی کوئی خاص شریعت نہیں ہوتی جو اُس کے اُس رسُول کی شریعت کے خلاف ہو جو رسُول خود

اُس کی طرف بھیجا گیا ہے اور جس کی ہمیشہ کے لئے پَیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد وہ دوسری قسم تشریعی نبوت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" ھٰذَا الْمَقَامُ لَمْ یَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِی الْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ مِنْ اُمَّتِهٖ."

(الیواقیت والجواہر حوالہ مذکور)

ترجمہ: تشریعی نبوّت کے مقام کا کوئی اثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہا سوائے اس اثر کے جو ائمّہ مجتہدین میں (اجتہاد کی صورت) میں پایا جاتا ہے۔

ہم نے قسم اوّل کے نبی سے متعلقہ عبارت کے فقرہ **من غیر روح ملکیّ** کی خطوط وحدانیہ میں یہ تشریح کی ہے کہ اس پر فرشتہ شریعت جدیدہ کے ساتھ نازل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جگہ امام موصوف لکھتے ہیں:۔

" وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَهُمَا اِنَّمَا هُوَ فِیْ کَیْفِیَّتِهٖ مَا یَنْزِلُ بِهِ الْمَلَکُ لَا فِیْ نُزُوْلِ الْمَلَکِ."

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۵۹)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دونوں قسم کے نبیوں کے درمیان فرق صرف اس وحی کی کیفیت میں ہوتا ہے جسے فرشتہ لیکر نازل ہوتا ہے فرشتہ کے نزول میں کوئی فرق نہیں ہوتا (یعنی فرشتہ دونوں قسم کے نبیوں پر نازل ہوتا ہے)

مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامت میں امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی ذیل کی عبارت درج کی ہے:۔

" اِعْلَمْ اَنَّ الْوَحْیَ لَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ عَلٰی غَیْرِ قَلْبِ نَبِیٍّ اَصْلًا وَلَا یَأْمُرُ غَیْرُ نَبِیٍّ بِاَمْرٍ اِلٰھِیَّۃٍ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً فَاِنَّ الشَّرِیْعَۃَ قَدِ اسْتَقَرَّتْ وَ بَیَّنَ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ وَالْمَنْدُوْبَ وَالْحَرَامَ وَالْمَکْرُوْہَ وَالْمُبَاحَ فَانْقَطَعَ الْاَمْرُ اِلٰھِیُّ بِانْقِطَاعِ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ وَمَا بَقِیَ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ یَأْمُرُہُ اللّٰہُ بِاَمْرٍ یَکُوْنُ شَرْعًا یُتَعَبَّدُ بِہٖ اَبَدًا."

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۸۶)

یعنی جان لو کہ فرشتہ وحی لیکر اس کے دِل پر نہیں اُترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیر نبی کو کسی امر الٰہی کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ شریعت قائم ہو چکی اور فرض واجب مندوب حرام مکرُوہ اور مباح سب واضح ہو چکے۔ پس نبوّت اور رسالت (تشریعی۔ ناقل) کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی امرِ الٰہی بھی منقطع ہو گیا ہے۔ اور مخلوق میں سے رُوئے زمین پر کوئی باقی نہ رہا جسے اللہ تعالیٰ کبھی کوئی ایسا نیا حکم دے جسے تشریعی صُورت میں ماننا ضروری ہو۔

امام موصوف کی یہ عبارت ہمارے مسلک کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں نبوّت اور رسالت کے ذکر میں جدید شرعی حکم کے منقطع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام موصوف کی یہ عبارت ان کے اُن اقوال کی روشنی میں پڑھی جانی چاہیئے جو ہم

پہلے بیان کر چکے ہیں۔انہوں نے صرف تشریعی نبوّت کو منقطع قرار دیا ہے۔نہ کہ غیر تشریعی نبوّت کو۔اور دونوں قسم کے نبیوں پر فرشتہ کا وحی لے کر آنا تسلیم کیا ہے۔لیکن دونوں قسم کے نبیوں پر نازل ہونے والی وحی کی کیفیت میں فرق قرار دیا ہے۔جو یہ ہے کہ غیر تشریعی نبی پر احکام شریعتِ جدیدہ نازل نہیں ہوتے۔

اِسی کے پیشِ نظر وہ لکھتے ہیں:۔

" هٰـذَا بَـابٌ اُغْلِقَ بَعْدَ مَوْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يُـفْتَـحُ لِاَحَـدٍ اِلٰـى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلٰكِنْ بَقِيَ لِلْاَوْلِيَاءِ وَحْيُ اِلْهَامِ الَّذِىْ لَا تَشْرِيْعَ فِيْهِ."

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۶)

یعنی یہ وہ دروازہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر بند کر دیا گیا ہے۔پس یہ قیامت کے دن تک کسی پر نہیں کھولا جائے گا لیکن خدا کے پیاروں کے لئے وحی الہام کا دروازہ کھلا ہے جس میں شریعت جدیدہ نہیں ہوتی۔

پس ایک قسم کی وحی کا دروازہ امام موصوف کے نزدیک کھلا ہے اور یہ وہ وحی ہے جس میں شریعت جدیدہ کے اوامر ونواہی نہیں ہوتے۔ایسے لوگوں کو جن پر وحی غیر تشریعی نازل ہو صوفیاء انبیاء الاولیاء قرار دیتے ہیں اور اُن کی نبوّت کو نبوّۃ الولایت کا نام دیتے ہیں۔

امام موصوف مسیح موعود کے متعلق اپنے استاد کی طرح لکھتے ہیں:۔

" فَيُـرْسَـلُ وَلِيًّـا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَيُلْهَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍصَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يَفْهَمُهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ.“

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ۸۹ بحث نمبر۱۷۴)

ترجمہ: مسیح موعود نبوّت مطلقہ رکھنے والے ولی کی صورت میں بھیجا جائے گا اوراس پر شریعتِ محمّد یہ الہامًا نازل ہوگی اوروہ اُسے ٹھیک ٹھیک سمجھے گا۔

خالد محمود صاحب نے امامِ موصوف کا یہ قول عقیدۃ الامّت صفحہ ۸۶ پر درج کیا ہے:۔

” مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَهٗ بِشَيْءٍ فَلَيْسَ بِذٰلِکَ بِصَحِيْحٍ اِنَّمَا ذٰلِکَ تَلْبِيْسٌ لِاَنَّ الْاَمْرَ مِنْ قِسْمِ الْكَلَامِ وَصِفَتِهٖ وَذَالِکَ بَابٌ مَسْدُوْدٌ دُوْنَ النَّاسِ.“

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ۳۸ بحوالہ عقیدۃ الامت صفحہ۸۶)

یعنی جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شیطانی فریب ہے کیونکہ حکم کلام کی ایک قسم ہے۔ اوراس کی ایک صفت ہے۔اور یہ دروازہ لوگوں کے لئے بند ہو چکا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب سے ہمارا سوال!

مندرجہ بالا عبارت کی رُو سے جب اُس کو اُس عبارت کے مقابلہ میں رکھا جائے جو مسیح موعود پر قرآن شریف کے بصُورت وحی الہامًا نازل ہونے کے متعلق ہم اُوپر درج کر چکے ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خالد صاحب کی پیش کردہ عبارت میں ’’امر‘‘ سے ’’امر جدید‘‘ مراد نہ لیا جائے جو شریعتِ جدیدہ کا حامل ہوتا ہے تو پھر

خالدمحمود صاحب اُوپر کی دونوں عبارتوں میں تطبیق دے کر دکھلائیں؟

خالدمحمود صاحب پر واضح رہے کہ اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا جو کسی امر و نہی پر مشتمل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل ہونا منقطع ہوتا تو ذیل کی آیات بعض بزرگوں پر الہامًا نازل نہ ہوتیں۔

(الف) حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہیں مجھ پر یہ آیات نازل ہوئیں:۔

" قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ وَ یَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَمَا اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ."

(فتوحات مکیہ جلد۳ صفحہ ۳۶۷)

(ب) حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ پر مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا نزول ہوا۔

(۱) وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ

(۲) لَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِمَّا یَمْکُرُوْنَ.

(۳) وَمَا اَنْتَ بِھَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِھِمْ

(علم الکتاب صفحہ ۶۴)

(ج) حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی پر مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی امر و نہی پر مشتمل نازل ہوئیں:۔

(۱) فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُوْالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

(۲) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہٗ بِالْغَدَاوۃِ وَالْعَشِیِّ.

(۳) فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

(۴) وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ

(رسالہ اثبات الالہام والبیعۃ مؤلفہ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ و سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب غزنوی از مولوی عبدالجبار غزنوی و مولوی غلام رسُول کنّوی صفحہ ۲۵ مطبوعہ مطبع القرآن والسنّۃ امرتسر)

بالآخر واضح ہو کہ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی علیہ الرحمۃ بحث ۴۵ میں لکھتے ہیں:۔

" فَلَا تَخْلُوْا الْاَرْضُ مِنْ رَّسُوْلٍ حَیٍّ بِجِسْمِہٖ اِذْ ھُوَ قُطْبُ الْعَالَمِ الْاِنْسَانِیِّ وَلَوْ کَانُوْا اَلْفَ رَسُوْلٍ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ ھُوَ الْوَاحِدُ "

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۹۰)

ترجمہ: زمین کبھی بھی مجسّم زندہ رسُول سے خالی نہیں ہوگی خواہ ایسے رسُول شمار میں ہزار ہا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی دنیا کے قطب ہیں اور ان رسولوں سے مقصود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد شخصیّت ہی ہے (گویا یہ رسُول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور ظل ہوں گے اس لئے کوئی غیر شخص رسُول نہ ہوگا)

پھر آگے لکھتے ہیں:۔

" فَمَا زَالَ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا یَزَالُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ لٰکِنْ مِنْ

بَـاطِـنِيَّةِ شَرْعِ مُحَمَّدٍصَلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.‘‘

(الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۹۰ بحث ۴۵)

ترجمہ: پہلے بھی مرسلین دنیا میں رہے ہیں اور آئندہ بھی اس دُنیا میں مرسلین ہوں گے لیکن یہ مرسلین اس مرتبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے فیض باطنی سے پائیں گے۔ لیکن اکثر لوگ (جیسا کہ مولوی خالد محمود بھی۔ناقل) اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔

امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام اور محدّث کا ختم نبوّت کے متعلق عقیدہ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک حدیث نبوی **لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا** کی تشریح کی رُو سے صاحبزادہ ابراہیمؑ کے بالفعل نبی ہونے میں آیت خاتم النّبیین روک نہیں ہوئی۔ بلکہ اُن کی وفات روک ہوئی ہے۔ اگر وہ زندہ رہتے اور بموجب حدیث نبوی بالفعل نبی بن جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع اُمّتی نبی کی حیثیت ہی رکھتے۔ کیونکہ آیت خاتم النّبیین کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔ گویا انقطاعِ نبوّت اُن کے نزدیک دو شرطوں سے مشروط ہے:۔

پہلی شرط یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناسخِ شریعتِ

محمّد یہ یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ اور
دُوسری شرط یہ ہے کہ اُمّتِ محمّد یہ سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔
پس ہندوؤں اور عیسائیوں اور تمام غیر مسلموں میں کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور اُمّت میں اگر کوئی نبی پیدا ہوا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور اُمّتی ہو تو اُس کی نبوّت آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوگی۔
مولوی خالد محمود صاحب نے امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے متعلق ختم نبوّت کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے اُن کے کچھ اقوال درج کئے ہیں جن کی اس جگہ تشریح کرنا ضروری ہے تا کہ کوئی شخص مولوی خالد محمود صاحب کے مغالطہ میں نہ آ سکے۔

پہلا قول

"دَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ."

(ملحقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۵ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۷)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا اِجماع کے ساتھ کُفر ہے۔
یہ ترجمہ کرنے کے بعد مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔
"ظاہر ہے کہ یہ اجماع مُسیلمہ کذّاب کے بارہ میں حضرت صدّیق اکبر کے عہدِ خلافت میں منعقد ہوا تھا۔ حالانکہ مُسیلمہ کذّاب نے مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ نمازیں بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور کی نبوّت

کا برابر اعلان بھی کرتا تھا۔'' (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۷)

مولوی خالد محمود صاحب کا یہ بیان تاریخ کی روشنی میں سراسر باطل ہے کہ مُسیلمہ کذّاب نے مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ مُسیلمہ کذّاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بالمقابل تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ نواب صدّیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل تشریعی نبوّت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سُورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مُفسد لوگوں کا گروہ اُس کے تابع ہوگیا۔''

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۳۴ ترجمہ از فارسی)

پس حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اگر مُسیلمہ کذّاب کے دعویٰ نبوّت کے کُفر پر کوئی اجماع ہؤا ہے تو وہ اجماع تشریعی نبوّت کے باطل ہونے کے متعلق ہی ہؤا ہے ورنہ مسیح موعود کا اُمّتی نبی ہونا تو خود حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کو مسلّم ہے۔ انہوں نے صاف لکھا ہے:۔

'' لَامُنَافَاةَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا وَاَنْ يَكُوْنَ مُتَابِعًا لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيَانِ اَحْكَامِ شَرِيْعَتِهٖ وَاِتْقَانِ طَرِيْقَتِهٖ وَلَوْبِالْوَحْيِ اِلَيْهِ.''

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نبی ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے تابع ہو کر احکامِ شریعت کے بیان کرنے اور آپ کے طریق کو پختہ
کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں۔ خواہ وہ یہ کام اس وحی سے کریں جو
اُن پر نازل ہو۔

پس مسیح موعود کا اُمّتی نبی ہونے کا دعویٰ اجماع کے خلاف نہیں بلکہ مسیح موعود کی نبوّت کو بعد از نزول تمام محقّقین علمائے اُمّت مانتے چلے آئے ہیں۔ اور خود رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:۔

اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ

کہ وہ میری اُمّت میں میرا خلیفہ ہے۔

یہ حدیث طبرانی میں موجود ہے۔ جس سے مسیح موعود کا اُمّتی نبی ہونا رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منصوص اور موعود ہے۔ کیونکہ اِسی حدیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

اَلَا اَنَّہٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ

کہ آگاہ رہو کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان اگر کوئی شخص دعویٰ نبوّت کرے تو بیشک یہ نہ صرف اجماع کے خلاف ہے بلکہ اِس نصِّ حدیث کے بھی خلاف ہے۔ لیکن مسیح موعود کی نبوّت نصِّ حدیث سے ثابت ہے جس کے خلاف اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔

دُوسرا قول

دُوسرا قول یہ پیش کرتے ہیں:۔

’’ وَ اَقُوْلُ التَّحَدِّیْ فَرْ عُ دَعْوَی النُّبُوَّۃِ وَ دَعْوَی النُّبُوَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفْرٌ بِالْاِجْمَا عِ.‘‘

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲ ۷)

یہ قول بھی مسیح موعود کے ظہور سے پہلے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کیونکہ مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی قرار دیا ہے۔ اور اپنا اُمّتی بھی پس اس کی طرف سے غیر تشریعی نبی کی طرح تحدّی ممکن ہوئی۔ اس عبارت میں دَعْوَی النُّبُوَّۃِ سے مُراد تشریعی نبوّت ہی کا دعویٰ ہے۔

تیسرا قول

تیسرا قول یہ پیش کرتے ہیں:۔

’’ وَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ لِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ السَّابِقِیْنَ.‘‘

(مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴، عقیدۃ الامّۃ صفحہ ۳ ۷)

پس معنٰی یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کیونکہ آپ پہلے نبیوں کے آخر یعنی خاتم النّبیّین ہیں۔

یہ ترجمہ مولوی خالد محمود صاحب کا ہے۔ اور حقیقت کو چُھپانے کے لئے اس جگہ مولوی خالد محمود صاحب نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اس جگہ کِس قول کے معنے بیان ہو رہے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس موقعہ پر امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنی بیان کر رہے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی

شارع اور مستقل غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور دلیل اس کی یہ دی ہے

لِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ السَّابِقِيْنَ

کہ آپ پچھلے تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور پچھلے نبیوں کے متعلق یہ امر مُسلّم بین الفریقین ہے کہ وہ یا تشریعی نبی تھے یا غیر تشریعی مستقل نبی۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں امام علی القاری علیہ الرحمتہ کا ایک اور قول بھی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:۔

"وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاهُ عِنْدَالْعُلَمَاءِ لَا يَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ.

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶)

ترجمہ: حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت کے ساتھ پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ناسخ ہو۔

پس اس قول سے ظاہر ہے کہ اُمّتی نبی کا پیدا ہونا حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے منافی نہیں۔

چوتھا قول

چوتھا قول یہ پیش کرتے ہیں:۔

"قَدْ يَكُوْنُ فِيْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْقَتْلَ كَمَنْ يَدَّعِی النُّبُوَّةَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْخُزَعْبِيْلَاتِ اَوْ يَطْلُبُ تَغَيُّرَ شَيْیءٍ مِنَ الشَّرِيْعَةِ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ."

(ملحقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۸۳ بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۷۶)

واضح رہے کہ امام علی القاری فضول شعبدہ بازی کے ساتھ نبوّت کے دعویٰ کرنے والے یا شریعت میں تغیر کرنے والے مدّعی نبوّت مستقلہ تشریعیّہ کے متعلق یہ فتویٰ دے رہے ہیں نہ کہ اُمّتی نبی کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق۔ مسیح موعود کو تو وہ خود اُمّتی نبی بموجب احادیثِ نبویّہ تسلیم کرتے ہیں۔ گو وہ مسیح موعود کی شخصیّت کی تعیین کے متعلق ہمارے نزدیک اجتہادی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور قبل از ظہورِ پیشگوئی ایسی اجتہادی غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

پانچواں قول

پانچواں قول انہوں نے یہ پیش کیا ہے:۔

" اِنَّـهُ خَتَـمَهُـمْ اَىْ جَـاءَ اٰخِرَهُمْ فَلَا نَبِىَّ بَعْدَهُ اَىْ لَا يَتَنَبَّأُ اَحَدٌ بَـعْـدَهُ فَلَا يُـنَـافِـىْ نُـزُوْلَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَابِعًا لِشَرِيْعَتِهٖ مُسْتَمِدًّا بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ."

(جمع الوسائل شرح شمائل جلد۱ صفحہ۳۳۔ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۶۷)

یہ قول تو سراسر ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے کہ ایسے نبی کا آنا جو شریعت محمّدیہ کے تابع ہو اور قرآن و سُنّت سے استمداد چاہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ آپؐ آخری نبی ان معنٰی میں ہوئے کہ آپؐ آخری شریعت لانے والے ہیں اس لئے مسیح موعود آپؐ کے تابع اور اُمّتی نبی ہوگا نہ کہ مستقل نبی۔

پس لَا يَتَنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهُ کے یہ معنٰی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی کو تشریعی اور مستقلہ نبوّت نہیں دی جائے گی۔

اِسی کے ذیل میں اُنہوں نے یہ قول بھی درج کیا ہے:۔

" اِضَافَةُ النُّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ خَتَمَ بِهٖ بَيْتَ النُّبُوَّةِ حَتّٰى لَا يَدْخُلَ بَعْدَهٗ اَحَدٌ."

کہ اِس حدیث میں قصرِ نبوّت والی حدیث کے مطابق بیت النّبوّۃ سے مراد کاملِ شریعت ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ اب قرآنی شریعت کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔ جو شریعتِ محمّدیہ میں مداخلت کرے۔

چھٹا قول

چھٹا قول یہ پیش کیا ہے:۔

" اِنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَ يَحْكُمُ بِشَرِيْعَتِهٖ وَ يُصَلِّيْ اِلٰى قِبْلَتِهٖ وَيَكُوْنُ مِنْ جُمْلَةِ اُمَّتِهٖ."

(شرح شفاء جلد ۴ صفحہ ۵۰۹ مصر)

یہ عبارت ناقص ہے کیونکہ "يَحْكُمُ" کا فاعل مذکور نہیں۔ بہرحال اِس عبارت کے آخری حصّہ کا تعلق مسیح موعود سے ہے۔ اور امام علی القاری علیہ الرحمۃ یہ بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور مسیح موعود نَبِيُّ اللّٰه شریعت کے مطابق حکم دے گا اور آپؐ کے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھے گا۔ اور آپ کا اُمّتی ہوگا۔ پس یہ قول بھی ہمارے عقیدہ کے مخالف نہیں۔ ہم بھی مسیح موعود کو اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں نہ کہ مستقل نبی۔ فتدبّر!

ساتواں قول

ساتواں قول یہ پیش کیا ہے:۔

"خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (اَیْ وُجُوْدُھُمْ) فَلَا یَحْدُثُ بَعْدِیْ نَبِیٌّ وَلَا یُشْکَلُ بِنُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ تَرْوِیْجِ دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَتَمِّ النِّظَامِ وَکَفٰی بِہٖ شَہِیْدًا وَ شَرْفًا۔"

(مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۳۶۱ بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۷۸)

خاتم النّبیّین کے یہ معنٰی کرنے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا نزول عیسٰی کے اشکال کا اس جگہ یہ جواب دیا ہے کہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پُورے نظام کے ساتھ رواج دیں گے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترویج کے لئے ہی مامُور ہیں۔آپ کا دعویٰ مستقل تشریعی نبی کا ہرگز نہیں بلکہ صرف ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہونے کا دعویٰ ہے۔

آٹھواں قول

آٹھواں قول امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی بجائے امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا درج کردیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر وحی منقطع ہوگئی ہے۔مگر اس جگہ وحی سے مراد تشریعی وحی ہے ورنہ خود امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَہٗ

(الاشاعۃ فی اشراط السّاعۃ صفحہ ۲۲۶)

کہ وہ حدیث جس میں یہ آیا ہے کہ میری موت کے بعد کوئی وحی نہ ہوگی یہ ایک قول باطل ہے اس کی کوئی اصلیّت نہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کا عقیدہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے:۔

’’حصولِ کمالاتِ نبوّت مرتابعاں را بطریق تبعیّت و وراثت بعد از بعثتِ خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصّلوات والتّحیات منافی خاتمیتِ او نیست۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔‘‘

(مکتوبات مجدّد الف ثانیؒ جلد اول صفحہ ۴۳۲ مکتوب نمبر ۳۵۱)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبعین کے لئے کمالات نبوّت حاصل کرنا خاتم الرسل کے بعد آپ پر اور تمام انبیاء پر صلوات وتحیّات آپؐ کی خاتمیّت کے منافی نہیں۔ پس اَے مخاطب تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

مولوی خالد محمود صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

’’یہ مقامِ نبوّت کے محض اجزاء اور عکوس و اظلال ہیں۔ اور ان کمالات سے اصل نبوّت کا حصُول لازم نہیں آتا۔ کمالاتِ نبوّت تو باقی ہیں لیکن مقامِ نبوّت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہر اعتبار سے ختم ہو چکا۔ انبیاء کو یہ کمالات بے توسّط ملتے ہیں۔ یہاں شائبہ ظلّیت نہیں اور غیر انبیاء کو یہ

کمالات انبیاء کے کمال متابعت سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام کو یہ کمالاتِ نبوّت حاصل ہوئے۔ بایں ہمہ وہ نبی اور رسُول نہیں تھے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۹۸۔۹۹)

واضح رہے کہ چونکہ خود نبوّت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ظِلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُمّتی کو نبوّت کا ملنا بھی ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ اس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اصل نبوّت کا حصول لازم نہیں آتا۔ ہم بھی اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہی مانتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو اس اصل نبوّت کا ظِلّ کامِل ہونے کی وجہ سے ظِلّی نبی ہی یقین کرتے ہیں نہ کہ تشریعی نبی۔ مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک تو تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال وعکوس ہی ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ وعکس محمّدی ہے۔کوئی ذاتی کمال نہیں۔''

(تحذیر الناس صفحہ ۱۹)

اور حضرت مجدّد الف ثانی ؒ نے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو انبیاء میں ہی شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایں ہر دو بزرگوار از بزرگی و کلانی در انبیاء معدود اند و بکمال ایشاں محفوف۔''

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۵۱ مکتوب نمبر ۲۷۱)

یعنی یہ ہر دو بزرگوار اپنی بزرگی اور عظمت کی وجہ سے انبیاء میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کے جامع ہیں۔

حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی نہیں کہا۔

پس چونکہ خود نبوّت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک کمال ہے اس لئے مسیح موعود کو جو نبوّت حاصل ہونے والی تھی وہ ظِلّی ہی ہے اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نبی بھی کہا ہے اور اُمّتی بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدّث دہلوی مجدّد صدی دوازدہم رقمطراز ہیں:۔

” حَقٌّ لَهُ اَنْ يَنْعَكِسَ فِيْهِ اَنْوَارُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ .... هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَ نُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ.“

(الخیر الکثیر صفحہ ۹۸۔۹۹)

کہ مسیح کا حق ہے کہ اس میں سیّد المرسلین کے انوار منعکس ہوں .... وہ تو اسم جامع محمّدی کی تشریح اور اس کا ہی ایک دُوسرا نسخہ ہے۔

پس مسیح موعود جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا جامع اور آپؐ ہی کی ظِلّی رنگ میں بعثتِ ثانیہ ہے تو لا کلام وہ ظِلّی نبی ہوا۔ اس کے اس منصب سے مولوی خالد محمود صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ حضرت بانئ سِلسلہ احمدیہ کے مسیح موعود کے دعویٰ کی تکذیب کریں۔

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد موعود عیسٰی کو ایک اُلوالعزم پیغمبر تابعِ شریعتِ محمّدیہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

” علماء اُمت را حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملّت را بایشاں

تفویض نمودہ مع ذالک یک پیغمبر اُولو العزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت اونمودہ است۔''

(مکتوبات جلداوّل صفحہ۲۱۰ مکتوب نمبر۲۰۹)

کہ علماءِ اُمّت حکمًا نبی ہی ہیں۔انہیں تقویّت شریعت اور تائیدِ ملّت کا کام سپرد ہے۔اور اس کے ساتھ ہی ایک اولوالعزم پیغمبر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کرنے والا اور شریعتِ محمّدیہ کو رواج دینے کے لئے مقرر کیا ہے۔

ان کا یہ اجتہادی خیال کہ مسیح موعود اصالتاً عیسٰی علیہ السّلام ہیں واقعات کے رُو سے غلط ہے کیونکہ بموجب حدیث نبوی فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ (صحیح مسلم) موعود ابن مریم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے امّتِ محمدیہ میں سے امّت کا امام قرار دیا ہے جو اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مسیح موعود کو ابنِ مریم کا نام استعارہ کے طور پر دیا گیا ہے جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے ابو یوسف ابو حنیفہ کہ امام ابو یُوسف تو بروزی طور پر ابو حنیفہ ہی ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت مجدّد الف ثانی خاتم الانبیاء بمعنی آخری تشریعی و مستقل نبی مانتے ہیں نہ مطلق آخری نبی۔اسی لئے وہ مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک اولو العزم اُمّتی پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است و ایں منصب مخصوص بایں بزرگواران وخاتم ایں منصب سیّدالبشر است علیہ وآلہ الصلٰوۃ والسّلام۔''

(مکتوبات جلداول مکتوب بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ۱۰۱)

کہ نبوّت بالا صالۃ (مستقلہ ۔ ناقل) کا قرب انبیاء کا حصّہ ہے اور
یہ منصب ان بزرگواروں سے مخصوص ہے اور سیّد البشر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس منصب (نبوّت بالا صالۃ) کے خاتم ہیں۔

پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت مستقلہ ختم ہے۔لیکن آپ کی ظلّیت میں مقامِ نبوّت منقطع نہیں۔ کیونکہ ظِلّ واصل میں منافات نہیں ہوتی۔فرق صرف یہ ہے کہ پہلے انبیاء پر منصبِ نبوّت کی موہبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی کے واسطہ کے بغیر ہوئی ہے اور مسیح موعود کو موہبتِ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی اور افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے ملی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

'' باید دانست کہ حصُول ایں موہبت درحق انبیاء علیہم الصلوات و
التسلیمات بے توسط و درحقِ اصحاب انبیاء والتحیات کہ بہ تبعیت و وراثت
بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوات والبرکات۔
بعد از انبیاء و اصحاب ایشاں کم کسے بایں دولت مشرّف گشتہ است۔ ہر
چند جائز است دیگرے را بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مہتد سازد۔

فیض روح القدس از باز مدد فرمائد — دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

(مکتوبات جلد ا صفحہ ۴۳۴)

ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے رُوح القدس کے فیض سے ہماری مدد فرمائی۔اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزندوں اور خادموں میں سے مسیحا بنا دیا ہے۔**ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔**

حضرت مولانا رُوم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت مولانا جلال الدّین رُومی علیہ الرحمۃ خاتم النّبیین کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود　　　مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست　　　نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے خاتم ہیں کہ سخاوت (فیض پہنچانے میں) نہ آپ جیسا کوئی ہوُا ہے نہ ہوگا۔ جب کوئی کاریگر اپنی کاریگری میں کامِل درجہ کی دسترس رکھتا ہوتو اَے مخاطب کیا تُو یہ نہیں کہتا کہ اس شخص پر کاریگری ختم ہوگئی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولانائے رُوم کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت اس رنگ میں ختم ہوئی ہے جس رنگ میں صنعت میں کامِل دسترس رکھنے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر صنعت ختم ہوگئی ہے۔اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے بعد کوئی کاریگر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف یہ معنٰی ہوتے ہیں کہ اس جیسا کوئی کاریگر نہیں۔اس تشریح سے ظاہر ہے کہ مولانا رُوم کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ظہور میں مؤثر وجود ہیں۔اور آپؐ کے فیض سے ولایت سے بڑھ کر مقامِ نبوّت بھی مِل سکتا ہے۔چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:۔

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے!　　　تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

ترجمہ: اے مخاطب! نیکی کی راہ میں ایسی خدمت سرانجام دے کہ تجھے اُمّت میں نبوّت مِل جائے۔　　(مثنوی مولانا روم دفتر اوّل صفحہ ۵۳)

اِس شعر کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں منصبِ نبوّت کا حصُول نہیں کمالاتِ نبوّت کا حصُول مُراد ہے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۲)

الجواب:

مولانا رُومؒ تو **اُمّت کے اندر نبوّت ملنے** کا ذکر فرما رہے ہیں۔مگر خالد محمود صاحب اس کا نام کمالاتِ نبوّت رکھتے ہیں۔ چونکہ نبوّت سے مُراد نبوّت نہ لینے میں وہ اپنی تشریح کی خامی کو خود محسوس کر رہے تھے۔اِس خامی کو پُورا کرنے کے لئے لکھتے ہیں:۔

''اگر اس میں کچھ اجمال ہے تو اس کی تفصیل مولانا روم کے مذکورہ بالا عقیدہ ختم نبوّت کی روشنی میں کی جائے گی۔''

(عقیدۃ الامت صفحہ ۱۱۲)

حالانکہ اس شعر میں کوئی اجمال نہیں بلکہ اس میں صریح طور پر نبوّت ملنے کا ذِکر ہے اور یہ بات ان کی خاتم النّبیین کی اس تشریح کے مطابق ہے جو اُن کے اُوپر کے اشعار میں درج ہے۔خالد محمود صاحب نے مولانا رومؒ کا بطور تشریح یہ شعر درج کیا ہے:۔

یا رسُول اللہ رسالت را تمام　　　تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام

اس کا ترجمہ خود خالد محمود صاحب نے یہ کیا ہے:۔

''اے اللہ کے رسُول آپ نے رسالت کو اس طرح شرف بخشا ہے جیسے بادل کے بغیر سُورج چمک رہا ہو۔''　(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۲)

یہ ترجمہ درست ہے مگر اس سے تو صرف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

وجود میں نبوّت اس کامل شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے جس طرح بادل کے موجود نہ ہونے کے وقت سُورج اپنی پُوری تجلّی دکھاتا ہے۔ پس یہ شعر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نورِ نبوّت کو علی وجہ الکمال پانے اور اس کی کامِل جلوہ گری کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسی جلوہ گری کے فیضان سے اُمّت میں نبوّت ملتی ہے۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب اس کی حقیقت کو معمولی دکھانے کے لئے لکھتے ہیں:۔

''مولانا تو اسی اعتبار سے ہر متبع سنّت و پیر و مرشد کو مجازاً نبی کہتے ہیں۔

دست را مسپار جُز در دستِ پیر — پیرِ حکمت کو علیم است و خبیر

آں نبیٔ وقت باشد اَے مُرید — تا از و نُورِ نبی آید پدید''

جب پیرِ حکمت جو علیم و خبیر ہو مولانا رُومؒ کے نزدیک نبیٔ وقت ہوتا ہے تو مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کا مصداق بھی قرار دیا ہے۔ پس وہ تو بدرجہ اولیٰ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

ختمِ نبوّت کے متعلق حضرت ولی اللہ شاہ صاحب محدّث دہلوی مجدّد صدی دوازدہم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

'' خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ.'' (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۷۳)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر نبیوں کے ختم کا یہ مطلب ہے کہ اب

کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوگا جسے خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامُور کرے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:۔

" اِمْتَنَعَ اَنْ یَکُوْنَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مُسْتَقِلٌّ بِالتَّلَقِّیْ۔"

(الخیر الکثیر صفحہ ۸۰)

ترجمہ: یہ امر ممتنع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مستقل بالتّلقّی ہو۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں آسکتا۔

اُمّت محمّدیہ میں نازل ہونے والے مسیح موعود کی شان اور مرتبہ وہ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

" حَقٌّ لَہٗ اَنْ یَنْعَکِسَ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔"

یعنی مسیح موعود کا حق یہ ہے کہ اس میں سیّد المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں۔

گویا مسیح موعود کی نبوّت عکسی یعنی ظِلّی ہوگی نہ کہ اصالتاً۔ یعنی مسیح موعود مستقِل نبی نہ ہوگا۔ ہاں وہ ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظِلّ و بروز بلکہ آپؐ ہی کا دُوسرا نسخہ۔ چنانچہ اُوپر کے بیان کے آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِّنَ الْاُمَّۃِ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ نُسْخَۃٌ مُنْتَسِخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ وَاحِدٍ مِنَ الْاُمَّۃِ۔"

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲ مطبوعہ بجنور مدینہ پریس)

ترجمہ:۔عوام کا خیال ہے کہ مسیحؑ جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک اُمّتی ہوگا۔ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا۔(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظِلّ اور بروز ہوگا) اور آپ کا ہی دُوسرا نسخہ ہوگا۔(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہی بعثتِ ثانیہ ہوگا۔)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:۔

”لِاَنَّ النُّبُوَّۃَ یَتَجَزّٰی وَجُزْءٌ مِنْھَا بَاقٍ بَعْدَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ“

(المسویٰ شرح المؤطّا جلد۲ صفحہ ۲۱۶ مطبُوعہ دہلی)

یعنی نبوّت قابلِ تقسیم ہے اوراس کی ایک جُزء(یعنی غیر تشریعی نبوّت) خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باقی ہے۔

یہ بیان آپ کا حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مطابق ہے کہ نبوّت کے اجزاء میں سے المبشّرات کا حصّہ باقی ہے۔

نبوّت کی جو تعریف خالد محمود صاحب کے نزدیک ہے حضرت بانیٔ سلسِلہ احمدیہ تو اپنے آپ کو اس تعریف کا مصداق ہی قرار نہیں دیتے تو پھر حضرت بانیٔ سلسِلہ احمدیہ مولوی خالد محمود صاحب کی تعریف میں نبی ہی نہ ہوئے۔لہذا ان کا حضرت بانیٔ سلسِلہ احمدیہ پرختمِ نبوّت کے منکر ہونے کا الزام دینا ظُلم اور تعدّی اور تحکّم محض نہیں تو اور کیا ہے؟

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح مولوی خالد محمود صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آمدِ ثانی میں اُمّتی نبی مانتے ہیں نہ کہ مستقل تشریعی نبی۔اور اُن کا اُمّتی نبی کی

حیثیت میں آنا اُن کے نزدیک آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں اور وہ اُن کی قوّتِ حاکمہ سے بھی انکار نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ اُمّتِ محمّدیہ کے مسیح موعود کو خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حکم عدل قرار دیا ہے۔ لہذا ہم احمدی جب حضرت بانیٔ سلسِلہ احمدیہ کو مسیح موعود کی حیثیت میں اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں تو پھر آپ کی نبوّت آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوئی۔ آیت خاتم النّبیین کے منافی تو وہ نبوّت ہوگی جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے کے انبیاء کو بالاستقلال حاصل تھی۔ اُمّتی نبی تو ایک جدید اصطلاح ہے جو صُحفِ اولیٰ میں کبھی استعمال نہیں ہوئی۔ اور اُمّتی نبی کا دعویٰ مستقلہ نبوّت کا نہیں۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے جس قدر اقوال مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامّۃ میں انقطاعِ نبوّت کے متعلق پیش کئے ہیں وہ سب تشریعی اور مستقلہ نبوّت سے تعلق رکھتے ہیں نہ اُمّتی نبی کی آمد کے انقطاع سے۔ کیونکہ مسیح موعود علیہ السّلام کو تو حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بھی دیگر علمائے اُمّت کی طرح اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں نہ کہ مستقل بالتلقّی یا شارع نبی۔ گو آپ نے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایسا کامِل عکس قرار دیا ہے کہ گویا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا دُوسرا نُسخہ ہے۔

پس مسیح موعود کو چونکہ اُمّتی نبی تسلیم کیا جاتا ہے اس لئے جو نبوّت باقی نہیں رہی وہ تو اُسے حاصِل نہ ہوگی اور یہ تشریعی اور مستقلہ نبوّت ہی ہے جو باقی نہیں رہی ہے۔ جو باقی رہی ہے وہ المبشّرات والی جُزءِ نبوّت ہی ہے۔ لہذا اسی جُزءِ نبوّت کو کامِل طور پر حاصل کرنے کی وجہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اور رسُول قرار

دیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ میں نبوّت کے انقطاع کے متعلق جو عبارتیں پیش کی ہیں وہ سب اُوپر کی عبارت کی روشنی میں پڑھی جانی چاہئیں۔

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہ بات تو مسلّمہ ہے کہ وحی ہر نبی پر آتی ہے اور اسے اللہ کی طرف سے حکم ملتا ہے۔ خواہ یہ حکم ہو کہ شریعت سابقہ کی تعلیم دے اور خواہ اُسے احکام جدیدہ دیئے جائیں۔ اس حکم وحی کو ہی شریعت کہا جاتا ہے صاحبِ شریعتِ سابقہ کو جب ایسا حکم وحی موصول ہو تو پھر پہلی شریعت اس کی شریعت ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود قوت حاکمہ اور معیار بن جاتا ہے''

(عقیدۃ الامۃ)

اس سے ظاہر ہے کہ خالد محمود صاحب کے نزدیک ہر نبی شریعت لاتا ہے اور کوئی نبی غیر تشریعی ہوا ہی نہیں۔

ایک ضروری سوال

اس پر ایک ضروری سوال پیدا ہوتا ہے۔ خالد محمود صاحب بتائیں۔ جب اُن کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو تشریعی نبی تھے نازل ہوں گے تو اس وقت وہ مستقل نبی ہوں گے اور تورات وانجیل کی دعوت دیں گے یا قرآن مجید کی۔ یہ تو ظاہر ہے مولوی خالد محمود صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تورات وانجیل کی دعوت دیں گے۔ بلکہ وہ علمائے امّت کی طرح یہی کہیں گے کہ وہ قرآن مجید کی ہی دعوت دیں گے۔ اب اگر وہ یہ کام اپنی وحی

سے کریں گے تو کیا قرآنی شریعت اس وقت اُن کی شریعت بن جائے گی۔اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد مستقل تشریعی نبی کی حیثیت رکھیں گے۔اگر نہیں بلکہ وہ اُمّتی نبی ہوں گے تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک ایک جدید اصطلاح میں نبی ہے۔کیونکہ اس قسم کا اُمّتی نبی وہ خود مان چکے ہیں کہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نہیں ہوا۔ بلکہ تمام پہلے انبیاء ان کے نزدیک مستقل تشریعی نبی تھے۔اور تشریعی نبی یا مستقل نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے۔

ایک اَور سوال

مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔خواہ پہلی شریعت کو ہی وحی الٰہی سے اس کی شریعت بنا دیا جائے۔یا وہ کوئی جدید شریعت لائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی کی تعریف میں ان کے نزدیک استقلال بالشریعۃ شرط ہے تو ان کا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کو ختمِ نبوّت کا منکر قرار دینا کیسے صحیح ہوُا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ تو فرماتے ہیں کہ نہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لایا ہوں اور نہ مَیں مستقل نبی ہوں۔ بلکہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیوض حاصِل کر کے آپ کے واسطہ سے اُمورِ غیبیہ پر اطلاع دیا جانے کی وجہ سے نبی ہوں ۔آپ نے یہ بات اپنے اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں صاف طور پر بیان فرما دی ہوئی ہے۔اور استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:۔

''مَانَعْنِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ مَا یُعْنٰی فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی. بَلْ ھِیَ دَرَجَۃٌ لَا تُعْطٰی اِلَّا مِنْ اِتِّبَاعِ سَیِّدِنَا خَیْرِ الْوَرٰی.''

کہ میری مُرادنبوّت سے وہ نہیں جو صُحفِ اُولیٰ میں لی جاتی ہے۔ بلکہ میری نبوت ایک ایسا درجہ ہے جو صرف نبی کریم خیرالوریٰ صلّے اللہ علیہ وسلّم کی اتبّاع سے ہی حاصِل ہوسکتا ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب کا عقیدہ

مولوی محمد قاسم صاحب کے ہمعصر مولوی عبدالحی صاحب حنفی فرنگی محل تحریر فرماتے ہیں:۔

''بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرّد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے۔''

(دافع الوساوس فی اثر ابن عباس ایڈیشن جدید صفحہ ۱۶)

اس کے بعد انہوں نے اپنی تائید میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کیا ہے:۔

اِذَاالْمَعْنیٰ اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ

کہ خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کے دین کو منسُوخ کرے۔

گوانہوں نے مُلّا علی قاریؒ کا اگلا فقرہ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ اور وہ آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو درج نہیں کیا۔

اِسی بات کی تائید میں انہوں نے آگے علاّمہ سبکی کا قول بھی پیش کیا ہے۔ علاّمہ سبکی نے شاید حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اصالتاً آمد کا اجتہاد رکھنے کی وجہ سے یہ لکھ دیا ہے کہ لَا تَنْشَأُ النُّبُوَّۃُ کہ نئی نبوّت پیدا نہیں ہوگی۔ یا ممکن ہے اُن کا یہ خیال ہو کہ اُمّتی کی

نبوّت دراصل نئی نبوّت نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو نبوّتِ محمّدیہ کا ہی ظِلّ ہوتی ہے۔ اور ظِلّ اور اصل میں کوئی حقیقی مغائرت نہیں ہوتی۔ ظِلّ اصل کے ساتھ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!

کا مصداق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اگر انہیں پہلی بات مدِّنظر ہے تو یہ صرف ان کا اجتہادی خیال ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہم پر حجت نہیں۔ پیشگوئیوں میں اجتہادیوں بھی حجت نہیں ہوتا۔ جب تک پیشگوئی وقوع میں نہ آ جائے اس کی پوری حقیقت نہیں کھُلتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے نازل ہونے والے مسیح کو اُمّتِ محمّدیہ کا ہی ایک فرد قرار دیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ اور معراج میں انہیں حضرت یحیٰؑ کے ساتھ دیکھنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ امر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد از وفات برزخی زندگی میں ہونے کی روشن دلیل ہے۔

حکیم صُوفی محمد حسین صاحب کا عقیدہ

نبوّت کی دو قسمیں۔ منقطع[1] اور غیر مُنقطع[2]

مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے ایک ہمعصر علّامہ حکیم صُوفی محمد حسین صاحب مصنّف "غایۃ البُرھان" تحریر فرماتے ہیں:۔

''الغرض اصطلاح میں نبوّت بخصوصیّت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ دو قسم پر ہے۔ ایک نبوّتِ تشریعی جو ختم ہو گئی۔ اور دوسری نبوّت بمعنی خبر دادن وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشّرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔'' (کواکب الدرّیہ صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸)

امام راغب علیہ الرحمۃ کے نزدیک

اُمّتِ محمّدیہ میں نبی کا امکان!

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب موُدودی کے رسالہ ''ختمِ نبوّت'' کے جواب میں مَیں نے ''علمی تبصرہ'' صفحہ ۸ تا ۱۱ میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُوْلٰئِکَ رَفِیْقًا (سُورۃ نساء ع ۹ آیت ۷۰)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول (محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے پس وہ اُن لوگوں کے ساتھ شامِل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدّیق شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہیں۔

اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیّت کے مقام سے ترقی کر کے نبوّت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر

آیت کے یہ معنے کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والے صرف ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہیں ہوں گے تو یہی تشریح دوسرے تین مدارج کے بارے میں بھی کرنی پڑے گی۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے پَیرو صرف بظاہر صدّیقوں۔ شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ خود صدّیق۔ شہید اور صالح نہیں ہوں گے، یہ تشریح صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ معنی آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی شانِ بزرگ کے صریح منافی ہیں کہ ان کی پَیروی سے کوئی شخص صدّیق۔ شہید اور صالح بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہوگا۔ حالانکہ اُمّتِ محمّدیہ کے اطاعت کرنے والوں کا اس دنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونا محال امر ہے۔ اور آیت فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس دُنیا میں ان کے ساتھ ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ پس اِس دُنیا میں ساتھ ہونے میں مرتبہ پانا ہی مُراد ہوسکتا ہے۔

اِس کے بعد مَیں نے لکھا تھا:۔

راغب علیہ الرحمۃ کی تفسیر

ہمارے انہیں معنوں کی تائید امام راغب علیہ الرحمۃ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔ تفسیر بحرالمحیط میں امام راغب کی تفسیر جو اِن الفاظ میں پیش کی گئی ہے کہ

" وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَکَأَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ مِنْکُمْ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ

تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِى الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ النَّبِىُّ بِالنَّبِىِّ وَالصِّدِّيْقُ بِالصِّدِّيْقِ وَالشَّهِيْدُ بِالشَّهِيدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ.“

(بحرالمحیط جلد۲صفحہ۲۸۷)

ترجمہ: یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول مِنَ النَّبِيّٖنَ ۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کی تفسیر ہے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے اللہ اور رسُول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے انعام یافتہ لوگوں سے مِلا دے گا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ راغب نے کہا یعنی اُن چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامِل کر دے گا۔ جن پر اُس نے انعام کیا ہے۔ اس طرح کہ جو تم میں سے نبی ہوگا اس کو نبی کے ساتھ ملا دے گا۔ اور جو صدّیق ہوگا اُسے صدّیق کے ساتھ مِلا دے گا۔ اور شہید کو شہید کے ساتھ مِلا دے گا۔ اور صالح کو صالح کے ساتھ مِلا دے گا۔

یہ ترجمہ درج کر کے مَیں نے اپنی کتاب ”علمی تبصرہ“ میں مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودُودی کے رسالہ ”ختم نبوت“ کے جواب میں لکھا تھا:۔

اس عبارت میں امام راغب علیہ الرحمۃ نے اَلنَّبِىُّ بِالنَّبِىِّ کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس اُمّت کا نبی گزشتہ انبیاء کے ساتھ شامِل ہو جائے گا جس طرح اس اُمّت کا صدّیق گزشتہ صدّیقوں اور اس اُمّت کا شہید گزشتہ شہیدوں اور اس اُمّت کا صالح گزشتہ صالحین کے ساتھ شامِل ہوگا۔ گویا اُن کی تفسیر کے مطابق اُمّتِ محمّدیہ کے لئے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی اتبّاع میں نبوّت کا دروازہ کھُلا ہے۔ ورنہ وہ کونسے نبی ہوں گے جو امام راغب کی اس تفسیر کے مطابق انبیاء کی صف میں شامل ہوں گے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے میرے اس مضمون کو پڑھا ہے۔ جیسا کہ ان کی کتاب عقیدۃ الامۃ کے صفحہ ۱۱۰ کے حاشیہ سے ظاہر ہے۔ اس کے باوجود وہ یہ لکھتے ہیں کہ

''قادیانی مبلّغ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کا اس منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی وہی کچھ ہو جائیں (بیٹے کے باپ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باپ ہو گیا...............فیاللعجب) یعنی نبیوں کی معیّت اور حضوری میں جگہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی ہو جائیں۔ پس خُدا اور اس کے رسُول کی اطاعت کرنے والے بھی نبی ہو جائیں گے۔ قادیانی لوگ یہاں مَعَ کو تو مِنْ کے معنوں میں لیتے ہیں لیکن مِنَ النَّبیّین وَالصدّیقین کو وہ بھی منعم علیہ گروہ کا ہی بیان سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک بھی یہ انعام یافتہ لوگوں کی ہی تفسیر ہے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۰۷)

مولوی خالد محمود صاحب کی بیٹے کے باپ کے ساتھ رہنے کی مثال اس جگہ منطبق نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بیٹے کا باپ کے ساتھ رہنا معیّت زمانی یا مکانی کو چاہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والوں کو اس دُنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے گزرے ہوئے انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین کی اس طرح کی معیّت

محال ہے جیسے بیٹے کو باپ کے ساتھ رہنے میں ہوتی ہے۔ امام راغب مفردات القرآن میں زیر لفظ مَعَ ۔ مَعِیَّت کے چار معنے معیت زمانی، معیّت مکانی، معیّت متضائفین اور معیّت فی المنز لہ بیان کرتے ہیں۔ پہلی تین قسم کی معیّت اس آیت میں محال ہے۔ لہذا چوتھی قسم کی معیّت یعنی مرتبہ میں معیّت ہی مُراد ہوسکتی ہے۔ لہذا مَعَ اس جگہ مِنْ کا مفہوم دینے کے علاوہ ایک زائد مفہوم بھی دے رہا ہے۔ جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے چاروں گروہوں میں سے کسی گروہ میں داخل ہونے کے علاوہ یہ اطاعت کرنے والے جامع کمالاتِ انبیاء یا جامع کمالاتِ صدّیقین یا جامع کمالاتِ شہداء اور جامع کمالاتِ صالحین بھی ہوسکتے ہیں۔ خالی مِنْ کا لفظ استعمال کرنے سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ پس جامع کمالاتِ انبیاء کا اُن کے زُمرہ میں داخل ہونا بدرجہ اولیٰ مراد ہوا۔

امام راغب نے آیت فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"اَیْ اِجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ اَیْ اِشَارَۃٌ اِلیٰ قَوْلِہٖ اُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ الآیہ

(مفردات القرآن)

یعنی فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں شاہدین کے زمرہ میں داخل کردے اس میں آیت اُوْلٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ کی طرف اشارہ ہے۔

پس علاّمہ راغب کے نزدیک شاہدین کے ساتھ ہونے سے انبیاء یا صدّیقوں یا

شہداء یا صالحین کے زُمرہ میں داخل ہونا مراد ہے۔

خالد محمود صاحب کا الزام اوّل

مولوی خالد محمود صاحب نے مجھے الزام دیتے ہوئے لکھّا ہے:۔

''قاضی محمد نذیر صاحب نے اپنے رسالہ علمی تبصرہ (شائع کردہ نظارت اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ) کے صفحہ ۹ پر فاضل اندلسی اور علاّمہ راغب کی عبارات کو گڈ مڈ کر کے پیش کیا ہے۔ پہلی تین سطریں فاضل اندلسی کی ہیں جو علاّمہ راغب کی ترکیب کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد علاّمہ راغب کی تفسیر ہے۔ قاضی محمد نزیر صاحب ہر دو عبارات میں فرق نہیں کر سکے اور نہ انہیں یہ پتہ چلا ہے کہ یہ دونوں تعبیریں ایک دُوسرے کے خلاف ہیں۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

الجواب

مَیں نے تفسیر بحرالمحیط سے جو قول علمی تبصرہ میں نقل کیا ہے اس کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ مَیں نے مفسّر بحرالحیط فاضل اندلسی اور امام راغب کے قول کو ہرگز گڈ مڈ نہیں کیا۔ چنانچہ فاضِل اندلسی کی تفسیر پیش کرنے کے بعد میں نے علمی تبصرہ میں لکھا ہے:۔

''راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل کر دے گا۔''

اِس سے ظاہر ہے کہ میرے نزدیک پہلی عبارت امام راغب کی نہیں بلکہ خود فاضل اندلسی کی ہے۔ جیسا کہ میرے استدلال کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ

''اس عبارت میں امام راغب نے النّبی بالنّبی کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس اُمّت کا نبی گزشتہ انبیاء کے ساتھ شامِل ہو جائے گا جس طرح اس اُمّت کا صدّیق گزشتہ صدّیقوں اور اس اُمّت کا شہید گزشتہ شہیدوں اور اس اُمّت کا صالح گزشتہ صالحین کے ساتھ شامِل ہوگا۔ گویا اُن کی تفسیر کے مطابق اُمّتِ محمّدیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتبّاع میں نبوّت کا دروازہ کھُلا ہے۔ ورنہ کونسے نبی ہوں گے جو امام راغب کی تفسیر کے مطابق نبیوں میں شامل ہوں گے۔''

(علمی تبصرہ صفحہ ۹)

(ب) مولوی خالد محمود صاحب کا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ فاضِل اندلسی کے نزدیک آیت ہذا کی ترکیب امام راغب سے مختلف ہے۔ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ فاضل اندلسی نے امام راغب کی پہلی توجیہہ کو درست سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے اجمالاً معنی بیان کر کے اس کی تفسیر میں امام راغب کا قول پیش کر اپنے مجمل بیان کی تفصیل پیش کی ہے۔ پس فاضل اندلسی کا قول مجمل ہے اور امام راغبؒ کا مفصّل۔ اور یہ دونوں قول ہرگز ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ اگر فاضل اندلسی کے نزدیک ان کا یہ قول ان کے اپنے خیال کے مخالف ہوتا تو اس کی وہ ساتھ ہی فوراً اتر دید بھی کر دیتے جیسا کہ امام راغب کے دُوسرے قول کی جو اس کی تفسیر میں پیش کیا ہے خود تردید کر دی ہے۔

خالد محمود صاحب کا دُوسرا الزام

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''قاضی صاحب نے دوسری بد دیانتی یہ کی ہے کہ علّامہ راغب کی بات نقل کرتے ہوئے آگے اُن کی ترکیبِ نحوی کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس ترکیب کے وہ خود بھی خلاف تھے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

الجواب

اصل حقیقت یہ ہے کہ امام راغب کی طرف سے تفسیر بحرالمحیط میں فاضل اندلسی نے دوتوجیہیں اس آیت کی تفسیر میں نقل کی ہیں۔اور پہلی توجیہہ اپنی ترکیب نحوی کے موافق سمجھ کر اپنے قول کے ساتھ بطور تفصیل وتشریح پیش کی ہے اور دوسری توجیہہ کو جو ایک دوسری ترکیب نحوی کے لحاظ سے ہے درست قرار نہیں دیا۔میں نے اپنے استدلال میں پہلی توجیہہ کو ہی ''علمی تبصرۃ'' میں اختیار کر کے پیش کیا ہے جو فاضل اندلسی کے نزدیک بھی درست ہے۔ورنہ وہ اس کی بھی تردید کر دیتے۔لہٰذا امام راغب کی دُوسری توجیہہ نقل کرنے کی مجھے ضرورت نہ تھی جس میں خامی پائی جاتی ہے۔لہٰذا اس میں میری بد دیانتی کیا ہوئی؟

خالد محمود صاحب کا تیسرا الزام

مولوی خالد محمود صاحب نے تیسرا الزام مجھے یُوں دیا ہے کہ

''تیسری بددیانتی قاضی صاحب نے یہ کی ہے کہ فاضل اندلسی نے آگے جو اس کی پُرزور تردید کی ہے اُسے یکسر چھوڑ دیا ہے۔''

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

الجواب

مَیں نے تو وہ توجیہہ پیش کی ہے جس پر فاضل اندلسی کو بھی اعتراض نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ میرے مقصد کے بھی موافق ہے۔ اور دوسری توجیہہ میں چونکہ فاضل اندلسی کے نزدیک نحوی ترکیب کی خامی بھی موجود تھی اور معنوی طور پر وہ آیت خاتم النّبیین کے مطابق نہ ہونے کا احتمال بھی رکھتی تھی۔ اس لئے مجھے اس کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لہذا جب میں نے امام راغب کی دُوسری توجیہہ پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تو مجھے فاضل اندلسی کی تردید کو نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس میں کوئی بددیانتی نہیں۔ خالد محمود صاحب کو جب خود اعتراف ہے کہ مَیں محمد نذیر، امام راغب کی دُوسری توجیہہ کے خلاف تھا تو پھر میرا اس توجیہہ کو پیش نہ کرنا میری دیانت کی دلیل ہوا نہ کسی بددیانتی کی دلیل۔ ویسے مولوی خالد محمود صاحب شوق سے جو گالی مجھے چاہیں دے لیں۔ مَیں تو اس کے جواب میں صبر سے ہی کام لُوں گا۔ میرا مسلک تو یہ ہے:۔

گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دِکھاؤ اِنکسار

اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کی راہ دِکھائے۔ اللّٰھم آمین۔

امام راغب کی دُوسری توجیہہ کی خامی

امام راغب کی دُوسری توجیہہ میں میرے نزدیک معنوی خامی یہ ہے کہ اس ترکیب کے رُو سے تشریعی نبی یا مستقل نبی کی آمد کا بھی جواز نکلتا ہے۔ گو مقصود ان کا اُمّتی نبی کی آمد کا ہی جواز ہو۔ غالبًا اسی لئے فاضل اندلسی کے اِسی احتمال کے پیشِ نظر اس توجیہہ کو آیت خاتم النّبیین کے خلاف قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت اس بات پر نصِّ قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی تشریعی یا مستقل نبی نہیں آ سکتا۔ بلکہ صرف ایسا نبی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ سکتا ہے جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی بھی۔

امام راغب علیہ الرحمۃ کی یہ دُوسری توجیہہ بحر المحیط میں ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے :۔

"اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیّٖنَ لِقَوْلِہٖ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اَیْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَیَکُوْنُ قَوْلُہٗ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ اِشَارَۃٌ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا یُبَیِّنُ ذٰلِکَ قَوْلُ النَّبِیِّ حِیْنَ الْمَوْتِ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی. وَھٰذَا ظَاھِرٌ."

(بحر المحیط جلد۳ صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ: امام راغب نے اس بات کو بھی جائز رکھا ہے کہ مِنَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ خدا تعالیٰ کے قول مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ سے متعلق ہیں اور خدا کا قول

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ کا اشارہ ملاء اعلیٰ کی طرف ہے اور ملاء اعلیٰ والے اچھے رفیق ہیں۔ اور اس امر کو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول بیان کرتا ہے جو آپؐ نے اپنی وفات کے وقت کہا اللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ۔ اور یہ توجیہہ ظاہر ہے۔

اس توجیہہ کی رُو سے آیت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو لوگ نبیوں، صدّیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے اللہ تعالیٰ اور رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں وہ ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں سے جا ملتے ہیں۔

امام راغب کے اس قول سے یہ تو ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ میں نبی آ سکتا ہے مگر ساتھ ہی چونکہ اس بات کا بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ تشریعی اور مستقل نبی بھی آ سکتا ہے۔ اس لئے اس احتمال کے پیشِ نظر امام راغب کی پہلی توجیہہ زیادہ درست ہے۔ کیونکہ اس کے رُو سے تشریعی نبی اور مستقل نبی کے خاتم النّبیین کے بعد آنے کا احتمال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صرف ایسے نبی کا آنا ہی آیت خاتم النّبیین کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جائز اور ممکن قرار پاتا ہے۔ جو نبی بھی ہو اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی بھی ہو۔ اور ہمیشہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کے تابع رہے۔

خالد محمود صاحب اس دوسری توجیہہ کی ترکیب نحوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''یہ ترکیب گو علمی لحاظ سے صحیح نہیں مگر ہمیں ہرگز مضرّ نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہ السّلام بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس سے علّامہ راغب کو اجرائے

نبوّت کا قائل ثابت کرنا فریب اور بد دیانتی ہے۔‘‘

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۱)

ہم نے جب ’’علمی تبصرہ میں اس توجیہہ سے استدلال ہی نہیں کیا تو نہ ہم نے کوئی فریب دیا ہے نہ بد دیانتی کی ہے۔ البتہ یہ بات ہمارے لئے قابلِ تعجّب ہے کہ فاضل اندلسی تو اس تفسیر کو آیت خاتم النّبیین کے خلاف قرار دے کر ردّ کرتے ہیں اور مولوی خالد محمود صاحب یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ تفسیر اُن کے لئے ہرگز مضرّ نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے اُمّت میں نبی کی آمد کو ردّ کرنے کے لئے علاّمہ راغب کا ایک قول نقل کیا ہے کہ

’’ خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَیْ تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ‘‘

(مفردات القرآن زیر لفظ ختم)

مولوی خالد محمود صاحب پر واضح ہو کہ امام راغب کے اس کلام کا مفہوم اُن کی توجیہہ اَلنَّبِیُّ بِالنَّبِیِّ، اُمّت محمدیہ کے نبی کو پہلے نبی سے ملا دیگا کے بالمقابل اور ختم کے حقیقی لغوی معنی تاثیر الشیئ کی روشنی میں اور آیت فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ کی تفسیر کی روشنی میں یہ ہیں کہ

> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النّبیین** ہیں۔ آپ نے **النُّبُوَّۃ** پر مہر لگا دی ہے یعنی اپنی آمد سے اُسے **کمال** تک پہنچا دیا ہے یعنی نبوّت کے **کمالاتِ ممکنہ** آپؐ کی ذات میں **انتہائی کمال** کو پہنچ گئے ہیں۔ اب آپؐ کی **شان** اور **مرتبہ** کا کوئی نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا۔ ہاں آپؐ کی **مُہرِ نبوّت** کی تاثیر اور فیض سے آپؐ کا ایک **اُمّتی** اور **رُوحانی فرزند** مقامِ نبوّت

پا سکتا ہے مگر نبی ہونے کے باوجود وہ آپ کا **اُمّتی** بھی رہتا ہے اور آپؐ کی شریعت کی پابندی اس کے لئے اسی طرح ضروری رہتی ہے جس طرح کسی عام اُمّتی کے لئے ضروری ہے۔ **وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔**

قاضی محمّد نذیر لائلپوری

۱۴ر جنوری ۱۹۶۷ء